سلسلہ

مسیحی کتبِ دینیات



فتح

مکاشفہ کی کتاب کا مطالعہ

ڈبلیو۔ سی۔ کرسٹی

سلسلہ مسیحی کتب دینیات

فتح

مکاشفہ کی کتاب کا مطالعہ

ڈبلیو۔ سی۔ کرسٹی صاحب ایم اے، ڈی۔ ڈی

اردو ٹیکسٹ بک کمیٹی
تھیولاجیکل سیمنری۔ گوجرانوالہ

طابع ——————— مسٹر ایچ ۔ بخت

مطبع ——————— شمیم پبلیکیشنز

تعداد ——————— ۱۰۰۰

بار ——————— دوم

قیمت ——————— ۵ روپے

بار اوّل جون ۱۹۶۷ء

اگست ۱۹۷۶ء

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

راقم الحروف ایک مدّت سے گوجرانوالہ سیمنری میں درس و تدریس کی خدمت پر مامور ہے اور کتابِ ہذا میں جو باتیں مندرج ہیں وہ سیمنری کے طلبا کو بطور لیکچر بتائی جاتی رہی ہیں۔ لیکن دورانِ درس و تدریس اس چیز کو شدّت سے محسوس کیا کہ متعلّم و معلّم دونوں ہی کتابِ مکاشفہ کی معنوی اتھاہ گہرائیوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، حالانکہ مکاشفہ کی کتاب بائبل مقدّس کا ایک اہم حصّہ ہے۔ کئی سالوں تک اس کتاب کے درس و تدریس سے یہ احساس اور بھی گہرا ہوگیا ہے کہ یہ کتاب چونکہ بائبل مقدّس کا ایک اہم حصّہ ہے، خُدائے قادرِ مُطلق موجودہ زمانہ میں اس کتاب کے ذریعے پاکستانی کلیسیا کو اپنا پیغام دینا چاہتا ہے، اور اس بے حد اہم اور الٰہی مکاشفات کی کتاب سے ناواقفیت خُدا کی نعمتوں سے محرومی کے مترادف ہے۔ اس لیے اس کتاب کے پیغام کو بغور سننا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا کلیسیا کے ہر ایک فرد کے لیے ضروری ہے۔

مجھے ہمہ دانی کا ہرگز دعوٰے نہیں لہٰذا مکاشفہ کی کتاب کی جو تشریح یا تفسیر پیش کی جا رہی ہے، وہ نہ تو ہر لحاظ سے مکمل و اکمل ہے اور نہ حرفِ آخر۔ مفسّرین و شارحین اپنی اپنی استعداد کے مطابق اَدَق مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری دانست میں یہ تشریح وقت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے ایک خاص رُوحانی مسرّت اور تسلّی

حاصل ہو گی۔

اس حقیقت کا اعتراف بے جا نہیں ہے کہ مَیں نے مُستند علماء اور مسیحی مفسّرین کی کتابوں سے خوشہ چینی کی ہے، لیکن بعض چیزیں طبع زاد بھی ہیں۔ نکات کو سمجھنے اور عوام تک ان کو پہنچانے کا ڈھنگ میرا اپنا ہے۔ اس سعی میں مکاشفہ کی کتاب کی باریکیوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی طرف ہی توجہ رہی ہے۔ مَیں نے مسیحی دُنیا کے مشہور عالم دین ڈاکٹر جی۔ کیمبل مارگن (DR.G.C.M) DR. G. CAMPBELL MORGAN کی کتاب "ہمارے خُداوند کے خطوط" سے استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب کے پہلے تین ابواب میرے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے ہیں۔ نیز میں نے اپنے سیمنری کے ایک پروفیسر اور ایران کے ایک مشنری صاحب کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ دونوں محترم ہستیاں ڈاکٹر اے۔ ایچ بالڈنگر (DR. A. H. BALDINGER) اور ڈاکٹر کوڈی۔ ایچ۔ ایلن (DR. CADY. H. ALLEN) ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں مَیں ڈاکٹر ولیم ہینڈرکسن (DR, WILLIAM HENDRIKSEN) کا بھی نہایت ممنون ہوں۔ ان کی دو کتابیں MORE THAN CONQUERORS

THREE LECTURES ON THE BOOK OF REVELATION

بڑی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے ازراہِ کرم مجھے ان کتابوں کے اقتباسات جزوی اور کلی طور پر نقل کرنے کی اجازت دی تاکہ زیرِ نظر کتاب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

فتح یا مکاشفہ کی کتاب کا مُطالعہ پاکستانی کلیسیاؤں کی خدمت میں اس دُعا اور اُمید کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب الٰہی مکاشفات کے سمجھنے میں

ممدد معاون ثابت ہوگی اور ہم خُدائے قادرِ مُطلق کے ازلی ارادوں کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ وہ موجودہ زمانے میں اپنا ارادہ ظاہر کر رہا ہے۔ دَورِ حاضرہ میں انقلابی قوتیں کارفرما ہیں اور نت نئی تحریکات جنم لے رہی ہیں۔ نیز دھیرے دھیرے قادرِ مطلق خُدا کا جلیل اور مہیب دِن بھی قریب آ رہا ہے۔ دُعا ہے کہ پاکستان کا ہر ایک مسیحی اس بڑے نجات یافتہ گروہ میں شامل ہو کر اُس کی اور برّے کی تمجید کرے۔ تاکہ قادرِ مطلق خُدا اپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسوعؔ مسیح کی آمدِ ثانی میں اپنے ارادے کو ظاہر کرے۔

دیباچہ

مکاشفہ کی کتاب کا مُطالعہ

نئے عہد نامہ کی ستائیس ۲۷ کتابیں ہیں۔ مکاشفہ کی کتاب سب سے آخر میں ہے۔ یہ کتاب بڑی ہی عجیب ہے۔ نئے عہد نامہ کی دُوسری کتابوں سے یہ کتاب بہت ہی مختلف ہے۔ اس کتاب میں عجیب و غریب الفاظ و نادر تشبیہات اور آنے والے زمانے کے متعلق ایسی مثالیں اور استعارے موجود ہیں کہ ان کی تشریح اور تفسیر آسان بات نہیں۔

اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے کوئی واضح مطلب نکالا جا سکتا ہو۔ لیکن علماء کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو اس حقیقت کا مدّعی ہے، کہ آخر اس کتاب میں مُندرج واقعات کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ایسے مقتدر علمائے دین کے نظریات کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب مقدّس کے دوسرے نوشتوں سے قطعاً متفق نہیں ہیں۔

مکاشفہ کی کتاب کے متعلق بہت سے سوالات کئے جاتے ہیں۔ مَیں ان تمام سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہوں کیونکہ اس کے بہت سے استعارات و تلمیحات واقعی سمجھ سے باہر ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ میں اس کتاب کو نہ تو عجائب گھر سمجھتا ہوں اور نہ ایسا نقشہ جس کے دیکھنے سے آئندہ زمانے کی تصویر

آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور تمام حقائق سامنے آجاتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ کتاب نہایت اہم ہے، اور اس میں ایسی تعلیم موجود ہے، جو کلیسیا کے لیے مفید ہے۔ کیونکہ کلیسیا کے لیے ایسے اسباق کی اشد ضرورت ہے جو اس میں از سرِ نو زندگی کی روح پھونک سکیں۔

میں جب سمنری میں زیرِ تعلیم تھا تو ڈاکٹر جان میکناہر صاحب (DR. JONN McNAUGHER) میرے محترم پروفیسر تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ یہ کتاب مشکل زمانوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ اسے انگریزی میں A TRACT FOR BAD TIMES کہا جاتا ہے۔ انہیں پختہ یقین تھا کہ یہ کتاب کلیسیا کو ایمان کی قوت عطا کرے گی۔ اور کلیسیا دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے گی۔ مجھے بھی امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں روحانی فائدہ ہوگا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مکاشفہ کی کتاب ایسی باتوں سے معمور ہے جو بالکل انوکھی اور عجیب ہیں اور بائبل مقدس کے کسی دوسرے صحیفے میں اس قسم کی باتیں نہیں ملتی ہیں۔ بائبل مقدس ایک اکائی ہے اس اکائی میں مکاشفہ کی کتاب بھی شامل ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کتاب کا مطالعہ بائبل مقدس کی دوسری کتابوں کی روشنی میں کریں۔ بائبل مقدس میں مختلف قسم کی کتابیں ہیں۔ مثلاً تواریخی، نظم، نبوت اور خطوط وغیرہ۔ عہدِ عتیق میں دانی ایل کی کتاب آنے والے زمانے کے متعلق تشبیہات اور استعارات کے ذریعے خدا کے ارادہ کو ظاہر کرتی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب بھی دانی ایل کی کتاب کی طرح انکشافانہ (APOCALYPTIC) لٹریچر ہے۔ بائبل مقدس کی کتابوں کے علاوہ اور کتابیں بھی تھیں جو اسی قسم کے لٹریچر میں شمار کی جاتی تھیں لیکن دانی ایل نبی کی کتاب اور مکاشفہ بائبل میں موجود ہیں۔

مُصنّف

اس کتاب کا مُصنّف عبرانی مسیحی تھا۔ فلسطین اس کا وطن تھا۔ اسی سرزمین میں اُس نے زندگی کی کئی بہاریں دیکھیں۔ لیکن آخرکار اُس نے رختِ سفر باندھا اور افسس کے شہر میں رہائش اختیار کر لی۔ پتمس کے جزیرہ میں وہ قید و بند کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ اس کا نام یوحنا تھا۔

رخت = سامان
رختِ سفر = سفر کی تیاری کرنا

پہلی صدی کے بزرگانِ کلیسیا نے تسلیم کیا ہے کہ مکاشفہ کی کتاب کا مُصنّف یہی یوحنا رسول تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ کے چند ایک محققین بڑے وثوق سے یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ اس کتاب کا مُصنّف وہ یوحنا نہیں ہے۔ جو خداوند یسوعؔ کا شاگرد تھا بلکہ کوئی اور یوحنا تھا۔ تاہم سب سے اہم بات یہ نہیں کہ مُصنّف کون تھا یعنی وہ کون سا انسان تھا جس نے اس کتاب کو تصنیف کیا۔ مکاشفہ کی کتاب کے دیباچہ میں (یعنی پہلی آیت میں) یوں لکھا ہے "یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اس لیے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضروری ہے اور اس نے اپنے فرشتے کو بھیج کر اس کی معرفت انہیں اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کیا۔"

ہمارے پاس اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ یوحنا رسول ہی اِس کتاب کا مُصنّف ہے۔

(۱) پہلی، دوسری اور تیسری صدی کے بزرگانِ کلیسیا نے اپنی تحریرات میں یوحنا رسول ہی کو اس کتاب کا مُصنّف تسلیم کیا ہے۔ خارجی شہادتوں

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوحنا رسول جو زبدی کا بیٹا اور یعقوب رسول کا بھائی
تھا۔ وہی اس کتاب کا مصنف ہے۔

جسٹن شہید (JUSTIN MARTYR – C.A.D 140)
آئرینیئس (IRENAEUS – C.A.D. 180)
اور اوریجن (ORIGEN – C.A.D 223) نے بھی اس
کی تائید کی ہے۔

(۲) نئے عہد نامہ میں یوحنا رسول کی انجیل اور مکاشفہ کی کتاب کے تحقیقی
مطالعہ سے بہت سی باتیں مشترک نظر آتی ہیں۔ یوحنا رسول کی انجیل اور مکاشفہ
کی کتاب کی ایک جیسی خصوصیات ہیں۔ اناجیل اربعہ میں مقدس یوحنا رسول کی
چند خصوصیات کی تصویر ملتی ہے۔ خداوند یسوع مسیح کے دوسرے شاگردوں
کی نسبت اس کی شخصیت منفرد تھی۔

(۳) لہذا مکاشفہ کی کتاب میں جس اختیار کے ساتھ ایشیائے کوچک کی کلیسیاؤں
کو مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ صرف ایسے ہی شخص کا حق تھا جو نہایت ہی محترم اور
صاحب اختیار تسلیم کیا جاتا ہو۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنے تعارف میں
صرف اتنا ہی کہا ہے کہ "یوحنا یہی ہے"۔ اُسے کامل یقین ہے کہ کلیسیائیں
جانتی ہیں کہ صرف وہی یوحنا ہے اور کوئی دوسرا یوحنا نہیں ہو سکتا، کیونکہ
کلیسیاؤں پر صرف وہی اختیار رکھتا تھا اور صرف وہی انہیں کچھ لکھنے
کا مجاز تھا۔

مسیحی دُنیا کے چند ایک علمائے دین کی رائے ہے، کہ مکاشفہ کی کتاب
یوحنا رسول کی تصنیف نہیں ہے؛ اپنی رائے کے ثبوت میں وُہ یہ دلائل
پیش کرتے ہیں۔

(۱) مقدس یوحنا رسول کی انجیل اور مکاشفہ کی کتاب کے طرزِ تحریر میں
بہت فرق ہے۔ ہر مصنف کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ صاحب طرز ادیب
اور مصنفین اپنے طرزِ تحریر سے فوراً پہچانے جاتے ہیں لیکن چونکہ یوحنا
رسول کی انجیل اور مکاشفہ کی کتاب کا طرزِ نگارش ایک دوسرے سے مختلف
ہے لہذا یہ دونوں کتابیں کسی ایک مصنف کی تصنیف نہیں ہو سکتیں۔

(۲) نئے عہد نامہ میں یوحنا رسول کی انجیل اور خطوط موجود ہیں۔ یوحنا رسول
کی انجیل اور اس کے خطوط کی تعلیم اور مکاشفہ کی کتاب کی تعلیم میں فرق ہے،
کیونکہ کسی مصنف کے خاص خاص خیالات اور تعلیم کی جھلکیاں اس کی تمام
تحریرات میں نظر آنی چاہئیں۔

(۳) بعض علماء کے نزدیک مکاشفہ کی کتاب کے سن تحریر سے پیشتر ہی
یوحنا رسول جام شہادت نوش کر چکا تھا، لہذا اس کتاب کو یوحنا رسول کی
طرف منسوب کرنا تاریخی غلطی ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اعتراضات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت
ہے تاکہ ان کی معقولیت کا اندازہ کر کے کوئی خاطر خواہ جواب دیا جا سکے۔ یہ
مسلمہ امر ہے کہ جو یونانی زبان اس کتاب میں استعمال کی گئی ہے اس میں اور
انجیل اور خطوط کی یونانی زبان میں ایک واضح فرق موجود ہے۔ انجیل اور خطوط
میں استعمال کی گئی یونانی، مکاشفہ کی نسبت اعلیٰ پایہ کی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ
رسول نے ایک حصہ کے لیے کاتب یا سیکرٹری کی خدمات حاصل کی ہوں اور
دوسرے حصہ کے لیے ایسا نہ کیا ہو۔ یا پھر اس نے دونوں حصوں کے لیے
دو مختلف اشخاص کی خدمات حاصل کی ہوں۔

(۱) اس اعتراض میں کوئی معقولیت نہیں ہے کہ یوحنا رسول کی انجیل، خطوط

اور مکاشفہ کی کتاب کی تعلیم میں اختلاف ہے لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ ان
دونوں کتابوں کا موضوع یا مضمون مکاشفہ کی کتاب سے مختلف ہے اور جب
ایک ہی مصنف دو مختلف موضوعات پر قلم اٹھائے گا تو لامحالہ مضمون کے
لحاظ سے تو وہ مسائل کو سلجھاتا جائے گا، لیکن تعلیم کی بنیادی باتوں میں قطعاً
فرق نہیں ہوگا، یعنی اس کی تعلیم میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہوگا۔ تضاد صرف
اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ دو مختلف مصنفین ایک ہی موضوع پر
خامہ فرسائی فرمائیں۔

(۳) آئیے تیسرے اعتراض کا جائزہ لیں۔ یوحنا رسول کی شہادت اس کتاب
کے سنِ تصنیف سے پیشتر نہیں ہوئی۔ داخلی اور خارجی شہادتوں سے یہ امر
بالکل واضح ہے کہ محبوب رسول مدت العمر تک ایشیائے کوچک میں کلیسیا
کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز رہا۔ بزرگانِ کلیسیا کسی ایسے یوحنا کو تسلیم نہیں
کرتے جو کلیسیا میں ایسے اختیار کا مالک ہو کہ کلیسیا اس کے احکام کو بسرو
چشم قبول کرے۔ کلیسیا کی تاریخ میں کوئی دوسرا یوحنا نہیں گزرا ہے، جسے
وہ مقام حاصل تھا، جو خداوند یسوع مسیح کے پیارے شاگرد یوحنا رسول
کو حاصل تھا۔

لہٰذا بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ وہ یوحنا رسول جو زبدی کا بیٹا
تھا اور خداوند یسوع مسیح کا عزیز ترین شاگرد تھا۔ اور جس نے یوحنا کی انجیل
اور خطوط لکھے ہیں۔ وہی مکاشفہ کی کتاب کا مصنف بھی ہے مکاشفہ کی کتاب
کے دیباچہ میں یوحنا رسول نے لکھا ہے کہ وہ پتمس کے ٹاپو میں قیدی
تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مسیحی گواہی کی بدولت اسے اس ٹاپو میں شہید
کرنے کے لیے قیدی رکھا گیا۔

سنِ تصنیف

یہ کتاب کب لکھی گئی؟ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا
پر زبردست عذاب نازل ہونے والا ہے اور وہ آزمائش کی خوفناک بھٹی میں
پڑنے والی ہے۔ وہ کونسی کلیسیا تھی جو اس قسم کی مصیبتوں سے دوچار ہونے
والی تھی؟ ایشیائے کوچک کی وہ کلیسیائیں جو خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائی
تھیں۔ اور اس کے نقشِ قدم پر چل رہی تھیں، مصائب سے دوچار ہونے والی
تھیں۔ مگر روئے زمین کی تمام کلیسیائیں جو مسیحی زندگی کی ارتقائی منازل طے
کر رہی تھیں ان پر بھی مصیبتیں نازل ہونے والی تھیں یہ بات غور طلب ہے کہ
یوحنا رسول (کتاب ہذا کا مصنف) خود اس کی گواہی دینے کی خاطر پتمس کے
ٹاپو میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا تھا۔ شہنشاہِ وقت نے مسیحیوں
اور مسیحی کلیسیا پر جور و ستم کا فرمان جاری کر رکھا تھا اور وہ مسیحی مذہب
اور مسیحی کلیسیا کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا چاہتا تھا۔ شہنشاہِ
وقت خدا کی حاکمیت کی بجائے اپنی پرستش کروانا چاہتا تھا۔ تکبر اور فرعونیت
کا مجسمہ شہنشاہ اپنے آپ کو تمام روئے سلطنت کا معبود سمجھتا تھا۔ وہ تابعین
خدا جو اس رومی شہنشاہ کے سامنے اپنا سر جھکانے کو تیار نہ تھے، ان پر
وہ مظالم ڈھائے گئے کہ ان کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
رومی سرکار نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ وہ مسیحی مذہب اور مسیحی کلیسیا کو ختم کر
دے، لیکن کلیسیا کو دوام نصیب ہوا۔ اس وقت ڈومطیان (DOMITIAN)
شہنشاہ تھا۔ اس کی حکومت کے آخری ایام تھے۔ بزرگانِ کلیسیا اس بات پر

متفق ہیں کہ یہ ۹۵ء کا واقعہ ہے، اس لیے یقین اکمل ہے کہ مکاشفہ کی کتاب کا سنِ تصنیف ۹۵ء ہی ہے۔

جائے تصنیف

آئیے اب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ یہ کتاب کہاں تصنیف کی گئی۔ افسس کے شہر سے کوئی پچاس میل دُور مغرب میں ایک چھوٹا سا ٹاپو ہے جس کا نام پتمس ہے۔ کتابِ مقدس میں اس ٹاپو کا ذکر سوائے مکاشفہ کی کتاب کے کسی دوسری کتاب میں نہیں آیا۔ کلیسیائی تواریخ میں مرقوم ہے کہ جب کلیسیا پر اُفتاد پڑی اور رُومی شہنشاہ نے مسیحیوں کی ایذا رسانی کا شاہی فرمان جاری کیا تو یوحنا رسول کو اس ٹاپو میں قیدی کی حیثیت سے بھیج دیا گیا۔

مقصد

ہر تحریر اور تصنیف کا ضرور کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اس وقت کلیسیا ابتدائی دَور میں سے گزر رہی تھی۔ شہنشاہِ وقت کی خشمگیں نگاہیں، دُنیا کی طاغوتی طاقتیں اور دشمنانِ کلیسیا کی شرانگیز چالیں کلیسیائی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ چاروں طرف تاریکی کا دَور دورہ تھا لیکن تاریکی کے اس وحشت ناک دَور میں اُمید کی ایک ننھی سی کرن مسکرا رہی تھی، جو آنِ واحد میں ظلمت کدے کو بقعۂ نور میں تبدیل کرنے والی تھی۔ بڑے دنوں میں الٰہی انتظام ملاحظہ فرمائیے۔ پتمس کا ٹاپو جو شہر کے ہنگاموں سے دُور تھا، سمندر کی موجیں اُٹھ اُٹھ کر اس ٹاپو کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتیں۔ لیکن اس ٹاپو میں خُداوند یسوع مسیح کا ایک برگزیدہ رسُول یوحنّا عارف آنے والے زمانے کے متعلق کلیسیا کو تسلی بخش پیغام دینے پر مامور تھا۔ کلیسیا پر مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس قسم کی فضا میں ایمان کو سلامت رکھنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حوصلہ افزا اور تسلی بخش کلام کی ضرورت ہے تاکہ راہرو اپنی منزل سے بھٹک نہ جائیں، ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور وہ ہمت و استقلال سے اپنی منزل کی طرف بڑھتے چلے جائیں یوحنا عارف نے اس مصیبت کے وقت کلیسیا کی بیش بہا خدمت سرانجام دی۔ اس نے خُداوند یسوع مسیح کا پیغام کلیسیا کو پہنچایا کہ وہ مرتے دم تک وفادار رہے۔ پس اس کتاب کا مقصد کلیسیا کو تسلی دینا ہے تاکہ وہ حوصلہ اور صبر کے ساتھ مصائب کو برداشت کرے۔ کلیسیا ایمان اور اُمید کے ساتھ بدی کی طاقتوں سے برسرِ پیکار تھی۔ یہ روحانی جنگ کلیسیا کے صبر اور ایمان کا امتحان تھی۔ ایماندار ایک آزمائش میں سے گزر رہے تھے۔ رُوحانی زندگی پھُولوں کی سیج نہیں بلکہ اس زندگی کے ہر ایک قدم پر پھسلن ہے، اور یہ راستہ اتنا کٹھن ہے کہ ایمان کی طاقت کے بغیر منزلِ مقصود پر پہنچنا محال ہے۔ اگرچہ ایمانداروں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں، وہ غم و اندوہ کا شکار ہوتے ہیں، تاہم مکاشفہ کی کتاب کے یہ تسلی بخش الفاظ ایمانداروں کی ہمت کو بلند کرنے کے لیے کافی ہیں کہ "خُدا اُن کے آنسوؤں کو دیکھتا ہے"

(مکاشفہ ۷: ۱۷) مکاشفہ ۸: ۳-۴ میں یہ بھی تسلی ہے کہ ان دعاؤں کے ذر
سے دُنیا پر اثر ہوتا ہے۔ مکاشفہ ۱۴: ۱۳ میں مرقوم ہے کہ ان کی موت خد
نظر میں بڑی قیمتی ہے اور یہ امید بھی ملتی ہے کہ آخری فتح ان ہی کی ہے (مکا
۲: ۱۵) اور اُن کے خوُن کا انتقام ضرور لیا جائے گا (۶: ۹-۱۱) مکاشفہ کی ک
میں بار بار یہ تسلی بخش پیغام ملتا ہے کہ ایمانداروں کا مسیح زندہ ہے، او
ابد الآباد بادشاہی کرتا ہے۔ چنانچہ کتاب کا خاص مضمون یہ ہے۔
"خداوند یسوع مسیح اور اُس کی کلیسیا کی اژدہے اور اُس
کے مددگاروں پر فتح"۔

کتاب بصورتِ خط

مکاشفہ کی کتاب کا ابتدائیہ ۱: ۱-۳ میں ہے اور اختتامیہ سلام اور مُصنّف
کے دستخط پر انجام کو پہنچتا ہے۔ بادی النظر میں یہ کتاب ایک خط ہے جسے کمال
چابکدستی اور مہارت سے لکھا گیا ہے۔ اس خط کے لکھنے میں جو اہتمام اور سلیقہ
دکھا گیا ہے اس کی داد نہ دینا بے ذوقی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کا مقصد بیان
کرتے وقت یہ کہا گیا ہے کہ کتاب ایمانداروں کے ایمان کو مستحکم کرنے کی غرض
سے لکھی جارہی ہے، تاکہ وہ طوفانی سمندروں میں بھی اپنی ایمان کی کشتی کو
ساحل مراد تک صحیح وسلامت لے جائیں۔ کلیسیا کے لیے ایک خاص پیغام
ہے کہ وُہ ثابت قدم رہے اور پامردی سے تمام مصائب کا مقابلہ کرے۔
اس کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آتا ہے کہ خدُا کا بیٹا
خداوند یسوع مسیح تخت پر جلوہ نگن ہے۔ وہ آسمان سے اپنے برگزیدوں کو
دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہیں اپنے بندوں کو دیکھتی ہیں کہ وُہ بلا میں گرفتار ہیں، اور
وقت آنے پر اس کی کلیسیا فتح کا شادیانہ بجائے گی اور دنیا کی وہ طاقتیں جو
اُس کے خلاف صف آرا ہیں نیست و نابود ہو جائیں گی۔

اس کتاب یا خط میں ہر ایک مسیحی کے لیے ایک خاص ہدایت یا پیغام ہے
کہ وہ اپنی کمزوری اور ناکامی پر پشیمان ہو، اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور
اپنے آپ کو مسیح کو دے دے۔ اس کا نتیجہ لازمًا یہی ہوگا کہ ایک نہ ایک
دن وہ جامِ شہادت نوش کرے گا۔ لیکن وہ تمام خوبصورت وعدے جو کلام

مقدس میں کئے گئے ہیں، مسیحی اُن سے استفادہ کریں گے۔ وہ مسیحی جو خندہ پ
سے تمام مصائب کو سہتے ہیں اور ایمان پر قائم رہ کر دار ورسن کی سختیاں جھ
اور اپنی گردن تک کٹوا دیتے ہیں۔ انہیں ابدی خوشی نصیب ہوگی۔ خدا
مہربان ہے اور وہ اپنے وعدے پورے کرنے پر قادر ہے۔

مکاشفہ کی کتاب میں رسُول نے بہت سی رویائیں دیکھیں۔ ان سے
مقصد ہے کہ کلیسیا ابد الآباد تک زندہ رہنے والے قادرِ مطلق خُدا کو دیکھ
جو آسمان پر تخت نشین ہے۔ وہ عالم بالا پر اپنے مقدس تخت پر جلوہ گر
اور وہی زمین پر حکومت کرتا ہے۔ اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔ وہ اس
زمین پر اپنی بادشاہی قائم کرنا چاہتا ہے، اور وہ دن دور نہیں جب یہ ز
اور اس کی ساری کائنات اس کے فرمان کے زیر ہوگی۔ اس کے ارادے اٹل ہ
اور وہ اپنی باتوں پر لاتبدیل ہے۔ آخر کار نیا یروشلیم آسمان کی رفعتوں سے
اُتر کر زمین پر قائم ہوگا اور وہ اس میں بادشاہی کرے گا۔

یُوحنّا رسول نے مکاشفہ کی کتاب میں ایذا رسانیوں اور مصائب کی جو منظر
کشی کی ہے۔ اس سے مقصود یہ نہیں کہ کلیسیاؤں کے دلوں میں خوف وہراس طار
ہو جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر "کلیسیا قائم رہے تو اس قسم کی مصیبت
کو برداشت کرکے خُداوند یسوّع مسیح کے ساتھ آخری فتح میں شامل ہو"۔

اس کتاب کے سرسری مطالعہ سے یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ مصائب
ہولناکیاں اس کے برگزیدوں کے صبر اور ایمان کے امتحان کے لیے ہوتی ہیں
اور ان کا ہونا ضروری ہے۔ کتاب ہذا میں آخری عدالت کی تصویر بڑی دلکش
بھی ہے اور خوفناک بھی۔ آخری عدالت کا تصور بذاتہٖ بڑا خوفناک ہے
لیکن یہ عدالت گنہگاروں کی ہے۔ گنہگار اپنے افعالِ بد کی سزا ضرور بھگتیں

گے۔ اُنہوں نے اس دُنیا میں دادِ عیش دی اور احکام خُداوندی کی قطعاً پروا
نہ کی، لہٰذا وہ آخری عدالت سے بے سزا نہیں چھوٹیں گے، یعنی مخالفت کرنے
والے گنہگار خُدا کی رحمتوں سے محروم رہیں گے اور ان پر ابدی عذاب نازل
ہوگا۔ خُدا اپنے ارادے ضرور پورے کرے گا۔ اس کتاب میں حقیقی عبادت
کا بھی ذکر ملتا ہے۔ خُداوند یسوّع مسیح کی آمدِ ثانی کی فرحت بخش خبر بھی اسی
کتاب کا خاص موضوع ہے۔ کلیسیا بے شک عذاب میں مبتلا تھی، لیکن یہ اذیت
شہنشاہِ وقت کی طرف سے تھی۔ شہنشاہ نے ہر طرح سے کلیسیا کے خرمن ایمان
کو جلانے کی کوشش کی اور کلیسیا پر کڑی آزمائش کا وقت تھا۔ شہنشاہِ وقت
نے فرمان جاری کر رکھا تھا کہ اُسے معبُود مانا جائے اور اس فرمان سے
رد گردانی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا ملتی تھی۔ اگر اس حکم کے سامنے گردن
جھکا دی جاتی تو خُداوند یسوّع مسیح کا انکار لازمی تھا۔ لیکن سچے مسیحیوں نے کسی
قیمت پر بھی اپنے خُداوند کا انکار گوارا نہ کیا۔ انہوں نے جور و استبداد کو رومی
شہنشاہ کی پرستش پر ترجیح دی اور اس کا نتیجہ ظاہر تھا کہ انہیں قید و
زندان کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ انہیں آگ کی بھٹیوں میں زندہ جھونک دیا گیا۔
لیکن انہوں نے اپنے پیارے خُداوند کے نام کی خاطر ان مصیبتوں کو ہنسی خوشی
برداشت کیا۔ اور آگ کے شعلوں میں کود پڑے۔ رُومی شہنشاہ نے حکم دیا کہ
مسیحیوں کو سرِعام قتل کر دیا جائے۔ تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو کہ شہنشاہ
کے حکم کی نافرمانی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ رُومی سپاہیوں نے معصُوم اور بے گناہ
مسیحیوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ لیکن کیا مجال کہ کلیسیا کے پائے استقلال میں
ذرا بھی جنبش آئی ہو۔ شہیدوں کے خون سے تاریخ کے اوراق رنگین ہوئے اور
ان کی خونیں داستان نے مسیحیت کے گلزار میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیا۔

اسی پر ہی بس نہیں، رومیوں نے مسیحیوں کو جنگل درندوں کے آگے پھینکا۔ مجبوراً
شیروں نے ایماندار مسیحیوں کو پھاڑ ڈالا۔ اس خونی تماشا کو دیکھنے والے بے شمار
رومی ہوتے تھے۔ بپھرے ہوئے بھوکے شیر اور درندے معصوم مسیحیوں کو ایک
واحد میں چیر پھاڑ دیتے تھے۔ دنیا اس وحشت ناک ڈرامہ کو دیکھتی۔ انتقام
کی آگ مسیحیوں کے بیگناہ خون سے قدرے سرد پڑ جاتی، لیکن کلیسیا کے لیے
اس قسم کے واقعات کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس کے صبر اور ایمان کی کڑی آزمائش
کا وقت تھا۔ وہ اگر چاہتی تو خداوند یسوع مسیح کا انکار کر کے رومی شہنشاہ
کو اپنا معبود مان کر اس کی پرستش کرتی اور دوسرے غیر مسیحیوں کی طرح دنیا کی
نعمتوں سے سرفراز ہوتی رہتی۔ لیکن کلیسیا نے ابدی زندگی کو فانی اور دنیاوی
زندگی پر ترجیح دی۔

اس کتاب میں ایک خاص مضمون ہے۔ ایک طرف رومی شہنشاہ کی دنیاوی
شان و شوکت اور جاہ و حشمت کی خوبصورت تصویر پیش کی گئی ہے، اور دوسری
طرف خدائے قادرِ مطلق باپ کی ابدی سلطنت کو بیان کیا گیا ہے۔ رومی سلطنت
کے عروج و کمال کا مقابلہ کوئی نہ کر سکتا تھا۔ دنیا کی دوسری سلطنتیں باجگزار
تھیں اور رومی شہنشاہ نے اسی وجہ سے سرِ غرور کو اتنا اونچا کیا کہ اپنے آپ
کو معبود سمجھنے لگا۔ اس نے مسیحیوں کو مرعوب کرنے کی خاطر اپنی طاقت کا اظہار
کیا، تاکہ ان کے دلوں میں ہیبت طاری ہو جائے۔ لیکن یہاں وہ نشہ نہیں تھا
جسے ترشی اتار دے۔ کلیسیا کسی دنیاوی حاکم کی حاکمیت کی قائل نہ تھی۔ ان کا ایمان
تھا کہ ان کا حاکم اور معبود آسمان اور زمین کا خالق اور مالک قادرِ مطلق خدا ہے
دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ اپنا الٰہی ارادہ پورا کر رہا ہے۔
لیکن دھیرے دھیرے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کلیسیا کو جو خداوند یسوع مسیح

کا مظہر ہے، ہر بلا سے محفوظ رکھے۔
لہٰذا مکاشفہ کی کتاب عدالت کی کتاب ہے اور نہ صرف اس میں کلیسیا کی
سربلندی اور جاہ و جلال کا ذکر ہے بلکہ خدا کی بادشاہت کے بارے میں بھی اس
میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ خدا کی بادشاہت یقیناً کلیسیا سے بہت بڑی ہے۔
اور کلیسیا اسی کل کا ایک جزوِ لاینفک ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب تمام مخلوقات
اسی حقیقی قادرِ مطلق خدا کو اپنا بادشاہ مانے گی۔

اہمیّت

بائبل مقدس کی چھیاسٹھ کتابوں میں سے آخری یہی کتاب ہے۔ کتاب
کا مصنف یوحنا رسول بائبل مقدس کی تمام کتابوں سے کما حقہٗ واقف تھ
اُس نے اپنی اس کتاب میں مقدس نوشتوں کے اقتباسات درج کئے ہیں۔ مکاشف
کتاب کے ہر باب کے کسی نہ کسی پیراگراف میں پرانے عہد نامہ کے کسی نہ کسی نوش
کا حوالہ دیا گیا ہے۔ دانی ایل نبی کی کتاب سے خاص طور پر اقتباسات لیے
ہیں۔ لیکن یسعیاہ نبی اور حزقی ایل نبی کے صحائف کو بھی استعمال کیا گیا
خروج، زبور، یرمیاہ، یوایل اور زکریاہ کی کتابوں سے بھی اقتباسات
نقل کئے گئے ہیں۔ بہت سے مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یوحنا رسول کے
سامنے پہلی تینوں انجیلیں تھیں اور وہ پیغام جو خداوند یسوع مسیح نے آخ
زمانوں کے بارے میں دیا تھا، وہ اس کی باریکیوں سے کلی طور پر واقف تھ
اور اُس نے مکاشفہ کی اس کتاب میں بھی خداوند یسوع مسیح کے پیغام کی
عکاسی کی ہے۔ یہ مصنف مقدس پولوس رسول کے خطوط سے بھی واقف تھا۔
اور اس نے ان خطوط سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے اور بعض اوقات وہ اُن
کو بھی استعمال کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکاشفہ کی کتاب بڑی ہی
ادق ہے، اور اس کو سمجھنا بچوں کا کھیل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سہل
انگار حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے گریز کی تلقین کرتے ہیں لیکن ایسے حضرات
کے اس مشورہ پر عمل کرنا نہ تو قرین مصلحت ہے اور نہ ہی سودمند کیونکہ
بائبل مقدس کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی روحانی طور پر منفعت

بخش ہے۔ اس کے مطالعہ سے اسرار سربستہ سے پردہ اٹھتا ہے اور حقیقت
بین نگاہیں آنے والے واقعات کی صحیح تصویر دیکھتی ہیں۔ اگر ہم اس کتاب
کے بھیدوں سے واقفیت حاصل کریں تو اناجیل اربعہ اور خطوط کے سمجھنے میں
آسانی ہوتی ہے۔ اناجیل اربعہ اور خطوط میں جس تعلیم اور حقائق سے پردہ
اٹھتا ہے وہی حقائق مکاشفہ کی کتاب میں نظر آتے ہیں۔ لیکن مکاشفہ کی
کتاب کا انداز قدرے فرق ہے، اور اس کتاب کی روشنی دوسری تمام
کتابوں کی روشنی سے مختلف ہے۔ تمام روشنی کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ وہ
لوگ جو مکاشفہ کی کتاب کو پڑھتے، اس کی باتوں کو سنتے اور اس میں لکھی
ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں، وہ سب مبارک ہیں۔

خاکہ

خُداوند مسیح اور کلیسیا کو شیطان اور اس کے مددگاروں پر فتح۔

۱۔ **زمین پر کشمکش۔** کلیسیا کو دنیا نے ستایا۔

کلیسیا کی اپنے انتقام لینے والوں اور طاغوتی طاقتوں پر فتح۔

ا۔ مسیح سات چراغدانوں کے درمیان۔ — ۱-۳ ابواب

ب۔ سات مہروں والی کتاب۔ — ۴-۷ ابواب

ج۔ انصاف کے سات نرسنگے۔ — ۸-۱۱ ابواب

۲۔ **اس کشمکش کا گہرا رُوحانی پس منظر۔**

خُداوند مسیح اور کلیسیا کو اژدہے اور اس کے مددگاروں نے ستایا، لیکن آخرکار مسیح اور اس کی کلیسیا کو فتح نصیب ہوئی۔

ا۔ عورت اور بچّے کو لال اژدہے اور اس کے ساتھیوں (حیوان اور کسبی) نے ستایا۔ — ۱۲-۱۴ ابواب

ب۔ غضب کے سات پیالے۔ — ۱۵-۱۶ ابواب

ج۔ بڑی کسبی اور حیوان کی شکست۔ — ۱۷-۱۹ ابواب

د۔ اژدہے کو سزا دی گئی اور اس کے بعد نیا آسمان اور نئی زمین یعنی نیا یروشلیم قائم کیا گیا۔ — ۲۰-۲۲ ابواب

تشریح کے نو بڑے اصول

۱۔ مکاشفہ کی کتاب کے سات حصّے ہیں۔ ہر ایک حصّے میں انجیل کے زمانے یعنی خُداوند یسوع مسیح کی پہلی آمد سے لے کر اس کی آمدِ ثانی تک کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

۲۔ ان سات حصّوں کو مزید دو حصّوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

حصّہ اوّل:۔ ۱ تا ۱۱ ابواب پر مشتمل ہے۔

حصّہ دوم:۔ ۱۲-۲۲ ابواب پر مشتمل ہے اور اسکو چار حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ دو بڑے حصّے روحانی تصادم میں ترقی ظاہر کرتے ہیں۔

پہلا بڑا حصّہ:۔

۱-۱۱ ابواب

کلیسیا کو جس میں مسیح رہتا ہے، اور جسے دُنیا نے ستایا پیش کرتا ہے۔ کلیسیا انتقام، حمایت اور فتح پاتی ہے۔

دُوسرا بڑا حصّہ:۔

۱۲-۲۲ ابواب میں خُداوند یسوع مسیح اور اژدہے کے درمیان خوفناک جنگ کا ذکر ہے۔ یہ ہولناک روحانی جنگ حصُولِ اقتدار کی جنگ ہے لیکن اژدہا جو تاریکی کی طاقتوں کا سپہ سالار ہے، آخرکار شکست کھاتا ہے اور مسیح اور اس کی کلیسیا اس دشمن پر فتح حاصل کرتے ہیں

۳۔ مکاشفہ کی کتاب اپنی انفرادیت کے لحاظ سے واحد ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں انسانی زندگی اور انسان کے کردار اور الٰہی اخلاق و صفات کے لاتبدیل

اصول واضح طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ سات چراغدانوں سے محروں کا اظہار ہوتا ہے اور سات مہریں نرسنگوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

چارٹ نمبر ۱ ص نمبر ۲۳ پر دیکھئے۔

۴۔ مکاشفہ کی کتاب کے ساتوں حِصّے پہلے نکتۂ عروج یا آخری بات کو بیان کرتے ہیں اور پھر تفصیل۔ آخری زمانے کے حالات میں تعلیمی دور میں ترقی ہے آخری عدالت کو پہلے بیان کیا گیا ہے، پھر تعارف کرایا گیا ہے اور پھر تشریح پیش کی گئی ہے۔ اسی طرح نئے آسمان اور زمین کے متعلق آخری حصّوں میں پہلوں کی نسبت واضح بیان ہے۔

چارٹ نمبر ۱ دیکھئے۔

۵۔ جس طرح سیر بین میں متحرک تصاویر چشم زدن میں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ اور ایک کے بعد دوسرا نظارہ خود بخود آجاتا ہے، اسی طرح اس کتاب کا حال ہے گویا یہ کتاب متحرک تصاویر کا سیر بین ہے ان تصاویر میں ہم آہنگی ہے یعنی یہ سب تصاویر ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

اس تصویر کی تفصیلات کی تفسیر مرکزی خیال کی روشنی میں کرنی چاہیئے اس کتاب کی تشریح کرتے وقت ہمیں دو سوالوں کا جواب دینا چاہیئے۔

۱۔ پوری تصویر کیا ہے؟

۲۔ اور اس تصویر کا سب سے بڑا مدعا اور مقصد کیا ہے؟

۶۔ مہریں۔ نرسنگے اور غضب کے پیالے اور دیگر علامتی نشانات کسی خاص زمانے و واقعات یا تواریخی تفصیلات کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ ان سے مراد انسان کا کردار، امن و اخلاق کے مسلّمہ اصول ہیں، جو انسانی معاشرے کی تاریخ میں موجود ہیں اور ان کی تکمیل خاص طور پر اس موجودہ انجیلی زمانے میں ہوتی ہے۔

۷۔ مکاشفہ کو ہمعصر واقعات اور حالات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب

کی تشریح کرتے وقت اس زمانے کے تواریخی واقعات کا علم ضروری ہے تاکہ اس زمانے کے حالات کی روشنی میں حقائق کو پیش کیا جا سکے۔

۸۔ مکاشفہ کی کتاب کی تشریح کرتے وقت بائبل مقدس کی دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کرنا چاہیئے۔ اس کتاب کی تعلیم بائبل مقدس کی دوسری کتابوں سے ہم آہنگ ہے۔

۹۔ دراصل مکاشفہ کی کتاب کا مصنّف خدا خود ہے جس نے مسیح میں ہو کر اپنے بندہ یوحنا رسول کی معرفت یہ کتاب تحریر کروائی ہے۔ لہٰذا یہ بات ہمیشہ مدِنظر رہنی چاہیئے کہ اس کتاب میں وہ مقاصد ہیں، جن کا تعلق کلیسیا کے ساتھ ہے اور اُن ہی مقاصد کی وہ تکمیل کروانا چاہتا ہے۔

چارٹ نمبر ۱ کو سمجھنے کے لیے اس طرح سے پڑھیں:

ترقی پسند مساوات، کلیسیا اور دُنیا۔ مسیح اور اژدہا۔

(۱) نوٹ:۔ یہ نو اصول ڈاکٹر ہینڈرکسن کی کتاب میں صفحہ ۲۲ تا ۵۰ میں پائے جاتے ہیں۔

WILLIAM HENDRIKSEN
"MORE TNAN QONGUERORS"
LONDON, THE TYNDALE PRESS 1940, 1962

۱- زمین پر کشمکش

۱- مسیح سات چراغدانوں کے درمیان

کلیسیا کو دُنیا نے ستایا

باب ۱

کلیسیا کی اپنے انتقام لینے والوں اور طاغوتی طاقتوں پر فتح

اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ابتدائیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب یسوع مسیح کا مکاشفہ ہے جو اُسے خدا کی طرف سے ہوا۔ اور اسی سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب خُدا کے ارادے اور انتظام کا مکاشفہ ہے۔ اس مکاشفہ میں تواریخ عالم کا عموماً اور کلیسیا کا خصوصاً ذکر ہے! اس مکاشفہ میں خُدا کی حکمتِ کاملہ کا عمل دخل ہے۔ یہ مکاشفہ خداوند یسوع مسیح کا ہے جو خدا نے اُسے دیا، کیونکہ قادرِ مطلق خُدا نے ہی خُداوند یسوع مسیح کو سربلند اور سرفراز کیا۔ اس نے اپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسوع مسیح کو دنیا پر حکومت کرنے کا سارا اختیار دے دیا اور یہ سب کچھ اس لیے ہُوا کہ کلیسیا پر اس کا جلال ظاہر ہو۔ قادرِ مطلق خُدا نے اپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسوع مسیح پر اپنے ازلی ارادے و ابدی اور کامل مقصد

کو ظاہر فرمایا، اور اس میں یہ راز تھا کہ خُداوند یسوع مسیح اس مکاشفہ کو اپنے خادموں پر ظاہر کرے۔

مکاشفہ کی کتاب ان کلیسیاؤں کے نام ہے جو رُومی صوبہ ایشیا میں تھیں۔ یہ کلیسیائیں تعداد میں سات تھیں۔ یہ ساتوں کلیسیائیں ایشیائے کوچک کے مغربی حصہ میں خُدا کا جلال ظاہر کرنے پر مامور تھیں۔ اور اگرچہ صرف سات کلیسیاؤں کے نام ہی سرفہرست ہیں لیکن ان سات سے مُراد کلیسیائے جامع ہے، جو خُداوند یسوع مسیح کی آمدِ اول سے آمدِ ثانی تک ساری دنیا میں اُس کے جلال کا مظہر ہوگی۔

مقدس یوحنا رسول بھی ان معدودے چند انسانوں میں سے تھا جس کو ایسے مواقع پر رُوح کی تلوار میسر ہوتی ہے۔ چنانچہ ان زمینی آفات کے وقت وہ رُوح میں آگیا۔ اُس نے خُدا کی آواز سُنی اور ایک رویا دیکھی۔ اگر ہماری زندگی میں بھی روحانی انقلاب آجائے تو ہم بھی رویا دیکھ سکتے ہیں، اور رویا دیکھنے کی صرف ایک ہی شرط ہے یعنی رُوح میں آنا۔ مکاشفہ کی کتاب کے پہلے باب میں ایسے بادشاہ کا ذکر ہے۔ جو دُنیا پر حکومت کرتا ہے اور اپنے ارادہ کو ظاہر کرتا ہے اور وہ اپنے ارادہ کو پورا بھی کرتا رہتا ہے۔

بائبل مقدس کے کئی دوسرے نوشتے بھی ہیں، جن میں قادرِ مطلق خُدا نے ارادوں کو ظاہر فرمایا ہے۔ لیکن مکاشفہ کی کتاب واحد کتاب ہے۔ جس کے پڑھنے کے متعلق خاص برکات کا وعدہ ہے، اور یہ برکات ان لوگوں پر نازل ہوں گی جو:-

۱۔ اس کو پڑھتے ہیں۔

۲۔ جو ان کو سنتے ہیں۔

۳۔ جو اس کتاب کی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب بڑی ہی اہم ہے اور بائبل مقدس میں اس
ایک خاص مقام ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے جو
قادرِ مطلق باپ کی مرضی ہے کہ ہم اس کتاب کو جو پڑھنے اور سمجھنے کے
ہے۔ بڑے غور سے پڑھیں اور اس کے معانی کو سمجھیں، کیونکہ اس کتاب
میں الٰہی رازوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ وہ بھید جو ازل سے سربستہ
اب پوشیدہ نہیں رہے، اور نہ یہ خدا کی مرضی ہے کہ وہ پوشیدہ رہیں
اب وقت نزدیک ہے، لہٰذا اس کتاب کا پڑھنا اور اس کی باتوں پر
عمل کرنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ مکاشفہ کی کتاب میں وہ باتیں درج ہیں
جن کا جلد ہونا ضروری ہے۔ یہ کتاب ان واقعات اور چیزوں سے متعلق
جو وقوع پذیر ہونے والی ہیں، یعنی وہ حالات موجودہ زمانہ پر دلالت کرتے
ہیں اور یہ وہ وقت ہے جس میں ہم مستقبل کے واقعات کے متعلق بہت
کچھ سیکھ سکتے ہیں لیکن اس کتاب کا بڑا مضمون موجودہ دور کے لیے
انجیلی دور جو پینتیکوست کے دن سے شروع ہوتا ہے۔ اور مسیح خداوند
کی دوسری آمد پر اس کے جلال کے ظہور پر اختتام پذیر ہوگا۔ پھر بھی اس
کتاب سے ہم موجودہ کلیسیائی حالات کے پیشِ نظر بہت گرانقدر اور اہم حقائق
سیکھ سکتے ہیں۔ موجودہ دَور میں قادرِ مطلق خدا ہم سے ہمکلام ہو رہا ہے
اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم سنجیدگی سے اس کے شنوا ہوں کہ وہ ہم سے کیا
کہنا چاہتا ہے۔

مکاشفہ کی کتاب کا طرزِ تحریر اور اندازِ خطابت کچھ اس قسم کا ہے، کہ

اُسے خط کا درجہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ خط ان سات کلیسیاؤں کے نام
ہے، جو رومی صوبہ ایشیا میں تھیں۔ یہ مقام ایشیائے کوچک کا ایک حصہ
تھا۔ افسس اس علاقے کا ایک بڑا کاروباری شہر تھا۔ وہ سات کلیسیائیں
جن کا اس خط میں ذکر ہے، ایک دوسرے کے قریب تھیں، اور افسس
کا شہر ان سب کے نزدیک تھا۔ ان ساتوں کلیسیاؤں کے متعلق تین
نظریے ہیں۔

۱۔ یہ پہلی صدی مسیحی کی کلیسیائیں تھیں جن کے درمیان یوحنا نے کام کیا۔
مقدس یوحنا رسول ہر ایک کلیسیا کی روحانی ضروریات سے پوری طرح
واقف تھا۔ اُسے ہر ایک کلیسیا کی فکر تھی اور یہ نظریہ حقیقت پر مبنی ہے۔

۲۔ ان سات کلیسیاؤں میں ہم سات ادوار یا زمانوں کو کلیسیائی زندگی
میں دیکھتے ہیں۔ یعنی کلیسیائی زندگی میں سات دور تھے جس میں کلیسیائی کردار
کی عکاسی ہوتی ہے۔

اس نظریہ میں کچھ اچھی باتیں بھی ہیں لیکن ہم اس نظریہ کو اس لیے
قبول نہیں کرتے کیونکہ اس میں بہت سی شدید مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے۔
اور پھر حقیقی کلیسیائی تواریخ کے سلسلہ میں اور اس دور کے کلیسیائی واقعات
میں مطابقت پیدا کر دی گئی ہے۔

۳۔ یہ سات کلیسیائیں عالمگیر کلیسیا کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہیں۔ اس
کا یہ مطلب ہے کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایسی کلیسیائیں ہوتی ہیں جن میں
بالکل وہی صفات اور خامیاں نظر آئیں گی، جو آسیہ کی ان کلیسیاؤں کا
خاصہ تھیں۔ اس قسم کی صفات اور خامیاں کسی خاص دور، یا کسی خاص خطۂ
زمین یا جغرافیائی حالات سے مختص نہیں ہوتیں، بلکہ ہر جگہ جہاں کلیسیا

معرض وجود میں آئی، وہاں اس قسم کی باتیں ظہور میں آنے لگیں۔ مکاشفہ کی کتاب میں سات کا عدد بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہ عدد صرف اسی کتاب تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ بائبل مقدس میں کئی مقامات میں یہ عدد ملتا ہے۔ یہودیوں کے نزدیک یہ عدد کاملیت کی علامت ہے اور جب سات کلیسیاؤں کا ذکر آتا ہے، تو اس سے کلیسیا جامع مراد ہے۔ راقم الحروف اس نظریے سے متفق ہے اور اگرچہ تواریخی طور پر یہ خط آسیہ کی ان سات کلیسیاؤں کے نام ہے، لیکن اپنی روحانی عالمگیری اور دائرہ اختیار کی رو سے یہ خط موجودہ دور کی پاکستانی کلیسیا کے نام بھی ہے۔

خط جو یوحنا رسول کی معرفت لکھا گیا

مکاشفہ ۱:۴-۷

مکاشفہ کی کتاب جسے ایک خط کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے، اس کی ابتدا کا انداز بھی بڑا سادا اور انوکھا ہے۔ اس میں ہم خدائے ثالوث کے تین اقانیم کو دیکھتے ہیں۔ قادرِ مطلق خدا باپ کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو ہے، جو تھا، جو آنے والا ہے، اسی نے یہ مکاشفہ دیا ہے۔ وہ ازل سے ابد تک ہے۔ وہ خالق اور مالک اور لاتبدیل اور واحد خدا ہے۔ اسی نے مختلف زمانوں میں اپنے آپ کو اپنے برگزیدہ نبیوں پر ظاہر کیا یعنی نوحؔ، ابرہامؔ، اضحاقؔ اور یعقوبؔ پر وہ ظاہر ہوا۔ اس نے داؤدؔ کو بلایا اور یسعیاہؔ نبی اور یرمیاہؔ نبی سے ہمکلام ہوا۔ اسی نے عہد جدید میں پولوسؔ اور یوحناؔ پر اپنا کلام ظاہر کیا، اور انہیں ایک خاص مقصد کے لیے تیار کیا۔ وہ خدا جو زمانہ قدیم سے اپنے لوگوں پر اپنے آپ کو ظاہر کرتا آیا ہے، وہی خدا ہمارا بھی خدا ہے۔

مکاشفہ کی یہ کتاب ان سات روحوں کی طرف سے بھی ہے، جو خدا کے تخت کے سامنے ہیں یعنی خدا پاک روح کو جس طرح ہم پرانے عہد نامہ میں دیکھتے ہیں اسی طرح سے اس کتاب میں اس کی واحد شخصیت نظر نہیں آتی ہے، بلکہ ہمیں کامل روح نظر آتا ہے۔ چونکہ وہ حکمت میں کامل ہے، لہذا اُسے سات روحیں کہا جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سات کا عدد

کاملیت کا عدد ہے۔ پھر اس واسطے کہ وُہ خود خدا کا کامل مکاشفہ اور اُسی کے ذریعے سے ہم خدُا کو دیکھ سکتے ہیں یعنی یسوع مسیح کی تین صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(عبرانیوں ۱:۱-۳ اور یوحنا ۱:۱۴-۱۸)

(۱) ہم اس کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لیے پہلے جو سچّا گواہ ہے، یہ اس کا پہلا بڑا کام ہے۔ کہ وہ خدُا کے بارے میں گواہی دے۔ (یوحنا ۱:۴-۵)۔

پھر لکھا ہے کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا ہے۔ (رومیوں ۱:۴)۔ یہ اس کی گواہی کی تصدیق ہے۔

اور اس کا اپنا دیا ہوا ثبوت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا سو سچ ہے (متی ۱۶:۱۴، متی ۲۶: ۵۹-۶۴)۔

وُہ دنیا کے بادشاہوں پر حاکم ہے۔ یہ اس کا آخری کام ہے، جو اس کتاب بلکہ پرانے عہد نامہ کا مضمون ہے۔ (متی ۲۵: ۲۱-۳۲، ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۲-۲۶، افسیوں ۱: ۲۰-۲۳)۔

۲۔ پھر ان تین صفات کے بعد ہم اس کو اُسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ اپنے آپ کو کلیسیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ "جیسی محبت رکھتا تھا آخر تک محبت رکھتا رہا"۔ کلیسیا کے ساتھ محبت اس کا پہلا رشتہ ہے۔ (یوحنا ۱۳: ۱، یوحنا ۴: ۸ اور افسیوں ۱: ۵-۶)۔

دوسری صفت یہ ہے کہ اس نے اپنے خوُن کے وسیلے سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی اور یہ اس کی محبت کا نتیجہ ہے۔ (افسیوں ۱: ۷)۔

اس کی تیسری صفت یوُں ظاہر ہوئی کہ اس نے ہمیں بادشاہی عطا فرمائی اور یہ لقب دیا کہ ہم شاہی کاہنوں کے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہانت کا منصب ایک قابلِ رشک عہدہ تھا۔ کاہنوں کی عزت و احترام تمام قوم پر فرض تھا۔ لیکن خداوند یسوع مسیح نے کلیسیا کے ہر فرد کو خدُا باپ کے لیے کاہن مقرر کر دیا، اور یہ نتیجہ تھا اس خلاصی اور نجات کا جس کی قیمت اس کا مقدس خوُن تھا۔

۳۔ آخرکار وہ آسمان کے بادلوں پر ظاہر ہوگا، اور اس کی شان و شوکت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ اس کی آمدِ ثانی ہے۔ جب ہر آنکھ اس کے جاہ و جلال کا نظارہ دیکھے گی۔ اس وقت اس دور کا آخر ہوگا، جو بنائے عالم سے لے کر اس وقت تک جاری تھا۔ ایک عالمگیر انقلاب کی لپیٹ میں ساری خدُائی آ جائے گی۔ یہ چاند اور ستارے بلکہ سارا نظام عالم تبدیل ہو جائے گا، اور یہ سب کچھ اسی کے وسیلہ سے ہوگا جس کے وسیلہ سے سب کچھ پیدا ہُوا۔ اس کی آمدِ ثانی پر یہ دھرتی اپنے لباسِ کہنہ کو اتار پھینکے گی، اور خدُا کا جلال ساری دُنیا پر چھا جائے گا۔ ذرّہ ذرّہ اس نورِ حقیقی کے جلوہ سے منوّر ہوگا۔ فضائے بسیط میں مسرّت و شادمانی کے نغمے روحانی اطمینان کا سیلاب پیدا کر دیں گے اور خدُائے ثالوث کے فضل اور رحمت کی بارش بہارِ جاوداں کا مژدہ سُنائے گی۔

لیکن فضل و اطمینان صرف ان لوگوں کا ہی حِصّہ ہے، جو پاک اور مقدّس رشتہ میں اس سے مُنسلک ہیں۔ اس کے مقدّسین اس بخشش کے حقدار ہیں۔

اس باب کی آٹھویں آیت میں خدُائے ثالوث کی کاملیت نظر آتی ہے۔

(۱) زمانہ کے لحاظ سے جو ہے، جو تھا اور جو آنے والا ہے۔

(۲) تصوّر کے لحاظ سے الفا اور اومیگا۔ تمام خیالات اور کلمات کی بدولت

وہ اوّل اور آخر ہے۔ الفا یونانی زبان کی ابجد کا حرف اوّل اور اومیگا حر
آخر ہے۔ الفا اور اومیگا کے حروف میں حکمت کو سمو دیا گیا ہے۔ یہ دونوں حرا
کتنے معنی آفرین اور حقیقت سے پُر ہیں۔

(۳) قدرت کے لحاظ سے وہ "قادرِ مطلق ہے۔ وہی تمام قدرت کا سرچش
ہے۔ وُہ قوی اور زور آور ہے۔ اُس کی عظمت وحشمت اور سربلندی کا ا
مکاشفہ ہے۔

مقدس یوحنا رسُول خُداوند یسوع مسیح کا شاگرد تھا اپنے ایمان اور مسی
زندگی کی بدولت وہ زیرِ عتاب تھا لیکن وہ ایماندار تھا۔ اُس نے اپنے
منجی خُداوند کی خاطر تمام مصائب کو بخوشی برداشت کرنا پسند کیا۔ اُس
نے مصیبتوں اور دکھوں کا تلخ جام نوش کیا اور اُف تک نہ کی۔ ان تمام مصائب
میں اُس نے ایک رویا دیکھی، تاکہ کلیسیا کو بھی معلوم ہو کہ ہمارا خُداوند کیسا
ہے اور اس کا نام کتنا عظیم وجلیل ہے۔

(۱) یہ رویا دماغ کا وہمہ نہیں اور نہ ہی کسی چالاک انسان کے تصورات کا
کرشمہ ہے۔ وُہی یوحنا رسول جس نے اپنی آنکھوں سے اپنے خُداوند کو دیکھا تھا
کہتا ہے کہ میں نے آدم زاد سا ایک شخص دیکھا۔ یہ خُداوند ہے جس کے ہاتھ
میں ہم ہیں اور جس کی کاریگری کا ہم شکار ہیں۔ وہ ہم سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے۔
رویا میں اُس کا نظر آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کی انسانیت ہے (یوحنا ۵: ۲۷
اور عبرانیوں ۲: ۱۷-۱۸)۔

"پس اُس کو سب باتوں میں اپنے بھائیوں کی مانند بننا لازم ہُوا تاکہ اُمت
کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لیے ان باتوں سے جو خُدا سے علاقہ رکھتی ہیں
ایک رحم دل اور دیانتدار سردار کاہن بنے۔"

(۲) رویا میں اُس کا جامہ یا پوشاک نظر آتی ہے۔ اس کی پوشاک ظاہر کرتی
ہے کہ اس کا عہدہ کیا ہے۔ وہ کہانت کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ وہ کاہن بھی ہے
اور بادشاہ بھی۔ یہ جامہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ دو طرح کے کام سرانجام دے رہا ہے۔
وُہ منصف بھی ہے۔
یوحنا ۵: ۲۷ میں لکھا ہے کہ اُسے عدالت کرنے کا بھی اختیار ہے، اس لیے
کہ وہ آدم زاد ہے۔
اُسے کلیسیاؤں میں چلتا ہُوا دکھایا گیا ہے۔ جی کیمبل مارگن
(G. CAMPBELL MORGAN)[1] کے خیال میں اُس کی پوشاک سے یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ ابنِ آدم منصف ہے۔ وہ کلیسیاؤں کے درمیان ہے، اور انصاف
کرنے کا اُسے اختیار ہے۔ لیکن وہ کمال محبت اور ایمانداری سے عدالت کر رہا
ہے۔ عظمت اور بزرگی اُس کی صفات ہیں۔ وہ نجات دینے کو تیار ہے، لیکن
وُہ ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ (زبور ۲: ۹، ۱۲)

(۳) رویا میں اُس کا سر اور بال سفید نظر آتے ہیں۔ ہر ایک چیز اون بلکہ برف
کی مانند سفید ہے۔ برف کی مانند سفید ہونا پاکیزگی اور ابدیت کو ظاہر کرتی ہے
اس کی پاکیزگی "تا ابد رہے گی۔ اس کی آنکھوں کو دیکھئے کہ وہ آگ کے شعلے کی مانند
ہیں۔ یہ آنکھیں ظاہر و پنہاں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ سات پردوں میں چھپی ہوئی
چیزیں بھی اُس کو بالکل صاف صاف نظر آتی ہیں۔ اُس کے پاؤں خالص پیتل

---

[1] G. Campbell Morgan, The Letters of our Lord, London, Pickering + Inglis Ltd. p. 14.

کے تھے ۔ جو بھٹی میں تپایا گیا ہو ۔ پاؤں سے مراد کام یا اعمال ہیں ۔ دل
میں چلتا ہے ۔ اُسے ہر جگہ جانے کا اختیار ہے اور کوئی چیز نہ تو اُسے ادھر
جانے سے منع کر سکتی ہے اور نہ اس کا راستہ روک سکتی ہے ۔ کلیسیاؤں میں
باتیں بھی ہیں اور بُری باتیں بھی ۔ بُری باتوں کا اُس پر کچھ اثر نہیں ہوتا ۔
سراپا پاک ہے ۔ گناہ کی کیا مجال جو اُس ذاتِ والا صفات کے قریب آ
کلیسیا کے وہ افراد جو گناہ آلودہ زندگی بسر کر رہے ہیں ، اُسے چھو نہیں سکتے
نور اور تاریکی میں کوئی نسبت نہیں ۔

(۴) اُس کی آواز کو " زور کے پانی کی سی " کہا گیا ہے ۔ یہ تشبیہ اپنی نو
میں کتنی جامع ، حسین اور منفرد ہے ۔ آبشار کی موسیقی بڑی رسیلی ہوتی ہے
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لاہوتی موسیقار کانوں میں امرت رس گھول رہا ہے
کائنات پر ایک وجد سا طاری ہوتا ہے ۔ سرور و کیف کا یہ عالم نغمۂ المثا
ہوتا ہے ۔ روح محویت کے عالم میں بلندیوں پر پرواز کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے
پانی کی موسیقی میں حسن دلفریب کا جادو نغمہ ریز ہوتا ہے ۔ امریکہ میں نیا گ
کی مشہور آبشار سیاحوں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہے ۔ شام کی ہلکی ہلکی شفق جب
آبشار پر پھیلتی ہے تو قوسِ قزح کے تمام رنگ جلوہ آرا نظر آتے ہیں کو
سے گرتے ہوئے آبشار کی نغمگی میں بلا کی موسیقی ہوتی ہے ۔ بلندیوں سے گر
ہوئے پانی کی آواز کا شور میلوں تک سنائی دیتا ہے اور نغموں اور شور کا حسین
و جمیل امتزاج چشمِ بینا کے لیے قدرت کا ایک شاہکار بن جاتا ہے ۔
جن خوش قسمت انسانوں نے اس آبشار کو دیکھا ہے وہ اس کی خوبیوں
کے معترف ہیں ۔ خُدا وند کی آواز کو بھی پانی کے گرنے کی آواز کہا گیا ہے ۔
خُدا وند کی آواز شیریں اور دلکش ہے ۔

عبرانیوں ۱:۱ میں مرقوم ہے کہ " اگلے زمانہ میں خُدا نے طرح بہ طرح اور حصہ
بہ حصہ باپ دادا سے نبیوں کی معرفت کلام کیا ، لیکن آخری زمانہ میں اپنے بیٹے
کی معرفت ہمکلام ہُوا " ۔ اب وہ کلمۂ مجسم جو اُس آخری زمانہ میں اپنے بیٹے کی
معرفت ہمکلام ہُوا ۔ ہر ایک دل کو کچھ نہ کچھ کہنے کو ہے ۔ ہر ایک کے لیے روحانی
خوراک موجود ہے ۔

اور یہ ابدی کلام مکاشفہ کی کتاب میں جلوہ آرا ہے ۔ اُس کے داہنے ہاتھ
میں سات ستارے تھے ۔ اُس کے منہ میں سے ایک دو دھاری تلوار نکلتی تھی ۔
خادمانِ کلیسیا جو شب و روز کلیسیا کی بہتری و بہبودی کے لیے کوشش کرتے
رہتے ہیں وہ اس کے ہاتھ کی حفاظت میں ہیں ۔ دُنیا کی کوئی آفت انہیں کسی قسم
کا نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ وہ کلام جو اُس کے منہ کا کلام ہے پرکھنے والا
کلام ہے (عبرانیوں ۴ : ۱۲-۱۳) ۔

اب ذرا اس کے چہرے کی تابانی ملاحظہ فرمائیے ۔ یہ چہرہ نور کا ایسا منبع
ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں روشن ہے ، بلکہ اس کی روشنی چار دانگ عالم
میں پھیلی ہوئی ہے ۔ لکھا ہے کہ اس کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسے تیزی کے
وقت آفتاب ۔

خورشید جہاں تاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اور اُس کی نورانی
کرنیں پوری آب و تاب سے نور برساتی ہیں تو اس روشنی میں نگاہیں خیرہ
ہو جاتی ہیں ۔ اس کے جلال کو کتنے حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ آفتاب
کی روشنی کی تشبیہ واقعی نادر ہے ۔ بائبل مقدس میں خُدا کے کئی ایک
برگزیدوں کا ذکر ہے ، جنہوں نے خُدا وند کو رویا میں دیکھا ۔ مثلاً یسعیاہ ۶ : ۱-۴
و حزقی ایل ۱ : ۱ تا آخری آیت اور دانی ایل نبی کی کتاب کے آٹھویں باب میں خُدا

کی رویا کا بیان ہے۔ خُدا کے جلال کی یہ رویائیں دیکھنے والے اپنے تجر
کو دوسرے ہم جنس انسانوں پر ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے خود اس
تجربہ کیا ہوتا ہے۔

اور جب یوحنا رسُول نے خدا کے جلال کی رویا دیکھی تو وہ اس کی تا
نہ لاسکا اور خدا وند کے سامنے "مُردہ سا گر پڑا"۔ کیا ہم نے بھی اس تج
تجربہ کیا ہے؟ وہ شاہی کاہن جو آج سے دو ہزار سال پیشتر اپنے برگزید
پر اپنے آپ کو ظاہر کیا کرتا تھا۔ آج بھی کلیسیا میں حاضر و ناظر ہے۔ لیک
صرف چشم بینا ہی اس کو دیکھ سکتی ہے۔ اس کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ کیا
نے اُسے دیکھا اور اس شاہی کاہن پر غور کیا ہے؟ اگر آپ نے اس شا
کاہن کے جلال کو دیکھا ہے، تو کیا آپ ادب سے اس کے سامنے سجدہ
ہوئے ہیں؟ اور کیا ہم نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دے کر یہ کہا ہے کہ "اے میر
خدا وند! اے میرے خدا تو میرا بادشاہ ہو"۔

اگر ہم اس کے حضور سرنگوں ہوں اور صرف اسے ہی اپنا معبود مانیں تو ہمیں
تسلی کا جواب ملے گا۔ خدا وند خدا ہمیں یوں جواب دے گا۔

"خوف نہ کر۔ حقیقی ایماندار کے لیے خوف کا امکان نہیں"۔ (۱۔یوحنا ۴:

اُس نے اپنی زبان سے فرمایا "میں اوّل اور آخر ہوں"۔ وہ ازل سے ابد
تک زندہ رہتا ہے۔ ہمیں اپنے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ
فرماتا ہے کہ "میں مر گیا تھا اور دیکھ ابدالآباد زندہ رہوں گا"۔ میرے دشمنوں
نے میرے خلاف صف آرائی کی۔ مجھے طرح طرح کے عذاب میں ڈالا لیکن آخر
کار حق جیتا، باطل ہار گیا۔ "موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں"
سب کچھ اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے وہی ہمارا بادشاہ ہے۔ وہی قدرت

اور جلال والا ہے۔ آؤ ہم بھی اُس کے حضور سجدہ کریں اور اُسے اپنا بادشاہ
اور خداوند مان لیں۔ اسی بادشاہ نے قبر اور موت پر فتح حاصل کر کے یہ فرمایا
کہ "آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے"۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم
اپنے آپ کو اُس کے ہاتھوں میں سونپ دیں۔ ہم اس کے قبضہ و اختیار میں ہوں۔
جلال کے اس بادشاہ کو دیکھنا اور اُس کے تسلی بخش پیغام کو سننا ہی زندگی کا
سب سے بڑا مقصد ہے۔

ہم نے ابھی تک اس بات کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ بادشاہ
جس کا مکاشفہ کی کتاب میں ذکر ہے، کس جگہ جلوہ فگن ہے۔ مقدس یوحنا
رسول نے اپنی رویا میں سات چراغدان دیکھے اور ان چراغدانوں کے درمیان
ایک آدم زاد سا شخص دیکھا۔ اُس آدم زاد کے متعلق اس نے یہ بھی دیکھا
ہے کہ اس کے ہاتھ میں سات ستارے تھے۔ یوحنا رسول حیران و ششدر
اس رویا کو دیکھتا تھا، لیکن بادشاہ نے از خود اُسے چراغدانوں اور ستاروں
کے بھید سے آگاہ کیا کہ وہ سات چراغدان سات کلیسیائیں ہیں اور سات
ستارے ان کلیسیاؤں کے فرشتے ہیں۔ مسیحی علمائے کرام ان سات فرشتوں کے
متعلق مختلف نظریے پیش کرتے ہیں۔ آئیے ذرا ان پر بھی غور کریں۔

(۱) یہ سات آسمانی فرشتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی کلیسیا
کو محفوظ رکھیں۔

(۲) یہ فرشتے کلیسیا کے پاسبان ہیں۔

(۳) فرشتہ سے مراد خود کلیسیا یا کلیسیا کا اثر ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ دوسرا اور تیسرا نظریہ زیادہ معقول اور حقیقت
پر مبنی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب میں جو بادشاہ کا ذکر آیا ہے، وہ کلیسیاؤں

اور خادمانِ کلیسیا کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے ک
اس کے دستِ شفقت میں کلیسیائیں مامون و محفوظ ہیں۔ سماوی اور ارضی بلائ
نہ تو کلیسیا کی وحدت کو پارہ پارہ کرسکتی ہیں اور نہ ہی اس کے ایمان کو متزلز
کرسکتی ہیں، بلکہ یہ کلیسیائیں اپنی منزل کی طرف ہر دم رواں دواں ہیں۔ خاد
کلیسیا جو کلیسیا کے بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو کر خدمت کے لیے مقدس ک
جاتے ہیں، وہ اس کی مرضی بجا لاتے ہیں۔ ان کا اختیار اپنا اختیار نہیں ہ
بلکہ وہ بادشاہ کے فرمانبردار اور نمائندے ہوتے ہیں۔ وہ کمال دیانتدا
سے اُس کے احکام کی بجاآوری کرتے ہیں، کیونکہ وہ بادشاہ کے سا
جوابدہ ہیں۔

چراغدان وہ جگہ ہے جہاں چراغ رکھا جاتا ہے۔ چراغ اندھیرے م
اجالا کرتا ہے۔ دُنیا گناہ کی وجہ سے ظلمت کدہ ہے اور کلیسیا کے ذمّہ یہ
خدمت ہے کہ وُہ خُدائے نور سے روشنی حاصل کرے اور اُس ظلمت کدہ
کو بُقعۂ نور بنادے۔ لیکن کلیسیا کی یہ روشنی اپنی روشنی نہیں ہے، بلکہ نور
کے سرچشمہ و آفتابِ عالم خُدا وند یسوؔع مسیح سے وہ اپنی روشنی لیتی ہے۔
مکاشفہ کی کتاب میں ذکر آیا ہے کہ "اس کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسے تیزی
کے وقت آفتاب"۔

یوحنّا رسُول کی انجیل میں خُداوند یسوؔع مسیح نے فرمایا "دُنیا کا نور میں
ہُوں۔ جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا، بلکہ زندگی کا نُور
پائے گا۔" (یوحنّا ۸: ۱۲)۔

مقدّس متّی رسول کی انجیل میں خُداوند یسوؔع مسیح نے فرمایا "تم دُنیا کے
نورُ ہو۔ جو شہر پہاڑ پر بسا ہُوا ہے، وہ چھپ نہیں سکتا اور چراغ جلا کر

پیمانے کے نیچے نہیں۔ بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں، تو اس سے گھر کے سب
لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے
تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے
تمجید کریں" (متّی ۵: ۱۴-۱۶)۔

کلیسیا کی یہ ایک اہم ذمّہ داری ہے کہ وہ تاریک دُنیا کو روشن کردے۔
تاکہ دنیا کے لوگ بھی خُدا کی تمجید کریں۔ سات چراغدانوں کا ذکر آیا ہے۔
سات کاملیّت کا عدد ہے اور اس سے مراد روئے زمین کی تمام کلیسیائیں
ہیں۔ اگر کلیسیا منوّر نہ ہو اور وہ اپنی روشنی سے زمانے کی تاریکی کو دور
نہ کرے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام ہے۔ صرف وہی کلیسیا مقبول ہے، جو
دوسروں تک روشنی پہنچاتی ہے، اور یہی کلیسیا کا فرض منصبی ہے۔

مقدّس یوحنّا رسول نے اپنی رویا میں بادشاہ کو چراغدانوں کے درمیان
دیکھا۔ یہی اس بادشاہ کی اصلی جگہ ہے۔ اگرچہ وہ عرشِ بریں کی بلندیوں
پر تخت نشین ہے، لیکن وہ کلیسیا سے دور نہیں۔ وہ بالکل نزدیک ہے۔
بلکہ وہ تو کلیسیا میں ہی رہتا ہے۔ اُسے ہر ایک کلیسیا کا حال معلوم ہے،
اور اس کی آنکھیں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ وہ کلیسیاؤں کی روحانی ضروریات
سے آگاہ ہے۔

اس بادشاہ نے ہر ایک کلیسیا کو دیکھا اور اُس کے اندرونی حالات کا جائزہ
لے کر اُسے خط لکھا۔ ان ساتوں کلیسیاؤں کے نام علیحدہ علیحدہ پیغام ہے۔ اس خط
کا بھیجنے والا وہی بادشاہ ہے، جسے مقدّس یوحنّا رسول نے اپنی رویا میں دیکھا
تھا۔ اگر ہم بنظر غور کلیسیا کے مفہوم پر سوچ بچار کریں تو ہر ایک مسیحی خاندان
ایک کلیسیا ہے۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ جس طرح

ان کلیسیاؤں کے نام خط کی صورت میں پیغام بھیجا گیا، اسی طرح اس پیغام کا اطلاق ہم پر بھی ہوتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا خاندان بھی ... ہے۔ اب ہر ایک کلیسیا کے نام خط کی چند ایک خصوصیات ہیں۔

(۱) اس خط کے بھیجنے والے کی خاص صفات کا ذکر ہے۔

(۲) خط کے فرستندہ کے موزوں القاب کا ذکر ہے اور کلیسیا کی چیدہ چیدہ باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) کلیسیا کی عام روحانی حالت کا جائزہ لے کر اسے سرزنش کی گئی ہے۔

(۴) فتویٰ۔

(۵) کلیسیا کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

اب آئیے ان ساتوں خطوط پر غور کریں جو خداوند یسوع مسیح نے یوحنا رسول کی معرفت ان سات کلیسیاؤں کو بھجوائے۔

باب ۲

اِفسس کی کلیسیا کے نام خط

۲ : ۱ - ۷

اِفسس کا شہر تجارتی مرکز تھا۔ آسیہ کا یہ تاریخی شہر اپنی دولت اور شان و شوکت کے لحاظ سے بڑا ہی مشہور تھا۔ اِفسس کی مشہور دیوی ارتمس کا رو پہلا مندر قابلِ دید چیز تھی۔ سناروں نے اس دیوی کے چھوٹے چھوٹے روپہلے مندر بنا کر خوب نفع کمایا اور ان کی تجارت خوب چمکی۔ لیکن پولس رسول نے اپنے دوسرے مشنری سفر میں پرسکلہ اور اکولہ کو افسس میں رہنے دیا، تاکہ یہ دونوں اس شہر میں کلام حق کی گواہی دیں۔ پھر اپلوس نام ایک یہودی اس شہر میں آیا۔ وہ کتاب مقدس کا ماہر اور خوش تقریر تھا۔ یہ شخص خداوند یسوع مسیح کی صحیح تعلیم دیتا تھا، لیکن وہ صرف یوحنا ہی کے بپتسمہ سے واقف تھا پر سکلہ اور اکولہ نے اُسے خداوند یسوع مسیح کی تعلیم دی اور اس طرح اُس سے شہر میں کلیسیا کی بنیاد پڑی۔ (اعمال ۱۸ - ۱۹ ابواب)۔

اِس کے بعد پولوس رسول خود اس شہر میں آیا، اور اُس نے خداوند یسوع مسیح کی منادی کی، اور پورے تین سال تک اس نے بڑی دلیری سے خدا کا کلام سنایا، اور ایسا ہُوا کہ اُس کی منادی سے آسیہ کے رہنے

والوں، کیا یہودی، کیا یُونانی سب نے خدا کا کلام سُنا۔ (اعمال ۱۹:
افسُس کے شہر میں جادوگروں کی چاندی تھی۔ ان کا کاروبار بڑا
بخش تھا، اور لوگوں کی نگاہوں میں ان کی بڑی عزت تھی۔ لیکن پولُس
نے جب خداوند یسوع مسیح کی منادی کی تو ان جادوگروں پر حقیقت کُھ
نے قائل ہوکر اپنی جادوگری کی بے حد قیمتی کتابوں کو نذرِ آتش کر دیا
۱۹ : ۱۹)۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں یوحنا رسول نے بھی اس شہر خدا
کی منادی کی۔ ممکن ہے کہ بڑی مدت تک وہ اس شہر میں بشپ رہا ہو۔
سرگرمی سے کلام سُنایا کرتا تھا۔ رُومی سرکار نے یُوحنا رسول کو پتمس
میں قید کر دیا۔ وہ اُس ٹاپو میں ہر طرح کی سختیاں برداشت کرتا رہا۔
میں افسُس کی کلیسیا کو واشگاف الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ اس نے
سی محبت چھوڑ دی ہے۔ وہ جس نے کلیسیا کو یہ فرمایا کہ اس نے پہلی
محبت چھوڑ دی ہے کون ہے؟ یہ وہی ہے جو:۔

(۱) اپنے داہنے ہاتھ میں سات ستارے لیے ہوئے ہے اور سونے کے
چراغدانوں میں پھرتا ہے۔ (مکاشفہ ۱: ۱۳-۱۶)۔

اس خط میں مخاطب ہونے والا وہی ہے جو کلیسیا کے خادموں کو
ہے۔ وہ خادم اُسی نے مقرر کیے ہیں اور اُسی نے حکم دیا ہے کہ وہ بشا
کی خدمت سرانجام دیں۔ ان پر صرف اُسی کا اختیار ہے۔ خادمانِ کلیسیا
چونکہ اسی نے مقرر فرمایا ہے، لہذا خدام الدین اس کے سامنے جوابدہ ہی
بشارت کی خدمت سرانجام دینا اور کلیسیاؤں کی نگہبانی انہی کا فرض ہے
خادمانِ کلیسیا کو چونکہ اس نے مقرر کیا ہے، اس لیے اس کا کام بڑی ذمہ

اور اس کی حالت
کیونکہ وہ جو کلیسیا میں چلتا ہے
ے سرانجام دینا چاہیئے۔ سب کچھ اُسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔
ے بخوبی واقف ہے۔ اس نے افسُس کی کلیسیا کے کام کی تعریف
(۲) وہ جو کلیسیاؤں میں پھرتا ہے
بھی کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کلیسیا بڑی خوبیوں کی مالک تھی۔
اس میں کئی گُن تھے۔ اس کلیسیا کے متعلق یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے! "میں تیرے کام
"اور تیری مشقت اور تیرا صبر تو جانتا ہوں"۔
صحیح تعلیم کی خاطر یہ کلیسیا بڑی محنت کرتی تھی۔ اس کلیسیا میں بڑا ہی جوش
تھا۔ وہ خداوند یسوع مسیح کی محبت کے نشے میں سرشار کلیسیا تھی۔ اس کلیسیا کا
انتظام نہایت عمدہ اور قابلِ ستائش تھا، اور اتحاد اور یگانگت کی نعمت سے
مالا مال تھی۔ لہذا دوسری کلیسیائیں اس کے نمونہ پر عمل کر کے اُس کی خوبیوں کو اپنا
سکتی تھیں۔

(۳) لیکن اس کلیسیا میں خامیاں بھی تھیں۔ اس کا کردار ایسا خوبصورت پھول
تھا جس کی نرم و نازک پنکھڑیوں کے نیچے کانٹے بھی تھے۔ اس کلیسیا کو کہا گیا
ہے کہ اُس نے اپنی "پہلی سی محبت چھوڑ دی ہے"۔ کسی زمانے میں اس کلیسیا
کی محبت قابلِ صد ستائش تھی۔ لیکن اب وہ محبت قصۂ پارینہ بن چکی ہے۔
اب یہ محبت بھی تشریح طلب ہے۔ کیا یہ کلیسیا کی وہ محبت ہے جو ایک
دوسرے سے ہے یا یہ کلیسیا کی وہ محبت ہے جو کلیسیا کی خداوند یسوع مسیح
کے ساتھ ہے، یا اس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔ بنی نوع انسان کے
ساتھ جب ہماری محبت سرد پڑ جاتی ہے اور ہمارے دلوں میں اپنے بھائیوں
کے لیے کوئی پیار نہیں ہوتا تو ہم خداوند یسوع مسیح کو بھی پیار نہیں کرتے۔
افسُس کی کلیسیا کی سردمہری کا جائزہ لے کر اُسے کہا گیا ہے کہ اس کی محبت

دل کی گہرائیوں سے نہیں نکلی، بلکہ سب کچھ دکھاوا ہے۔ اور اگر یہ کلیسیا
کر بھی رہی ہے، تو وہ اپنے فرائض کو ایک بوجھ سمجھ کر ادا کر رہی ہے
اور خوشی کا اس فرض کی ادائیگی میں شائبہ تک بھی نہیں۔ یہ کلیسیا مو
کرہاً اپنی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ موجودہ کلیسیا کا بھی یہی حال
جس طرف دیکھئے تصنع اور بناوٹ ہے۔ نہ وہ خلوص ہے اور نہ وہ خدمت
تڑپ۔ ہم مجبوراً سب کچھ کر رہے ہیں۔ مثلاً خیال فرمائیے کہ کلیسیا
کے مختلف فرقوں کے ذمہ کچھ کام ہے۔ بشارتی طبی اور تعلیمی خدمات
دینے کے لیے روپے کی ضرورت ہے۔ جب روپے کی اپیل اس کام کو
کے لیے لوگوں یا کلیسیا کے سامنے کی جاتی ہے، تو کلیسیا ان تمام
گوشنتی ہے اور ان کے مفہوم سے بھی آگاہ ہے اور ان اپیلوں پر لبیک بھی کہتی
سب کچھ مجبوراً کیا جا رہا ہے۔ کنگال بیوہ کا سا نہ جذبہ ہے اور نہ ہی خلوص۔ لیکن کلا
میں مرقوم ہے کہ خدا خوشی سے دینے والے کو پیار کرتا ہے۔ خوشی اور
گزاری سے دیا ہوا پیسہ اس کی نگاہوں میں مقبول ہے، اور خوشی سے دینے
کو کبھی کمی نہیں ہوتی۔

افسس کی کلیسیا کو خداوند مسیح نے فرمایا کہ تیرے دل میں نہ تو میرے
لئے محبت ہے اور نہ میرے لوگوں کے لیے تیرا دل حقیقی محبت
سے یکسر خالی ہے۔ محبت کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ متی ۲۲:۲۶
مطالعہ کیجئے۔ محبت شریعت کا خلاصہ ہے۔ اور یوحنا ۱۳:۳۴-۳۵ میں
کو خداوند یسوع مسیح کا شاگرد ہونے کا نشان کہا گیا ہے خداوند یسوع
نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں محبت نہیں تو تم میرے شاگرد نہیں ہو سکتے۔
پہلے کرنتھیوں کے تیرھویں باب میں محبت کے متعلق اعلیٰ درس

پھر خداوند کا فتوے ملاحظہ فرمائیے۔ وہ فرماتا ہے "پس خیال کر کہ تو کہاں
سے گرا ہے۔ اور توبہ کر کے پہلے کی طرح کام کر اور اگر تو توبہ نہ کرے گا
تو میں تیرے پاس آکر تیرے چراغدان کو اس کی جگہ سے ہٹا دوں گا" اس
کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلیسیا مٹ جائے گی۔ اس پر کلیسیا کا اطلاق نہیں ہوگا۔
وہ خداوند یسوع مسیح کی دلہن نہیں کہلائے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتوے
ذرے سخت ہے، لیکن خودکردہ را علاج نیست۔ وہ کلیسیائیں جو سرگرم
عمل نہیں رہتیں اور محبت کو چھوڑ دیتی ہیں اور از خود مسیحی روش سے دور ہو
جاتی ہیں، ان میں اور غیر اقوام میں کوئی فرق نہیں رہتا اور مسیحی کلیسیا کی تواریخ
میں ایسا ہوا بھی ہے کہ چراغدانوں کو ان کی اصلی جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے مثلاً
شمالی افریقہ کی کلیسیا صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہے۔ اس کلیسیا نے مسیحی زندگی
سے گریز کیا اور مسیحی محبت کو ترک کر دیا لہذا وہ قائم نہ رہ سکی۔ تواریخ کلیسیا
اس امر کی شاہد ہے، کہ پہلی پانچ صدیوں میں یہ کلیسیا اپنی مسیحی زندگی کی
بدولت مشہور زمانہ تھی۔ اس کلیسیا میں بڑے بزرگان دین پیدا ہوئے،
جنہوں نے مسیحی کلیسیا میں زندگی کی نئی روح پھونک دی، اور ان کی زندگیاں
دوسری کلیسیاؤں کے لیے مشعل راہ تھیں۔ ان بزرگان دین میں ترتولین
(TERTULLIAN) سپرین (CYPRIAN) اور آگسٹین (AUGUSTINE)
بڑے ہی مشہور تھے۔ شمالی افریقہ کی کلیسیا میں ان مسیحی بزرگوں نے بڑا کام
کیا، لیکن مقام افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ یہ کلیسیا ختم ہو گئی۔ اس کا انجام
کتنا عبرتناک ہے۔ عرب کے ریگستان سے جب اسلامی حملوں کا آغاز ہوا،
تو یہ کلیسیا اس سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکی، اور وہ چراغ جو پوری پانچ صدیوں
سے روشن تھا، ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ مسیحی تاریخ کا یہ بڑا ہی المناک

حادثہ ہے۔

اگر دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند میں ابتدائی صدیوں میں بڑی شاندار کلیسیائیں تھیں۔ شمالی اور جنوبی ہندوستان کی کلیسیائیں زندہ تھیں۔ اور ان کی روحانی زندگی قابل تقلید تھی۔ ان کلیسیاؤں کو مشرقی کلیسیائیں کہا جاتا تھا۔ لیکن ان کلیسیاؤں کا کیا حشر ہوا، حملہ آوروں نے ان کلیسیاؤں کا نام و نشان مٹا دیا۔ بیرونی ممالک کے حملہ آور جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو انہوں نے مسیحیت کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آخرش کلیسیا ان کی ستم رانیوں کی تاب نہ لاسکی اور اس نے سسک سسک کر دم توڑ دیا۔

اِفسس کی کلیسیا کے لیے جو فتویٰ صادر ہوا، اس کی جھلک ہندوستان میں بھی نظر آتی ہے۔ یہ سزا بڑی ہولناک اور سخت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مطلود اور بے کار کلیسیائیں اپنی موت آپ مرجاتی ہیں۔ انصاف سے کون بچ سکتا ہے۔

اگر محبت میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع ہو جائے تو ہماری نگاہوں میں اکثر اوقات یہ ایک معمولی نوعیت کا فعل ہوتا ہے اور اُسے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ لیکن خُداوند یسوع مسیح کے نزدیک محبت سب کچھ ہے اور محبت میں کسی قسم کی کمی آجانا بہت بڑی بات ہے، اور محبت میں اس کمی کی بدولت کلیسیا تباہی کی اندھیری کھڈ میں گر جاتی ہے۔ پاکستانی کلیسیا بھی اسی مرض میں گرفتار ہے۔ محبت کی کمی ہی نہیں بلکہ فقدان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خون سفید ہو چکے ہیں۔ اور اس قسم کی صورت حالات کا منطقی نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے! اور جب یہ خطرہ موجود ہے اور مرض کی تشخیص ہو چکی ہے تو کیوں نہ اپنی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

لیکن ان تمام ہولناک باتوں کے ساتھ ہی خدا کا وعدہ بھی ہے کہ جس کے کان ہوں وہ سُنے کہ رُوح کلیسیاؤں سے کیا کہتا ہے۔ آج بھی روح کلیسیاؤں سے ہمکلام ہے، اور صرف وہی کلیسیائیں یا شرکائے کلیسیا اس کی آواز کو سن سکتے ہیں جو گوش بر آواز ہوں۔ ہر زمانہ میں رُوح کی آواز آتی ہے۔ پاکستانی کلیسیا کا فرض ہے کہ وہ بھی اس آواز کو سُنے۔ کیونکہ خُداوند یسوع مسیح نے فرمایا ہے کہ جو غالب آئے "میں اُسے زندگی کے اس درخت کا پھل جو خدا کے فردوس میں ہے کھانے کو دوں گا۔" وہ ہمیں حقیقی زندگی یعنی اپنے ساتھ شراکت میں شامل کرے گا۔ صرف وہی لوگ اس حقیقی زندگی میں شریک ہو سکتے ہیں، جن کا ظاہر اور باطن صاف ہے اور جن کے قول اور فعل میں تضاد نہیں۔ جو دل سے اُسے پیار کرتے اور اس کے ہیں۔ ایسے ایماندار زندگی کے پھل کے حقدار ہیں اور وہ ابدالآباد تک مسکنوں میں اس کے ساتھ رہیں گے۔

---

(۲) سمرنہ کی کلیسیا کے نام خط

۲: ۸-۱۱

سمرنہ قدیم زمانے کا ایک مشہور شہر تھا۔ یہ شہر حادثاتِ زمانہ کا شکار ہوا اور اس کی ساری عظمت و شوکت پیوندِ زمین ہو گئی اور تین صدیوں تک کھنڈرات کے ڈھیروں میں خوابیدہ رہی۔

اس سرزمین کے بہادر سپوت سکندر اعظم نے ساری دنیا کو فتح کرنے کی ٹھانی۔ وہ سرکش سرداروں اور راجاؤں کو اپنا باجگزار بنانا چاہتا تھا۔ اس یونانی شہزادے نے ازسرِنو کھنڈرات کے اس شہر کو آباد کیا، اور اس کی وہ شہرت اور شان جو تین صدیوں سے زمین بوس ہو چکی تھی، اب اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے تاجر اور بہادر جوان اس شہر کے وقار کو بلند کرنے لگے، اور یہ شہر ایک دولت مند شہر بن گیا۔

دوسری مسیحی صدی میں یہ شہر جو اپنی مسیحی زندگی کی وجہ سے کلیسیا کے لیے فخر کا باعث تھا، زیرِ عتاب آیا۔ رُومی شہنشاہوں نے کلیسیا کے بزرگوں پر دستِ ستم دراز کیا اور ایذارسانی کا دور شروع ہُوا، اور یہ سب کچھ یہودیوں کی شہ پہ ہُوا۔ انہوں نے رُومی حاکموں سے مل کر ایک سازش کی اور کلیسیا کو تنگ کرنے کا منصوبہ تیار ہُوا۔ سمرنہ کی کلیسیا کا محترم بشپ پولی کارپ (POLY CARP) شہید ہُوا۔ سمرنہ کی کلیسیا پر افتاد پڑی اور وہ سخت مصیبت میں گرفتار رہی۔ چنانچہ اس کے سامنے اس خط کے بولنے والے کو

دیکھیے۔ "جو اول اور آخر ہے، جو مر گیا تھا اور زندہ ہُوا"۔ اس کلیسیا کو یاد دلایا جاتا ہے کہ مسیح مر گیا تھا لیکن اس نے موت پر فتح حاصل کی۔ اور چونکہ اس کی قیامت ظفریاب ہے لہٰذا اب ہارے ہوئے دشمن یعنی موت سے خوف کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ موت ایک شکست خوردہ دشمن ہے۔ جس طرح خداوند یسوع مسیح کی توہین و تذلیل ہوئی اور اس نے سب کچھ برداشت کیا اور آخرکار فتح حاصل کی۔ اسی طرح سے کلیسیا نے بھی ذلت اور رسوائی کے تلخ جام کو نوش کیا اور خداوند یسوع مسیح کی طرح یہ کلیسیا بھی فتح کا تاج حاصل کرے گی۔

اس خط کا پیغام قابلِ غور ہے۔ خداوند اس کلیسیا کے تمام حالات سے باخبر ہے۔ پے در پے مصائب کی وجہ سے مالی اور روحانی طور پر یہ کلیسیا غریب تھی۔ خداوند نے اس کلیسیا کو یہ کہا ہے کہ وہ ہے تو غریب لیکن دولت مند ہے۔ اس کلیسیا کے دشمن اس کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ لیکن تمام مصائب میں خداوند اس کے ساتھ ہے۔ اس کلیسیا کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے کہ اُسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی، لیکن اگر یہ کلیسیا قائم رہے گی تو اُسے زندگی کا تاج ملے گا۔ مکاشفہ کی کتاب کے الفاظ یوں ہیں "جان دینے تک بھی وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا۔"

اس کلیسیا کو موت سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سمرنہ کی کلیسیا اس لحاظ سے بڑی محترم اور عظیم ہے کیونکہ دوسری کلیسیاؤں کی طرح اس کے خلاف نہ تو کوئی شکایت ہے اور نہ ہی کوئی الزام، بلکہ اسے شاباش دی گئی اور اس کی روش کو سراہا گیا ہے۔

لیکن دوسری چھ کلیسیائیں مسیحی خوبیوں سے عاری تھیں اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی تعریف نہیں کی گئی۔ آج بھی سمرنہ کی کلیسیا قائم و دائم ہے کیونکہ اس لیے کہ اس کی زندگی مسیحی اصولوں کے مطابق تھی، اور اسی کلیسیا کو زندگی کے تاج کا وعدہ کیا گیا۔

---

(۳) پرگمن کی کلیسیا کے نام خط

۲: ۱۲-۱۷

پرگمن ایک قدیم تواریخی شہر تھا۔ اس کی دولت اور اقبال مندی کے افسانے زبان زد خلائق تھے۔ اس شہر کا مربی دیوتا سانپ کی شکل کا تھا۔ اُسے شفا کا دیوتا کہا جاتا تھا۔ اس دیوتا کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس شہر میں ناپاکی اور گناہ آلود زندگی کی فراوانی تھی۔ اور یہ شہر بادشاہ کی پرستش کا مرکز بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کلیسیا کو کہا گیا ہے کہ "تُو شیطان کی تخت گاہ میں رہتا ہے۔"

اس کلیسیا میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اگر آدمی کا ایمان متزلزل نہ ہو تو کوئی بات نہیں کہ اس کی زندگی کیسی ہے یعنی یہ کہ وہ آزاد ہے کہ اپنی مرضی پوری کرے، کیونکہ انسان کے گناہ مُعاف ہو چکے ہیں۔ اسی قسم کے خیال کے بارے میں دیکھئے ۱۔یوحنا ۳: ۲، ۳، ۱۔تیمتھیس ۲: ۱۹۔

بولنے والے کے پاس دو دھاری تلوار ہے۔ یہ دو دھاری تلوار تیز ہے۔ اس سے مراد ہے کہ وہ عدالت کرنے والا ہے۔ وہی حق و باطل میں امتیاز کرتا اور کھوٹے کو کھرے سے الگ کرنے پر قادر ہے۔ عبرانیوں ۴: ۱۲-۱۳ ملاحظہ فرمائیں "کیونکہ خُدا کا کلام زندہ اور موثر اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جان اور رُوح اور بند بند اور گُودے گُودے کو جُدا کر کے گزر جاتا ہے اور دل کے خیالوں اور ارادوں کو جانچتا ہے۔ اور اُس

ہے مخلوقات کی کوئی چیز چھپی نہیں بلکہ جس سے ہم کو کام ہے اس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں۔ یہی ہے خدا کا وہ مجسم کلام جو اس کلیسیا سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کلیسیا سے مخاطب ہو کر خداوند فرماتا ہے کہ "تو شیطان کی تخت گاہ میں سکونت رکھتا ہے اور میرے نام پر قائم رہتا ہے" اور پھر ایک شہید انتپاس کا ذکر ہے، جس کا اسی کلیسیا کے ساتھ تعلق تھا۔ لیکن اس خوف و ہراس کے باوجود بھی اس کلیسیا کے ایمان میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہ ہوا اور وہ اپنے ارادوں میں مستحکم رہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کلیسیا کے شرکاء کو خداوند مسیح کا انکار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن اس کلیسیا نے سب کچھ برداشت کیا اور ایمان کو محفوظ رکھا۔

(۱) شیطان ایک ایسی مخالفِ مسیح طاقت ہے جو محض خیالی یا تصوری دنیا میں ہی وجود نہیں رکھتی، بلکہ وہ ایک حقیقت اور ایک قوی شخصیت ہے۔ بعض علماء و فضلا شیطان کو کوئی شخصیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ بڑی طاقت جسے برائی اور شر کا بانی سمجھا جاتا ہے وہی شیطان ہے لیکن کتاب مقدس میں ایسے مقامات ہیں جہاں شیطان ایک زندہ شخصیت کی صورت میں نظر آتا ہے۔

(۲) شیطان ایک مہیب و عظیم طاقت کا مالک ہے۔ انبیا اور بزرگانِ کلیسیا نے شیطان کی بے پناہ طاقت کا اعتراف کیا ہے۔ دنیا کی تمام قومیں کسی نہ کسی صورت میں شیطان کی شخصیت کو مانتی ہیں۔ اور اگرچہ شیطان کی قوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں، تاہم خداوند یسوع مسیح کی طاقت اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ وہ یہ کہہ سکتا تھا: "اے شیطان دور ہو۔"

(۳) شیطان ایک چالاک اور ہوشیار دشمن ہے لیکن خداوند اس کی چالاکی

اور ہوشیاری کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ وہ اس کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

(۴) شیطان ہر جگہ جا سکتا ہے اور ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ خداوند کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ عبادت خانوں میں جہاں ہم خداوند کی حضوری میں اس کی بارگاہ میں سر نیاز کو جھکاتے ہیں، شیطان وہاں بھی ہمارے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور ہمارے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے خواہ ہم سفر میں ہوں یا اپنے گھر میں یا عبادت خانے میں ہمیں خیال رکھنا چاہیے کہ ہم شیطان کے حملے سے بچنے کی کوشش کریں، کیونکہ وہ ہر وقت ہمیں جال میں پھنسانے کی فکر میں رہتا ہے۔ ایسے خطرناک دشمن سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔

(۵) شیطان کی تخت گاہ امیروں کے محل اور شہنشاہوں کے دربار ہیں۔ عالی شان اور سر بفلک عمارتیں جہاں عیش و عشرت کی محفلیں گرم رہتی ہیں۔ قہوہ خانے اور مے کدے جہاں انسانیت قعرِ ذلت میں گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رقص گاہیں جہاں تہذیبِ حاضرہ کے شیدائی رسیلی تانوں پر تھرکتے ہیں اور لال پری کے جام لنڈھاتے لڑکھڑاتے ہیں۔ ایسی جگہیں شیطان کی تخت گاہیں ہیں۔ امیروں کے محل ہی اس کا مسکن نہیں ہیں، بلکہ غریبوں کی جھونپڑیاں جہاں روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے انسان ایڑیاں رگڑتے رگڑتے ہمیشہ کی نیند سو جاتے ہیں۔ جہاں ننگے بچے ایسے رینگتے ہیں جیسے لاتعداد کیڑے گندگی کے ڈھیروں پر ادھر اُدھر بکھر رہے ہوں۔ وہاں بھی شیطان اپنی گھناؤنی چالوں میں مصروف ہے۔ غرضیکہ وہ ہر جگہ سرگرمِ عمل ہے۔ بے کار انسان کا دماغ بھی شیطان آدمی کا کارخانہ ہوتا ہے جہاں طرح طرح کی بری سازشیں

جنم لیتی ہیں۔

اس کلیسیا کے نام پیغام میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیسیا قدرے سہل ا
ہے۔ کلیسیا میں برائیاں تھیں لیکن شرکا ان کو معمولی خیال کرتے تھے۔ اگر کسی
چند شرکا میں، کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جو اخلاقی معیار سے گری ہوئی
تو گناہ کرنے والے کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی جاتی تھی۔ چنانچہ چر
پوشی اور خطا بخشی نے پست اخلاق لوگوں کے حوصلے بلند کر دیئے کیونکہ معا
نے ان کا بائیکاٹ نہ کیا۔ یہ کلیسیا سنگین قسم کے گناہ یعنی بلعام کی تعلیم دینے وا
کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھی۔

گنتی کی کتاب ابواب ۲۲، ۲۳، ۲۴ اور پھر ۲۵: ۱-۵ اور ۳۱: ۱۶
مطالعہ کیجئے۔ بلق بن صفور موآبیوں کا بادشاہ تھا۔ اس نے بلعام کو جو بعو
بیٹا تھا فتور سے بلوایا تاکہ وہ بنی اسرائیل پر لعنت کرے۔ موآبیوں کا بادش
بنی اسرائیل سے خوفزدہ تھا اور اس کا خیال تھا کہ یہ قوم جو تمام سرزمین کو
ڈھانپ رہی ہے۔ کسی دن اس کی سلطنت پر قبضہ جما لے گی۔ اس بادشاہ نے
بلعام کو انعام و اکرام کا لالچ دیا۔ لیکن بلعام نے جب خدا سے صلاح کی تو
اس نے اُسے لعنت کرنے سے روکا۔ لعنت کرنے کی بجائے بلعام نے بنی
اسرائیل کو برکت دی۔ آخرکار بلعام لالچ میں آ ہی گیا۔ گو خدا کے کلام میں
اس کا ذکر نہیں ملتا تو بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے بلق کو کہا کہ اگر آپ مجھے
انعام دے دیں تو میں ان لوگوں کو لعنتی بناؤں گا۔ وہ بنی اسرائیل کے پاس
آیا۔ اور انہیں کہا کہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم ہے اور نجات یافتہ گروہ
ہے۔ لہذا خدا کی برکت ان پر نازل ہوگی۔ اس نے اس قوم سے کہا کہ خدا
نے مجھے اسی لیے بھیجا ہے کہ میں تمہیں برکت کا مژدہ سناؤں چنانچہ اس

قسم کی تعریف کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ کیونکہ اس نے بنی اسرائیل کو کہا کہ" خدا
ضرور تم کو برکت دے گا۔" آخر بنی اسرائیل قوم اس نبی بلعام کے فریب میں
آ گئی۔ مردوں نے غیر اقوام کے ساتھ زناکاری کی اور اس گناہ کی وجہ سے
اس قوم پر خدا کا غضب بھڑکا۔ اس نے بنی اسرائیل کو بڑی سخت سزا دی
اور یہ قوم فی الواقع لعنتی ہوگئی۔

جو کچھ بنی اسرائیل کے زمانہ میں سچ تھا، وہ مقدس پولوس رسول کے زمانہ
میں اور آج بھی سچ ہے۔ اسی قسم کی آزمائشیں ہمارے سامنے ہیں۔ اگر خدا
کے لوگ اس بات پر فخر کرنا شروع کر دیں کہ ہم خدا کے نجات یافتہ لوگ ہیں
لہذا اگر برائی کر بھی لیں تو کوئی بُری بات نہیں ہوگی، تو وہ غلطی پر ہوں
گے۔ پولوس رسول نے رومیوں ۱۶ :۱-۱۱ میں کہا ہے" ہم جو مسیح کے ساتھ
گناہ کے اعتبار سے مر گئے، گناہ میں کس طرح زندگی گزاریں۔ پرانی انسانیت
اس کے ساتھ اس لیے مصلوب کی گئی کہ گناہ کا بدن بے کار ہو جائے تاکہ ہم
آگے کو گناہ کی غلامی میں نہ رہیں، کیونکہ جو مؤا وہ گناہ سے بری ہوا۔"

پرگمن کی کلیسیا میں ایک اور برائی موجود تھی۔ اس کلیسیا میں بعض لوگ
نیکلیوں کی تعلیم کے ماننے والے تھے۔ نیکلیوں کے متعلق ہمیں کوئی زیادہ علم
نہیں ہے۔ یہ لوگ غناسطی (GNOSTIC) فرقہ کا ایک حصہ تھے۔ اس فرقہ
کی تعلیم کے مطابق گناہ کرنے کی آزادی تھی۔ غناسطیت پہلی صدی مسیحی کی ایک
بدعتی تعلیم تھی۔ لیکن خداوند نے اس کلیسیا کو آگاہ کیا کہ اگر وہ کلیسیا توبہ نہ
کرے تو وہ جلد آ کر اپنے منہ کی تلوار سے ان کے ساتھ لڑے گا۔ خداوند کے
نزدیک گناہ ایسی چیز نہیں ہے، جسے معمولی خیال کیا جائے یا جس سے چشم
پوشی کریں۔ گناہ ایک گندہ اور گھناؤنا فعل ہے جس سے خدا کو نفرت ہے۔

گنہگار اس کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ اس کلیسیا کے ساتھ وعدہ کیا
کہ جس کے کان ہوں وہ سُنے کہ رُوح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے۔ جو غالب
میں اُسے پوشیدہ مَنّ میں سے دوں گا۔"

★ یہودی قوم میں روایت تھی کہ جس طرح موسٰے کے زمانہ میں بنی اسر
پر بیابان میں مَنّ نازل ہوا تھا، اسی طرح مسیح کے زمانہ میں بھی آسمان
مَنّ نازل ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خُداوند اپنے لوگوں کو حقیقی
خوراک عطا فرمائے گا۔ مقدّس یوحنّا رسول کی انجیل میں چھٹے باب کا مط
کیجئے۔ اس باب میں اس حقیقی روٹی کا ذکر ہے جو آسمان سے اُتر کر دُنی
زندگی بخشتی ہے۔ خُداوند یسوّع نے اس ضمن میں فرمایا کہ: "زندگی کی
میں ہوں۔"

پھر کلیسیا کے ساتھ ایک اور وعدہ کیا گیا ہے: "میں اس کو ایک
پتھر دوں گا۔ اس پتھر پر نیا نام لکھا ہُوا ہوگا جسے اس کے پانے والے
سوا کوئی نہ جانے گا۔"

اس کا یہ مطلب ہے کہ خُداوند مسیح کے برگزیدوں کو جو اسے پیار کر
ہیں پوری تسلّی ہوگی کہ ہم اس کے بندے ہیں۔ مقدّس پولوس رسول نے ۲ کر
۱۷:۵ میں فرمایا ہے: "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے۔"

★ پہلی صدی میں پتھر کو کئی طرح استعمال میں لایا جاتا تھا۔

(۱) جب کوئی ملزم عدالت سے بری ہوتا تھا تو اُسے سفید پتھر دیا جا
تھا۔ یہ بات اس کا ثبوت تھا کہ اس پر کوئی جرم ثابت نہیں ہُوا، اور قان
کی نگاہوں میں بالکل بے قصور ہے۔

(۲) اولمپک اور دوسری کھیلوں میں امتیاز حاصل کرنے والے کھلاڑیوں

کو انعام کے طور پر سفید پتھر دیا جاتا تھا۔ آج کل کپ یا ٹرافی یا کوئی سرٹیفکیٹ
دیا جاتا ہے۔

(۳) پُرانے زمانے میں جب دو دوست ایک دوسرے سے الوداع ہوتے
تھے تو ایک پتھر کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے جاتے تھے۔ ہر ایک
ٹکڑے پر ایک دُوسرے کا نام لکھا جاتا تھا اور پھر دوستی کی نشانی کے
طور پر یہ پتھر ایک دُوسرے کو دیا جاتا تھا۔ یہ پتھر دونوں دوستوں کے پاس
رہتا تھا۔ اگر ایک دوست کے بچے یا کوئی نمائندہ دوسرے دوست کے
ہاں جاتا تو نشانی کے طور پر وہ اس پتھر کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ اور دوست
اپنے عزیز دوست کی اس محبت کی نشانی کو دیکھ کر گزرے ہوئے زمانے کی
یادوں میں گم ہو جاتا تھا۔ پس مکاشفہ کی کتاب میں جو سفید پتھر کی تلمیح ہے۔
ممکن ہے کہ اس سے یہ تینوں مفہوم ہی مراد ہوں۔ پرگمن کی کلیسیا کے نام جو
یہ خط ہے، اس کی تعلیم کا یہ خلاصہ ہے کہ مسیحی زندگی ایک پاک زندگی ہے۔
چنانچہ ضرورت ہے کہ کلیسیا اپنے آپ کو پاک اور بے عیب رکھے۔ (۲ تیمتھیس
۱۹:۲؛ یوحنّا ۲: ۱۳)۔

تلمیح: تلمیح: ایسے الفاظ استعمال کرنا
جو کسی قصے کی طرف اشارہ
مقصود کرتا ہو۔

(۴) تھواتیرہ کی کلیسیا کے نام خط

۲: ۱۸-۲۹

تھواتیرہ بھی ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ دوسرے شہروں کے سوداگر اس شہر میں تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس شہر میں دولت کی ریل پیل تھی۔ اس شہر کے رہنے والے لوگ فارغ البال تھے اور زندگی کی ہر طرح کی سہولتیں انہیں میسّر تھیں۔ اعمال کی کتاب میں لدیّہ قرمز بیچنے والی کا ذکر ہے۔ یہ مسیحی خاتون یورپ کی پہلی ایماندار تھی۔ جو اس شہر کی سکونت پذیر تھی۔ اور جب اس نے خداوند یسوع مسیح کو منجی مانا تو اس وقت وہ فلپی میں رہتی تھی۔

تھواتیرہ کی کلیسیا میں بڑی قباحتیں موجود تھیں۔ غلط سلط تعلیم اور بدعتیں پھیلانے والوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ اس کلیسیا سے خدا کا بیٹا مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ "میں کلیسیا کا سر ہوں اور میرے پاس پورا اختیار ہے۔ میں اس کلیسیا کا مالک ہوں لہٰذا میں انصاف کروں گا۔" اسے سب کچھ علم ہے اور وہ اس کلیسیا کی پوشیدہ زندگی کو بھی اچھی طرح سے جانتا ہے۔ وہ عادل ہے اور اس کے فیصلے راستی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند ہیں اور پاؤں خالص پیتل کی مانند۔ آنکھوں کو آگ کے شعلے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ نگاہیں گناہ کو بھسم کر دیتی ہیں اور انسان کی باطنی کیفیت کو معلوم کر لیتی ہیں۔ دل کے نہاں خانوں میں کوئی وسوسہ، کوئی خیال ان سے پوشیدہ

[...]ں رہ سکتا۔ پیتل سے اُس کی قوّت اور جلال کو ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ [...]ن کے لیے آئے گا، اور کوئی چیز اس کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ [...]اسے چھو نہیں سکتا۔

لیکن تھواتیرہ کی کلیسیا صراطِ مستقیم سے ہٹ گئی اور ایسی روش پر [...]ہوئی جو غیر مسیحی زندگی کی آئینہ دار تھی۔ دنیا کی خواہشات اور حرام کاری [...]ندھنوں میں کلیسیا گرفتار ہوئی اور کلیسیا اور دنیا میں کوئی فرق نہ رہا۔ [...]وند مسیح جو کلیسیا کا سر ہے، وہ چاہتا ہے کہ کلیسیا دنیاوی آلائشوں [...] بالکل پاک رہے۔

ابتدا میں اس کلیسیا کے کاموں کو سراہا گیا اور اُسے شاباش دی گئی ہے۔ [...]وند کہتا ہے کہ: "میں تیرے کاموں۔ محبّت اور ایمان، خدمت اور صبر [...]نتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرے پچھلے کام پہلے سے زیادہ ہیں۔" [...]کلیسیا کا جائزہ لیا گیا اور اس کا حال ماضی سے زیادہ درخشاں اور زیادہ [...]دار تھا۔ جہاں تک کلیسیائی ترقی اور سرگرمی کا تعلق ہے، یہ کلیسیا آگے [...]بڑھ رہی تھی۔ یہ بات بڑی ہی حوصلہ افزا اور دوسری کلیسیاؤں کے لیے [...]ن افروز تھی۔ اگر کسی کا حال ماضی کی نسبت بہتر ہو تو وہ کلیسیا واقعی تعریف [...] قابل ہے کیونکہ ساکت اور جامع کلیسیائیں مسیحی زندگی میں پچھڑی [...]اتی ہیں۔

پست : شکست خوردہ

لیکن ان خوبیوں کے باوجود اس کلیسیا میں ایسی قباحت موجود تھی جو شکایت [...]ت بنی مثلاً "تو نے اس عورت ایزبل کو رہنے دیا ہے۔"

عہدِ عتیق میں اخی اب بادشاہ کی ملکہ ایزبل بڑی عشوہ طراز عورت تھی۔ [...]سرائیل کو گناہ کی دلدل میں دھکیلنے والی یہ حسین قتالہ آفت کا پرکالہ تھی۔

عشوہ : ناز نخرے والی

پرکالہ : ٹکڑا، شعلہ، چنگاری

ساری قوم اس کے ابرو کے اشاروں پر ناچنے لگی۔ اس نے لوگوں
کا رواج ڈالا اور لوگ خدا کو چھوڑ کر دیوتاؤں کی پوجا کرنے لگے
نے بنی اسرائیل کو کہا کہ تم دوسری قوموں سے کیوں الگ رہو۔
اخلاقی شریعت معیاری نہ تھی۔ ان میں حرام کاری، زناکاری او
کو بُرے افعال نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور جب بنی اسرائیل بھی اس
رنگے گئے۔ تو ان میں بھی برائیوں کی انتہا نہ رہی اور یہ قوم پستیوں
تھواتیرہ کی کلیسیا میں بھی ایزبل سی عیار اور بے حیا عورت
کی گئی ہے۔ ایزبل کی تلمیح بڑی ہولناک ہے۔ وثوق سے نہیں کہا
کہ اس کلیسیا میں کوئی ایسی عورت تھی، جو ایزبل کی سی بُری خصلتوں
تھی اور اُس نے اس کلیسیا میں حرامکاری اور بت پرستی کی تعلیم دی
یا محض استعارتًا اس کا ذکر ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اس قسم کی کوئی عورت
نے کلیسیا کے سامنے اپنے نبیہ ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو قائل کر
کوشش کی ہو کہ اس کی باتیں انجیل کی تعلیم کے مطابق ہیں اور اس
انہیں بھی کلام اللہ سمجھنا چاہیئے۔ نیز نفسانی خواہش کو پورا کرنا جائز
کلیسیا کو اس قسم کی بدعتی تعلیم دینے والوں سے خبردار رہنا چاہیے
میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں، جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہوں نے رویا
اور انہیں مکاشفہ ہوا ہے اور اس طرح سادہ ایمان رکھنے والے سادہ
مسیحی ان کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ یہوواہ وٹنیس کے بانی نے بھی اس
رویا اور الہام کا دعویٰ کیا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسیا میں بھی ایسے
کثیر تعداد موجود ہے۔ جو روایتوں کا سہارا لیتے ہیں اور ان کی تعلیم
روایات کے خوشنما محل ہیں جو تواریخ کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں

لہٰذا ایسی تعلیم جو کلام
...وں کو کلام مقدس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔
...س کی گردیدہ تھی اور یہ تعلیم اس
...س کے منافی ہو، غلط اور بدعتی ہے۔
تھواتیرہ کی کلیسیا اس عورت کی تعلیم
...تھی کہ گناہ درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہمارے پاس گہری
...کا علم ہے تو خواہ ہمارا فعل ایسا بھی ہو جسے بُرا سمجھا جائے تو بھی وہ فعل
...نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ عالموں کا کوئی بھی بُرا فعل یا صریحًا
...کرنا گناہ کے زمرے میں شمار نہیں ہوتا اس لیے لوگ حرامکاری کے
...ہوتے اور بتوں کے سامنے قربانیاں گزرانتے تھے۔ وہ تعلیم جو گناہ
...نے کی ترغیب دے اور گناہ کے وجود سے انکار کرے اور معانی کو محض
...لونا سمجھے شیطان کی تعلیم ہے۔ بعض اوقات کلیسیا میں اس قسم کی
...تعلیم کو رائج کرنے والے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن کسی شخص میں اتنی اخلاقی
...ات نہیں ہوتی کہ وہ اس قسم کی شیطانی تعلیم کے خلاف آواز بلند کرے۔
...شخص دیدہ دانستہ اس قسم کی تعلیم کے خلاف جہاد نہ کرے اور دوسروں
...اس تعلیم سے بچنے کی تلقین نہ کرے وہ بھی قصوروار ہے۔

اکیسویں آیت میں خداوند فرماتا ہے کہ اُس نے اِس کو توبہ کرنے کی
...لت دی۔ مگر اس نے توبہ کرنے کی طرف قطعًا توجہ نہ دی لہٰذا یہ زانیہ
...اور اُس کے ساتھ زنا کرنے والے حرامکار مصیبت میں پھنسیں گے۔ توبہ
...کے موقع کو ہاتھ سے کھو دینا اور بُرے افعال کرتے رہنا ہولناک بات ہے۔
...عبرانیوں ۱۰:۳۱ اور ۱۲:۲۹ پر غور فرمائیں۔
...لکھا ہے کہ "زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے۔"

خداوند نے اس کلیسیا کو یہ نصیحت کی کہ وہ اس کو جو اس کے پاس ہے

اس کے آنے تک تھامے رہے ۔ یہ کلیسیا حقیقی تعلیم سے بہرہ ور تھ
اور بدعتی تعلیم بھی اس حقیقی تعلیم میں شامل ہوگئی ۔ اب مسیحی تعلیم
میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا ، اور خداوند مسیح نے اس کلیسیا کو نص
صرف حقیقی تعلیم پر قائم رہے ۔ اُس نے اس کلیسیا کے ساتھ وعد
اُسے قوموں پر اختیار دے گا ۔ مکاشفہ کی کتاب اور انجیل مقدس کی
کتابوں میں بھی بار بار ذکر آیا ہے کہ مسیح کے لوگ اس کے ساتھ حکو
گے ۔ ۱ ۔ کرنتھیوں ۶:۲ میں بھی یہ بات موجود ہے ایک اور خوبصورت
بھی ملاحظہ فرمائیے کہ : " میں اُسے صبح کا ستارہ دوں گا ۔"

خُداوند یسوع مسیح خود صبح کا ستارہ ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ
آپ کو تجھے دے دُوں گا ۔

باب ۳

(۵) سردیس کی کلیسیا کے نام خط

۳ : ۱ - ۶

۱ ۔ پُرانے زمانے میں سردیس ایک مشہور شہر تھا ۔ لیکن پہلی صدی مسیحی میں اس شہر کی وہ شان نہ تھی جو کسی زمانے میں ہوا کرتی تھی ۔ اب یہ ایک معمولی شہر رہ گیا تھا ۔ نہ وہ پہلی سی دولت رہی اور نہ کاروبار ۔ سردیس کی کلیسیا کے نام خط میں اُس کی کسی خوبی پر تحسین و آفرین نہیں کی گئی ۔ یہ کلیسیا رُوحانی خوبیوں سے یکسر خالی معلوم ہوتی ہے ۔ اس کے فرشتہ کو لکھتے وقت کہا گیا ہے کہ " تو زندہ کہلاتا ہے اور ہے مُردہ "۔ بولنے والا وہ ہے " جس کے پاس خُدا کی سات رُوحیں ہیں اور سات ستارے ہیں "۔ اُس کے پاس پُورا اختیار ہے اور وہ پُوری مملکت کا مالک ہے ۔ یہ کلیسیا " زندہ " کہلاتی تھی ، لیکن اس میں زندگی کے آثار نظر نہیں آتے تھے ۔ " زندہ " اور " مُردہ " دو متضاد باتیں ہیں ۔ اس کلیسیا میں حقیقی زندگی کی کمی تھی ۔ جسے وہ سمجھتی تھی وہ زندگی نہ تھی ۔ خُداوند اختیار ، حکمت اور زندگی کے ساتھ اُس کے پاس آتا ہے ۔

۲ ۔ اس کلیسیا کے متعلق سب سے بڑی المناک بات یہ ہے کہ وُہ " زندہ کہلاتی ہے اور ہے مُردہ " ۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ میں اس کلیسیا کا بڑا ہی شہرہ تھا ، لیکن اس کے باطن میں جھانکنے سے اس کے تمام عیوب واضح نظر

آنے لگتے ہیں۔ اخلاقی لحاظ سے یہ پست کلیسیا اور کھوکھلی نمود ونمائش کی
دلدادہ تھی، اور اس میں حقیقی زندگی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ کئی درخت
ظاہری طور پر بڑے مضبوط اور شاداب نظر آتے ہیں، لیکن طوفان باد و باراں
کے ایک ہی جھونکے سے جڑ سے اکھڑ کر کہیں دور جا گرتے ہیں۔ کئی عمارتیں
بھی اسی قسم کی نظر آتی ہیں لیکن یونہی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ ایسا ہی حال اس
کلیسیا کا تھا یعنی حقیقی زندگی کی رعنائیوں سے بالکل خالی تھی۔

کسی عالم نے کہا ہے کہ ہر زندہ کلیسیا میں مندرجہ ذیل باتیں ہونی چاہئیں:

(ا) ترقی کرنا (ب) ہمدردی

(ج) یگانگت (د) احساس

کلیسیا کو خوشی، غم اور محبت کا احساس ہوتا ہے، لیعنی وہ پتھر نہیں ہے
کہ اس میں رنج والم، محبت وشفقت کے جذبات پیدا نہ ہوں، یا وہ زندگی
کے نظاروں کو دیکھے اور متاثر نہ ہو۔ خداوند اس کلیسیا کے متعلق فرماتا ہے
کہ: "میں نے تیرے کسی کام کو اپنے خدا کے نزدیک پورا نہیں پایا۔"
یہ کلیسیا کوتاہ اندیش تھی، اور اسے نصیحت کی گئی کہ "جاگتا رہ اور
ان چیزوں کو جو باقی ہیں اور جو مٹنے کو تھیں مضبوط کر۔" یہ کلیسیا اپنی تعلیم
اور اپنے کاموں کو بھول رہی تھی۔ تغافل شعار کلیسیا تھی۔ اس کے پاس
حقیقی تعلیم تو تھی لیکن اس نے اسے بھلا دیا تھا اور وہ مسیحی زندگی میں سرگرم
نہ تھی۔ پھر اس کلیسیا کو ازسرنو کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کا طریقہ
بھی بتایا گیا ہے، یعنی وہ توبہ کرے اور عمل کرے۔ خداوند کہتا ہے کہ "میں
چور کی طرح آجاؤں گا اور تجھے ہرگز معلوم نہ ہوگا کہ کس وقت تجھ پر آپڑوں
گا۔" خداوند یسوع مسیح نے اس سے پیشتر بھی اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ دیکھئے

متی ۲۴: ۴۲-۵۱۔

اس کلیسیا کے ساتھ خداوند کا وعدہ ہے کہ وہ جنہوں نے اپنی پوشاک
آلودہ نہیں کی اور وہ صاف اور سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ اس کے
ساتھ سیر کریں گے۔ سفید پوشاک پاکیزگی اور گناہ سے مبرا ہونے کی دلیل
ہے۔ خدا کے پاک کلام میں جہاں کہیں مقدسین کا ذکر آیا ہے، ان کے متعلق
یہی لکھا ہے کہ وہ سفید جامے پہنے ہوئے تھے اور خداوند یسوع مسیح کے
ساتھ سیر کرنے کا یہی مطلب ہے کہ ان لوگوں کی اس کے ساتھ رفاقت ہوگی۔
ایسے لوگوں کا نام کتاب حیات سے ہرگز کاٹا نہیں جائے گا اور کتاب حیات
میں سے نام کاٹنے کا اختیار صرف خداوند یسوع مسیح ہی کو ہے۔ اب سوال
پیدا ہوتا ہے کہ کیا دوسرے لوگوں کے نام کتاب حیات سے کاٹ دیئے جائیں
گے؟ کیا وہ شخص جو ایک مرتبہ خداوند کا فرزند بن جائے برگشتہ ہو سکتا ہے؟

عبرانیوں کے نام خط میں اس قسم کے سوالات ملتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو۔
عبرانیوں ۶: ۴-۸، ۱۰: ۱۰-۲۶، ۳۱ - اس کا مطلب یہ ہے کہ کئی آدمی ایسے
بھی ہوتے ہیں جو خداوند کی محبت کا مزا چکھ چکے ہوتے ہیں، لیکن وہ پھر
برگشتہ ہو جاتے ہیں اور وہ توبہ کا موقع بھی کھو دیتے ہیں، لیکن راقم الحروف
کا یہ خیال ہے کہ کئی مسیحی ایسے ہیں جو نام کے مسیحی ہیں۔ ان کا ظاہری رکھ رکھاؤ
مسیحی معلوم ہوتا ہے، لیکن ان کی باطنی زندگی حقیقی نور کی زندگی سے آشنا
نہیں ہوتی۔ انہیں ازسرنو پیدا ہونے کا قطعاً تجربہ نہیں ہوتا، اور جب
تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ حقیقی مسیحی زندگی کا لطف نہیں اٹھا
سکتا اور کتاب زندگی میں اس کا نام تلاش کرنا خوش فہمی ہے۔

سردیس کی کلیسیا میں مسیحی زندگی کے چند ظاہری نشان تھے لیکن وہ

حقیقی زندگی جو مسیحی زندگی کو غیر مسیحی زندگی سے ممیز کرتی ہے وہ اس میں نہ تھی، اور یہی وجہ ہے کہ خداوند نے فرمایا، "میں تیرے کاموں کو جانتا ہوں کہ تو زندہ کہلاتا ہے اور ہے مُردہ۔"

اور یہ بات کتنی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ وہ کلیسیا جو "مُردہ" تھی وہ "زندہ" کہلاتی تھی۔ یہ کلیسیا بار آور کلیسیا نہ تھی، لیکن پھر بھی اپنی زندگی کا اشتہار دیتی تھی۔

---

(۶) فِلدِلفیہ کی کلیسیا کے نام خط

۳: ۷-۱۳

فِلدِلفیہ کا شہر سمرنہ کے مشرق میں اسّی میل کے فاصلہ پر تھا۔ اکثر اوقات اس جگہ پر زلزلے آیا کرتے تھے۔ ۱۷ ق م میں ایک بڑا زبردست بھونچال آیا اور یہ شہر کھنڈروں کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔ شہنشاہ تبریاس نے اس شہر کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا اور کھنڈرات کی جگہ ایک پُر رونق شہر آباد ہُوا، لیکن چونکہ یہ شہر ایک مرتبہ زلزلے کی وجہ سے زمین دوز ہو چکا تھا، سو اس شہر کے رہنے والے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ خوف سا رہتا تھا کہ کہیں پھر دھرتی نہ پھٹ جائے اور پگھلا ہُوا آتش فشانی لاوا ان کے کھیتوں، سبزہ زاروں، مکانوں اور بازاروں کو راکھ نہ کر دے۔ غالباً یہ اشارہ ہے اس آزمائش کی طرف جس کا ذکر مکاشفہ ۳: ۱۰ میں آیا ہے۔ اس کلیسیا کے سامنے ایک کھلا ہُوا دروازہ ہے یعنی اس کے لیے ترقی کرنے کے بے شمار مواقع ہیں اور وہ بڑی شاندار مسیحی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ یہ دروازہ بند نہیں ہے بلکہ کھلا ہُوا ہے تاکہ کلیسیا اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لائے اور ایمان کے ذریعہ آگے بڑھتی جائے۔

اس کلیسیا کو خداوند یسوع مسیح نے یوں مخاطب فرمایا ہے کہ "جو قدوس اور برحق ہے اور داؤد کی کنجی رکھتا ہے جس کے کھولے ہوئے کو کوئی بند نہیں کرتا اور بند کئے ہوئے کو کوئی کھولتا نہیں۔"

ہے کہ وہ اس کے مُقدس میں ستون ہوں گے۔ اس نے کمزوروں کو چُن لیا تاکہ زورآوروں کو شرمندہ کرے۔ اسی قسم کے کمزور انسانوں سے خُداوند اپنی کلیسیا تعمیر کرتا ہے۔ اُسے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اُس کے کلام پر عمل کریں۔ وفادار رہنا ہی سب کچھ ہے۔ وہ کلیسیائیں جو وفادار رہتی ہیں، خُداوند کی نگاہوں میں مقبول ہیں۔ کمزوری کسی کلیسیا کے راستے میں حائل نہیں ہوسکتی۔ وفاداری اور کلام پر عمل کرنا ہی مسیحی زندگی کی شرط ہے۔

یعنی اُس کی ذات پاک ہے اور وہ ازلی ہے۔ وہی مالک کون ومکان ہے اور داؤد کی کنجی رکھتا ہے۔ تمام جاہ وجلال قدرت وحشمت اسی کے تصرف و اختیار میں ہے۔ ہمیں ہر وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فنا و بقا اسی قادرِ مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ انسان جو خود حقیر وفانی ہے اس کے ہاتھ میں کسی انسان کی زندگی نہیں ہے۔

فلدلفیہ کی کلیسیا کی طرح پاکستان کی کلیسیا کے سامنے ترقی کی راہیں کھُلی ہیں۔ بشارت و تبلیغ کا دروازہ کھُلا ہے۔ ابھی تک مسیحی تبلیغ پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوئی اور ہمیں مذہبی رسُومات کی ادائیگی اور مسیحی لٹریچر کی نشر و اشاعت کی پُوری پُوری آزادی ہے۔ یہ سب کچھ خُدا کی مہربانی کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ اس مُلک کی کلیسیا کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جب تک اس کی مرضی ہوگی مسیحی بشارت کا یہ دروازہ کھُلا رہے گا، اور کسی انسانی ہاتھ میں طاقت نہیں ہے کہ اُسے بند کر سکے، اور نہ اُس کے بند کئے ہُوئے کو کوئی کھول سکتا ہے۔ اس کلیسیا کے متعلق خُداوند فرماتا ہے کہ "تُو نے میرے کلام پر عمل کیا ہے اور میرے نام کا انکار نہیں کیا۔ یہ کلیسیا اگرچہ کمزور تھی، لیکن اسے تسلی کا پیغام عطا ہُوا، اور صبر سے کلام پر عمل کرتی رہی۔ خُداوند نے اس کلیسیا کے ساتھ وعدہ کیا کہ "جو غالب آئے میں اُسے اپنے خُدا کے مقدس میں ایک ستون بناؤں گا۔ وہ پھر کبھی باہر نہ نکلے گا۔"

خُداوند اُس کے دُشمنوں پر اُسے فتح بخشے گا، کیونکہ وہ وفادار ہے اور جھُوٹ بولنے والے آکر اُس کے پاؤں میں سجدہ کریں گے۔ دُنیا کی نگاہوں میں اس کلیسیا کے لوگ بڑے ہی کمزور تھے۔ لیکن اُنہیں کہا گیا

(۷) لودیکیہ کی کلیسیا کے نام خط

۳: ۱۴-۲۲

فلدلفیہ کے قرب جوار کے شہر لودیکیہ، کلسے اور ہراپلس تھے۔ یہ شہر سرسبز اور خوشنما وادی میں تھے۔ لودیکیہ کا شہر ایک تجارتی منڈی تھی اور تین طرف سے شاہراہیں آکر اس شہر میں سے گذرتی تھیں تجارتی نقطۂ نگاہ سے اس شہر کی بڑی اہمیت تھی۔ اُن کی تجارت میں اس شہر کے سوداگر بڑا ہی نفع کماتے تھے۔ کارخانے بھی عام تھے اور لوگ ان کارخانوں میں کام کر کے فارغ البال زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہاں سے دُوسرے مُلکوں کو اُونی کپڑا برآمد کیا جاتا تھا۔ حفظانِ صحت کے لحاظ سے بھی یہ شہر گردونواح میں بڑا مشہور تھا۔ رفاہِ عامہ کے لیے یہاں ایک شفاخانہ تھا، جہاں کان اور آنکھ کی بیماریوں کا علاج کیا جاتا تھا اور مریض علاج کے واسطے دُور دراز جگہوں سے اس شہر میں آیا کرتے تھے۔ اس شہر کے لوگوں کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ جب ایک مرتبہ شہر زلزلے سے تباہ ہو گیا تو اس شہر کے باشندوں نے رُومی حاکم کی مالی امداد لینے سے انکار کر دیا۔ اس شہر میں بھی بادشاہ کی پرستش کا ایک مرکز تھا۔

چونکہ لودیکیہ کی کلیسیا کلسے کی کلیسیا کے نزدیک ہی تھی، اس لیے کلسیوں کے خط میں مقدس پولوس رسول کہتا ہے کہ اُس نے لودیکیہ کی کلیسیا کے نام ایک خط لکھا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ افسیوں کے نام کا

خط دراصل لودیکیہ کی کلیسیا کو پولوس رسول نے لکھا تھا کیونکہ وہ اس کلیسیا سے اچھی طرح سے واقف تھا۔ اُسے اس کلیسیا کی بڑی فکر رہتی تھی۔

اس کلیسیا کے پاسبان کا نام ارخپس تھا۔

کلسیوں کے خط میں پولوس رسول نے اس پاسبان کو نصیحت کی کہ جو خدمت خدا نے تیرے سپرد کی ہے اُسے ہوشیاری کے ساتھ سرانجام دے (کلسیوں ۴: ۱۷)۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کلیسیا کے پاسبان نے مقدس پولوس رسول کی نصیحت کو فراموش کر دیا تھا؟

جب بولنے والا فرماتا ہے کہ: "جو آمین اور سچا اور برحق گواہ اور خدا کی خلقت کا مبدا ہے فرماتا ہے کہ میں تیرے کاموں کو جانتا ہوں کہ نہ تو سرد ہے نہ گرم۔ کاش کہ تو سرد یا گرم ہوتا۔"

لودیکیہ کی کلیسیا کا گمان تھا کہ اس کے پاس سب کچھ ہے اور اس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن وہ "آمین اور سچا اور برحق گواہ" جس کے فرمان کی بجاآوری لازمی ہے اور جس کے احکام کو مانے بغیر زندگی نہیں ہے وہی سب کچھ ہے اور وہی سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ حقیقی زندگی کا سرچشمہ وہی ہے۔ سردیس کی کلیسیا کو کہا گیا کہ

"میں نے تیرے کسی کام کو خدا کے نزدیک پورا نہیں پایا۔"

اور اس کلیسیا میں بھی کوئی خوبی نہ تھی جس کی وجہ سے اُسے سراہا جاتا، اس لیے اس کلیسیا کے خلاف شکایات کا ایک دفتر ہے۔ پوری تین آیات میں اس کلیسیا کے خلاف الزامات کی ایک فہرست نظر آتی ہے۔ دیکھئے مکاشفہ ۳: ۱۵-۱۷۔

اس کلیسیا کی حالت کے متعلق خداوند کو سب کچھ علم تھا۔ اس کی نگاہوں

سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا۔ اُس نے اِس کلیسیا کے کاموں کے متعلق فرمایا
"میں تیرے کاموں کو جانتا ہوں۔ نہ تو سرد ہے اور نہ گرم" بلکہ "نیم گرم"
اگرچہ اس کلیسیا کے شرکا نہ تو مسیح کے دشمن تھے اور نہ ان کی
زبان سے خداوند مسیح کے خلاف کبھی کوئی غیر کلمہ نکلا، پھر بھی وہ اچھے
مسیحی نہ تھے۔ خداوند مسیح کے کلام کی بشارت کی انہوں نے کبھی سعادت
حاصل نہیں کی یعنی ان کی روحانی زندگی بالکل نکمی تھی۔ اور نہ کبھی ان کے
دلوں میں خداوند کی منادی کا شوق اُٹھا اور نہ ہی کبھی وہ شکرگزاری کے
نشہ میں سرشار ہو کر اس کی حمد و ثنا کے گیت گانے لگتے۔ اُن کے چہرے
پر خوشی اور سچی اطمینان کی وہ چمک نظر نہیں آتی جو سرگرم مسیحیوں کے چہروں
پر ہُوا کرتی ہے۔

لودیکیہ اور موجودہ کلیسیا میں کئی باتیں مشترک نظر آتی ہیں۔ ظاہری مسیحیت
کے علمبردار سینکڑوں مسیحی نظر آتے ہیں۔ ان کی طرز رہائش، گفتار اور رکھ رکھاؤ
سے اُن کے مسیحی ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ اُن کے گلے میں خوبصورت صلیب لٹکتی
ہوئی نظر آتی ہے اور ان کی قمیص اور کوٹ پر بھی کسی نہ کسی جگہ صلیب کا نشان
ہوتا ہے تاکہ دیکھنے والے انہیں مسیحی سمجھیں۔ لیکن ایسے لوگ نام و نسب کے
لحاظ سے تو مسیحی ہوتے ہیں مگر دل کے مسیحی نہیں ہوتے۔ انہیں مسیحی زندگی کا
قطعاً کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر جی۔ کیمبل مورگن صاحب نے کیا خوب کہا ہے "جب صلیب صرف
زیور یا سجاوٹ کے لیے استعمال ہوتی ہے تو اس میں موت کا نام و نشان تک
نہیں ہوتا، لیکن جب صلیب زیب و زینت کے زیور کی بجائے موت کا
نشان بن جاتی ہے تو وہ زندگی کا سرچشمہ ہوتی ہے۔"

لودیکیہ کی کلیسیا اپنے آپ میں مگن تھی۔ اُس نے اپنے آپ کا جائزہ
لینے کی کبھی زحمت گوارہ نہ کی اور نہ ہی مسیحی خوبیوں کو اپنانے کی طرف زیادہ
توجہ دی۔ اُسے یہی خیال تھا کہ میری حالت بڑی اچھی ہے اور مجھ میں کوئی
نقص موجود نہیں ہے۔ اُسے یہ خوش فہمی تھی کہ میرے پاس بہت کچھ ہے۔
اس قسم کی خوش فہمی اور خودستائی زوال کا سبب بن جاتی ہے۔ اپنے آپ
میں مست رہنے والے لوگ کبھی بھی روحانی ترقی نہیں کر سکتے۔

امثال 16/18

اس کلیسیا کے متعلق خداوند یسوع مسیح کا خیال ملاحظہ فرمائیے کہ
"تو کمبخت اور خوار اور غریب اور اندھا اور ننگا ہے۔"
اس کلیسیا کی خامیوں کی فہرست کوئی حوصلہ افزا فہرست نہیں ہے۔
اس کلیسیا میں عملی زندگی کا قحط تھا، اور نئی زندگی اور محبت تو عنقا تھیں،
اس لیے اُس نے اس کلیسیا کو نصیحت کی کہ "کاش کہ تو سرد یا گرم ہوتا۔" وہ
کس طرح تبدیل ہو سکتی تھی؟ ایک نیم گرم شخص اپنی خامیوں سے آگاہ نہیں ہو
سکتا اور نہ ہی وہ اپنے آپ میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس
نیم گرم کلیسیا کے متعلق خداوند نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اپنے منہ سے
نکال پھینکنے کو ہوں۔ اس کلیسیا کی بدبختی کا اندازہ لگائیے کہ وہ خداوند
یسوع مسیح جو گنہگاروں کو ڈھونڈنے اور بچانے کے لیے آیا اور وہ جو گنہگار
کو پیار کرتا ہے، وہ اس کے لیے ایسے سخت الفاظ استعمال کرتا ہے۔
اگر کوئی کلیسیا یا کوئی مسیحی اپنے آپ کو حاجتمند نہ سمجھے اور اُسے اپنی
خامیوں کا احساس نہ ہو تو خداوند یسوع مسیح کس طرح اس کی حاجت روائی
کرے! وہ لوگ جو اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتے انہیں نجات کی بخشش کی
خوشخبری سے کیا واسطہ! لیکن، خداوند اس کلیسیا کو ایک بڑی اچھی اور

نیک صلاح دیتا ہے کہ "آگ میں تپایا ہُوا سونا خرید لے" اور سفید پوشاک
اور "آنکھوں میں لگانے کے لیے سُرمہ تاکہ تو بینا ہو جائے"۔ یہ کلیسیا یہ ساری چیز
کس کے عوض خریدے! ہاں، اس کے پاس ایک چیز ضرور تھی، یعنی اس کے
پاس اس کا اپنا جھوٹا فخر، خودستائی اور ظاہری رکھ رکھاؤ تھا۔ اس
کے عوض وہ "سونا" "سفید پوشاک" اور "سرمہ" خرید سکتی تھی۔ یسعیاہ ۵۵ باب
میں ملاحظہ فرمایئے "اے سب پیاسو۔ پانی کے پاس آؤ۔ اور وہ بھی جس کے پاس
پیسہ نہ ہو۔ آؤ مول لو اور کھاؤ۔ ہاں آؤ! مے اور دودھ بے زر اور بے
قیمت خریدو"۔ عہدنامہ عتیق اور عہدنامہ جدید میں اس قسم کی دعوت موجود
ہے، اور یہ دعوت خُدا کی طرف سے گنہگار بندوں کے لیے ہے۔ لیکن اس
دعوت کو صرف فخر اور تکبّر کو چھوڑ کر ہی قبول کیا جا سکتا ہے۔ سونا اور
سفید پوشاک خُداوند یسوعؔ مسیح کی راستبازی کی طرف اشارہ کرتے ہیں،
اور آنکھوں میں لگانے کے لیے سرمہ کا یہ مطلب ہے کہ دل کی آنکھیں روشن
ہو جائیں۔ ظاہری اور باطنی روشنی دو مختلف چیزیں ہیں۔ مقدّس پولُسؔ
رسول نے افسیوں ۱: ۱۷-۱۹ میں افسس کی کلیسیا کے لیے کیسی خوبصورت دعا کی
ہے: "ہمارے خُداوند یسوعؔ مسیح کا خُدا جو جلال کا باپ ہے، تمہیں اپنی
پہچان میں حکمت اور مکاشفہ کی رُوح بخشے۔ اور تمہارے دل کی آنکھیں روشن
ہو جائیں تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اس کے بلانے سے کیسی کچھ امید ہے اور اس
کی میراث کے جلال کی دولت مقدّسوں میں کیسی کچھ ہے۔ اور ہم ایمان لانے
والوں کے لیے اس کی بڑی قدرت کیا ہی بے حد ہے۔ اس کی بڑی قوّت
کی تاثیر کے موافق جو اس نے مسیح میں کی۔ جب اس کو مُردوں میں سے جلا کر
اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں پر بٹھایا"۔ لودیکیہ کی کلیسیا کے لیے اس قسم کی

دُعا کی ضرورت ہے۔ اس خط میں خُداوند کا وعدہ دیکھئے کہ وہ فرماتا ہے "میں
جن جن کو عزیز رکھتا ہوں، ان سب کو ملامت اور تنبیہ کرتا ہوں۔ پس
سرگرم ہو اور توبہ کر۔ دیکھ میں دروازہ پر کھڑا ہُوا کھٹکھٹاتا ہُوں"۔
خُداوند یسوعؔ مسیح اس کلیسیا کے باہر کھڑا ہوا ہے۔ کلیسیا کے دل کا
دروازہ صرف اندر سے کھل سکتا ہے۔ اور اُسے کلیسیا کے سوا کون کھول سکتا
ہے! جب تک اندر سے دروازہ نہ کھولا جائے، خُداوند یسوعؔ مسیح
کس طرح اندر آ کر شراکت کر سکتا ہے! یہ بات بڑی ہی المناک ہے کہ خُداوند
یسوعؔ مسیح کلیسیا کے باہر ہے۔ وہ فرماتا ہے "جو غالب آئے میں اُسے اپنے
ساتھ تخت پر بٹھاؤں گا۔" اور اس سے بڑھ کر اور کیا وعدہ ہو سکتا ہے کہ
جب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو ہم بھی اس کے ساتھ تخت پر
بیٹھیں گے۔ خُداوند یسوعؔ مسیح کے ساتھ اس کے کام میں شریک ہونے کی
ضرورت ہے۔ افسیوں کے نام خط میں بھی اس وعدے کا ذکر ہے۔ اس
خط کا مطالعہ کیجیے۔

(ب) سات مہروں والی کتاب

ابواب ۴ تا ۷

مکاشفہ کی کتاب کے پہلے تین ابواب میں خُدا قادرِ مطلق کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس کے جلال کی تاب نہیں لائی جاسکتی۔ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے، اور خُداوندوں کا خُداوند ہے، اور تمام مخلوقات اس کے اختیار میں ہے۔ وہ ساری خُدائی پر فرمانروا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ عادل اور مُنصف بھی ہے اور اپنے جلال کے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ طاقت وعظمت، جاہ وحشمت کا وہی مالک ہے۔ وُہ پاک پروردگار ہے اور پاک مسکنوں میں رہنے والا خُدا ہے۔ پاکیزگی اس کی صفت ہے، اور وُہ اپنی کلیسیا سے بھی پاکیزگی کا طلبگار ہے۔ اس کی نگاہیں بدی کو برداشت نہیں کرسکتیں۔ پہلے تین ابواب کے مُطالعہ سے معلوم ہُوا ہے کہ وہ عدالت کرنے کے لیے آئے گا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور اُس سے دُنیا کی کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔ جلالی بادشاہ جو عدالت کرنے والا ہے اپنی کلیساؤں میں چلتا پھرتا ہے۔ وہ کلیسیا کے درمیان ہے۔ اُسے اپنے سے دُور خیال کرنا کوتاہ اندیشی ہے۔ وہ کون سی کلیسیا ہے جس کے ظاہر اور باطن سے وُہ آگاہ نہیں ہے؟ وہ کلیسیا کے ہر قول اور فعل سے واقف ہے۔

پہلے تین ابواب میں سات چراغدانوں اور سات ستاروں کے بھید سے ہم نے آگاہی حاصل کی۔ اب چوتھے اور پانچویں باب کا مطالعہ کیجیے۔ ان ابواب کے مطالعہ سے پہلے یہ جاننا مناسب ہے کہ یہ دونوں ابواب مکاشفہ کی باقی ماندہ کتاب کا ایک قسم کا دیباچہ ہیں۔ چوتھے باب کی پہلی آیت سے ایک نیا مکاشفہ شروع ہوتا ہے۔ اب ہم اسے مفصل طور پر بیان کرتے ہیں۔

۱۔ خُدا قادرِ مطلق اپنے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ وہ اس مکاشفہ کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ اس کے ہاتھ میں سات مہروں والی کتاب ہے۔ اس کتاب میں اُس کے ازلی ارادے محفوظ ہیں، اور ابھی تک ان سے پردہ نہیں اٹھایا گیا۔

۳۔ خُدا قادرِ مطلق باپ یہ کتاب اپنے پیارے بیٹے ہمارے خُداوند یسوع مسیح کو دیتا ہے۔

۴۔ خُداوند یسوع مسیح اس کتاب کو جس سے خُدا کے ازلی ارادے ظاہر ہوتے ہیں کھولتا ہے۔

۵۔ خُداوند یسوع مسیح اپنے رسول یوحنا کی معرفت وہ پیغام جو اس سربمہر کتاب میں مندرج تھا کلیسیا کو بھیجتا ہے۔

یہ رویا ایک ایسی کلیسیا کے لیے ہے جو بڑی مصیبت میں گرفتار ہے لیکن یہ ایذا رسانیاں اور مصائب بہتری کا باعث ہوتے ہیں۔ مقدس یوحنا رسول نے ایک رویا دیکھی۔ اس پر آسمان کے تمام سربستہ راز منکشف ہوئے۔ آسمان پر جو کچھ واقع ہونے کو تھا اس نے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آج سے کئی صدیاں پیشتر اُسے آنے والے زمانہ کے متعلق

رویا دکھائی گئی۔ دراصل جہان دو ہیں اور ان دونوں جہانوں کے درمیان ایک ... ہے۔ اور صرف وہی لوگ اُس جہان کی رویا کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں جو رُوح سے معمور ہوں۔ راقم الحروف اس رویا کے اسرار و رموز پر غور و خوض کرنے لگا۔ تو اُس وقت مجھے یاد آیا کہ میں منصوری کے صحت افزا مقام پر تھا۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہُوا قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ایک محویّت کا عالم تھا۔ دُور دُور پھیلے ہوئے ہرے ہرے کھیت اور پہاڑ پر اُگے ہوئے خوبصورت درخت عجب سماں پیدا کر رہے تھے۔ میدانوں کے نظارے بڑے ہی دلکش تھے۔ جگہ جگہ پھُول کھلے ہوئے تھے۔ اور فطرت بڑے ہی حسین روپ میں تھی۔ پہاڑی گاؤں ابھرتے ہوئے نظر آتے تھے، اور بہتے ہوئے ندی نالے عجیب موسیقی پیش کر رہے تھے۔ اسی محویّت کے عالم میں ڈوبا ہُوا دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر پہاڑ کی ایک طرف بیٹھا ہُوا قدرت کی ان رعنائیوں کی تعریف کر رہا تھا۔ کہ اچانک بادل کے ایک ننھے سے ٹکڑے نے ان تمام نظاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ حسین نظارے آنِ واحد میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، اور اُودے اُودے بادلوں نے ان کی جگہ لے لی۔ وہ لوگ جو پہاڑ کے دامن میں کھڑے تھے، انہیں پہاڑوں کے اوپر کوئی چیز نظر نہ آتی تھی، اور پہاڑ کے اوپر کے لوگ نیچے کے نظاروں کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

بنی نوعِ انسان کا بھی یہی حال تھا۔ ستاروں سے اُوپر اس دنیا دی ماحول سے پرے، مقدّس اور پاکیزہ فضاؤں میں ایک ایسا جہان موجود ہے، جسے ہماری نگاہیں دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتیں۔ جہان جو فلک کی

نظروں سے بھی پرے ہے۔ حقیقی اور لافانی جہان ہے۔ وہ کسی جہان کا نہ تو عکس ہے اور نہ نقل۔ بلکہ ایسا جہان ہے جو ابدالآباد تک قائم رہیگا۔ ہماری آنکھیں اُسے اس لیے نہیں دیکھ سکتیں، کیونکہ اس کے اور ہمارے درمیان ایک بادل یا پردہ ہے۔ یوحنّا رسول کی معرفت وُہ پردہ جو ہمارے اور اس بلند جہان کے درمیان تھا اُٹھ گیا تاکہ ہمیں اس جہان کے اسرار سے آگاہی ہو۔ اس جہان میں جو کچھ واقع ہو رہا ہے اسے جاننا ازبس ضروری ہے۔

اس باب میں آسمان پر ایک دروازہ نظر آتا ہے، جو کھُلا ہُوا ہے۔ یوحنّا رسُول نے اپنی رُوح کی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان پر ایک تخت رکھا ہُوا ہے اور اس تخت پر کوئی بیٹھا ہُوا ہے اور جو اُس پر بیٹھا ہُوا ہے، وُہ سنگِ یشب اور عقیق سا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس تخت کے گرد زمرّد کی سی ایک دھنک ہے۔

یہ تخت اور جو کچھ یوحنّا رسُول نے رویا میں دیکھا ان کا وجود مادّی دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آسمان پر بھی اس دُنیا کی طرح لکڑی یا سنگِ مرمر یا سنگِ یشب کی بنی ہُوئی چیزیں ہیں۔ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں کی طرح فانی نہیں ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ چیزیں جو یوحنّا رسول نے دیکھیں وہ آسمانی تھیں اور زمین کی نہ تھیں۔ بات یُوں ہے کہ روحانی حقائق کو سمجھانے کی غرض سے اس مادّی دنیا کے الفاظ اور روزمرّہ کے محاوروں کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے روحانی حقائق مادّی نہیں بن جایا کرتے، ان کا مقام وہی رہتا ہے۔ محض سمجھانے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ یہ صرف آسمان ہی کی تصویر نہیں ہے، بلکہ

آسمان سے سارا جہان نظر آتا ہے اور اس رویا کا یہ مقصد ہے کہ اس جہا[ن] رنگ و بو میں جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اسی خُدا کے قبضہ اور اختیار میں ہے جو تخت پر جلوہ گر ہے۔ جب وہ سب کچھ ہے اور ساری خُدائی پر اُسی خُدا کی حکومت ہے تو کلیسیا پر اور عوام پر جو مصائب آ[تے] ہیں، وہ بھی اُسی کے اختیار میں ہیں۔ وُہ خُدائے عظیم ہے اور اس کا [illegible] کتنا مہیب ہے۔

مکاشفہ کی کتاب کے اس باب کا مضمون اور سبق زبور ۹۹: ۱، ۲ کی طرح ہے یہ خُدا وند سلطنت کرتا ہے۔ قومیں کانپیں۔ وہ کروبیوں پر بیٹھا ہے۔ زمین لرزے۔ خُدا وند صیوؔن میں بزرگ ہے اور وہ سب قوموں پر بلند و بالا ہے۔"

یہ رویا حزقی ایل نبی کی کتاب کے پہلے اور دسویں باب کی طرح ہے۔ حزقی ایل نبی نے بھی خُدا کے جلال کی رویا دیکھی۔

اس رویا میں ایک کھلا ہُوا دروازہ دکھائی دیتا ہے۔ اس آسمانی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ایک تخت نظر آتا ہے۔ یہ تخت' عدالت اور انصاف کا تخت ہے۔ عدالت اور انصاف کرنے والا قادرِ مُطلق خُدا ہے۔ اور اس حقیقت کو معلوم کر کے بڑی ہی تسلّی ہوتی ہے کہ انصاف کرنے والا خُدا خود ہے۔ جہان کا مرکز خُدا کا تخت ہے۔ آسمان اور زمین دونوں ہی اس کے حکم کے مطابق قائم ہیں۔ سوُرج اور چاند کی گردشیں اور ان کا نظام، سمندر اور اس کی گہرائیاں اور تمام مخلوقات سب اسی کی کاریگری ہے۔ یہ سب کچھ محض "اتفاق یا حادثہ" نہیں ہے، بلکہ خُدائے قادرِ مطلق کی حکمت اور قدرت اس جہان کے نظام میں کارفرما نظر آتی ہے۔ اس

پردے کے پیچھے وہ ہاتھ ہے، جو سارے کارخانے کی کل کو گھما رہا ہے۔ وہ آسمانوں کا خالق اور مالک اس دھرتی اور اس کی کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو کچھ اس دُنیا میں ہوتا ہے وہ آسمان میں بھی ہوتا ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کے اس باب سے یہ سبق ملتا ہے کہ خُدا بادشاہی کرتا ہے۔ وُہ تخت پر بیٹھا ہے۔ اس دنیا کے حکمران اور بادشاہ اپنی مملکت کے لیے قوانین وضع کرتے اور رعایا کی بہتری و بہبُودی کے لیے مختلف سکیمیں تیار کرتے ہیں۔ سلطنت کے ایوانوں میں مملکت کو ایک مثالی مملکت بنانے کے لیے قوم کے رہنما اپنی تجاویز اور سفارشات پیش کرتے ہیں۔ ایوان ان کا جائزہ لیتا ہے اور فائدہ مند تجاویز کو منظور کر کے ایسے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے جس سے اہلِ ملک کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح سے آسمان کا نظام بھی ایک بادشاہ کے ماتحت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ کر رہا ہے۔ اس کی مرضی کامل ہے اور اُس کا سارا نظام بھی کامل ہے۔ دوسرے زبور میں یوّں لکھا ہے۔

"قومیں کس لیے طیش میں ہیں، اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے ہیں! خُداوند اور اس کے مسیح کے خلاف زمین کے بادشاہ صف آرائی کر کے اور حاکم آپس میں مشورہ کر کے کہتے ہیں کہ آؤ ان کے بندھن توڑ ڈالیں، اور ان کی رسّیاں اپنے اوپر سے اُتار پھینکیں۔ وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا۔ خُداوند ان کا مضحکہ اڑائے گا۔ تب وہ اپنے غضب میں اُن سے کلام کرے گا۔ اور اپنے قہرِ شدید میں ان کو پریشان کر دے گا۔"

اس آسمانی رویا میں جو افراد اور شخصیتیں نظر آتی ہیں ان پر غور کیجئے۔ پہلا اور سب سے بزرگ اور اعلیٰ خُدائے قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنے تخت

پر جلوہ افروز ہے۔ قادرِ مطلق خُدا کا جلال اور اُس کی شان و شوکت
اور بے مثال ہے۔ اسی کا نور آسمان پر پھیلا ہوا ہے۔ آسمان پر کی ہر
آنکھ اسی کی طرف لگی ہوئی ہے۔ وہ تمام کائنات اور مخلوقات کا
اور مرکز ہے۔ اُس کی ذات کے بغیر کسی چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا
اُس کی ذات سزا وارِ حمد و ثنا ہے اور وہی مسجودِ ملائک و انس
زمین پر اور آسمان کے اوپر اُس جیسی پر جلال اور عظیم شخصیت کوئی
ہے۔ اس کی کاریگری اور اس کی تعریف کے لیے موزوں الفاظ نہیں
مل سکتے۔

"وہ جلالی تخت جس پر قادرِ مطلق خُدا بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے
گرد چوبیس تخت اور بھی ہیں۔ ان تختوں پر چوبیس بزرگ سفید پوشاک
پہنے ہوئے بیٹھے ہیں، اور ان کے سروں پر سونے کے تاج ہیں۔ یہ چوبیس
بزرگ جو خُدا کے تخت کے گرداگرد چوبیس تختوں پر بیٹھے ہوئے
نظر آتے ہیں، مخلصی یافتہ لوگ ہیں اور ان لوگوں کے نمائندے ہیں
جنہوں نے نجات کی بخشش حاصل کر لی ہے۔ یہ لوگ پرانے اور نئے
عہد نامے کے بزرگ ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ نجات یافتہ
ہیں، وہ خُدا کی حضوری میں اس کے جلالی تخت کے سامنے رہتے ہیں۔
وہ خُدا کے جلال کو ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں۔ مکاشفہ کے ان ابواب
میں متعدد بار ذکر آتا ہے کہ تمام نجات یافتہ لوگ مسیح کی فتح یابی اور
عدالت اور جلال میں شریک ہوں گے۔ لیکن یہ بزرگ اگرچہ بڑے ہی
رتبہ کے مالک ہیں۔ اور انہیں ایک قابلِ فخر مقام حاصل ہے، مگر وہ
اپنے سروں کو اس کے حضور جھکاتے ہیں جو تمام عزت اور تعظیم کے
لائق ہے۔

پانچویں آیت میں تخت پر سات چراغ نظر آتے ہیں جو جل رہے
ہیں۔ چراغ سے مراد پاک روح ہے۔ خدا باپ جو قادرِ مطلق ہے، اس
کے ساتھ خُدا پاک روح بھی ہے۔ چھٹی آیت میں تخت کے بیچ میں اور
گرداگرد چار جاندار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ چاروں جاندار یہ ہیں۔
پہلا ببر کی مانند۔ دوسرا بچھڑے کی مانند۔ تیسرے جاندار کا چہرہ انسان
کی مانند اور چوتھا جاندار اڑتے ہوئے عقاب کی مانند ہے۔ مسیحی مفسرین
نے ان جانداروں کی توضیحات کی ہیں، لیکن کسی توضیح کو نہ تو مکمل اور نہ
حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ چار جاندار تمام ذی عقل مخلوقات
کے نمائندے ہوں! اس سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے کہ ساری مخلوقات
کے نمائندے خُدا کے تخت کے سامنے ہیں، اور وہ اس کا جلال دیکھتے ہیں۔
پولُس رسُول نے رومیوں ۸: ۱۸-۲۲ میں لکھا ہے: "کیونکہ میری
دانست میں اس زمانہ کے دُکھ درد اس لائق نہیں کہ اس کے جلال
کے مقابل ہو سکیں، جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے۔ کیونکہ مخلوقات کمال
آرزو سے خُدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کی راہ دیکھتی ہے۔ اس لیے کہ
مخلوقات بطالت کے اختیار میں کر دی گئی تھی۔ نہ اپنی خوشی سے بلکہ اس
کے باعث جس نے اس کو اس اُمید پر بطالت کے اختیار میں کر دیا کہ
مخلوقات بھی فنا کے قبضہ سے چھوٹ کر خُدا کے فرزندوں کے جلال کی
آزادی میں داخل ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات
مل کر اب تک کراہتی ہے، اور دردِ زہ میں پڑی تڑپتی ہے۔ اور نہ
صرف وہی بلکہ ہم بھی جنہیں روح کے پہلے پھل ملے ہیں، اب اپنے باطن

میں کراہتے ہیں اور لے پالک ہونے یعنی اپنے بدن کی مخلصی کی راہ دیکھتے ہیں"۔

اس سے اشارہ ہے کہ ساری مخلوقات کسی نہ کسی طرح انسان کی مخلصی کی بخشش میں شراکت حاصل کرے گی۔

کتنی دفعہ جب ہم اپنے خدا کی مدح سرائی کرتے اور اس کی عبادت میں سر جھکاتے ہیں، تو وہ خلوص اور دل کی فروتنی جسے خداوند پسند کرتا ہے، ہم میں نہیں ہوتے۔ ہماری عبادت چند مخصوص رسومات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ہم کسی زبور سے عبادت کا آغاز کرتے ہیں اور راگ اور سُر اور لَے میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ گیت یا زبور کے الفاظ پر ہماری توجہ نہیں ہوتی۔ عقل اور سمجھ سے مزامیر گانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پولوس رسول کا فرمان ہے کہ "میں رُوح سے دُعا کروں گا اور عقل سے بھی دُعا کروں گا۔ رُوح سے بھی گاؤں گا اور عقل سے بھی گاؤں گا" (۱۔ کرنتھیوں ۱۴: ۱۵)۔

کبھی کبھی ہم بغیر سوچے سمجھے اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی گیت میں نہ صرف خامیاں ہوتی ہیں بلکہ وہ مسیحی عبادت کی رُوح کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ دُعا مانگتے وقت بھی ظاہری بناوٹ اور دُعا کے الفاظ کی چست بندش پر نظر رہتی ہے۔ اس رویا میں آسمان پر خداوند کی عبادت کا منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ آسمان کی تمام مخلوق... اپنے خدا کے سامنے سر جھکاتی ہے، اور اس کی تعریف کرتی ہے۔

"وہ اپنے تاج یہ کہتے ہوئے اس تخت کے سامنے ڈال دیں گے۔ کہ اے ہمارے خداوند خدا تو ہی تمجید اور [illegible] اور عزت کے لائق ہے"۔

ہمارے لیے بھی ایک پیغام ہے کہ ہم شکرگزاری کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کریں اور جو کچھ کریں سوچ سمجھ کر کریں۔ یہ نہ ہو کہ ہماری عبادت بے معنی ہو۔ مکاشفہ کی کتاب کا چوتھا اور پانچواں باب دیباچہ ہے یا دروازہ۔ مصیبت زدہ کلیسیا جو اپنے دکھوں میں کراہتی ہے اس کے لیے تسلی بخش پیغام ہے۔ اس کلیسیا سے ایمان کی مضبوطی کی خاطر یہ کہا گیا ہے کہ خدا باپ، بیٹا اور رُوح القدس زندہ ہیں، لہٰذا کسی کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ کلیسیا خاطر جمع رکھے۔ اس سے بڑھ کر تسلی بخش پیغام اور کیا ہو سکتا ہے۔

پھر ایک اور سبق بھی ہے۔ خداوند اپنی کلیسیا کے بیچ میں ہے۔ وہ کلیسیا کی روحانی اور جسمانی حالت سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ وہ اُس کے بیچ میں ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے انجیل مقدس میں فرمایا ہے کہ "تمہارا دل نہ گھبرائے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو، مجھ پر بھی ایمان رکھو" (یوحنا ۱۴: ۱)۔

اس رویا میں ہمیں نظر آتا ہے کہ آسمان پر کیا ہو رہا ہے۔ ایک تخت ہے اور اُس پر خدا قادرِ مطلق بیٹھا ہوا ہے اور چوبیس بزرگ اپنے تختوں پر اس کے گرداگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ چار جاندار جو ساری مخلوقات کے نمائندے ہیں، نظر آتے ہیں۔ ان بزرگوں، نجات یافتہ مخلوقات اور جانداروں کا فقط ایک ہی کام ہے۔ وہ شب و روز اُس کی تمجید کرتے رہتے ہیں۔ وہ قادرِ مطلق خدا جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور جس کا روئے زمین کی تمام مخلوقات پر اختیار ہے صرف وہی حمد اور تمجید کے لائق ہے۔ اس گیت کو ہم دنیا کی پیدائش کے لیے خالق خدا کی

تعریف کا گیت کہہ سکتے ہیں۔ ایک گیت آٹھویں آیت میں بھی ہے
یہ جاندار رات دن "بغیر آرام کئے یہ کہتے رہتے ہیں کہ قدّوس۔ قدّوس
قدّوس۔ خداوند خدا قادرِ مطلق جو تھا اور جو ہے اور جو آنے والا ہے"
خدائے قادر کی تعریف و تمجید میں یہ جاندار لگے رہتے ہیں۔ خدا ازلی
اور ابدی ہے۔ ساری مخلوقات اُسی کے ہاتھوں کی کاریگری ہے۔ اور وہ
اپنی ذات میں تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے۔ اس کی آنکھیں بدی
اور ناراستی کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ اُس کے حضور بُرائی ٹھہر ہی نہیں سکتی
کیونکہ اُس کی حضوری سراسر پاک ہے اس کے بعد گیارہویں آیت میں نجات
یافتہ مقدسین کا گیت ہے۔

"اے ہمارے خداوند اور خدا تو ہی تمجید اور عزت اور قدرت کے لائق
ہے کیونکہ تو ہی نے سب چیزیں پیدا کیں اور وہ تیری ہی مرضی سے تھیں
اور پیدا ہوئیں۔"

یعنی قادرِ مطلق خدا ہی خالق اور مالک ہے۔ یہ دنیا اور اُس کے
باشندے، پہاڑ اور سمندر اور ساری مخلوقات کو اسی نے بنایا ہے اور چونکہ
وہی اس دھرتی اور آکاش کا مالک اور خالق ہے اس لیے سب کچھ اسی
کی مرضی اور اختیار سے ظہور میں آتا ہے۔ کائنات میں کوئی ایسی تبدیلی
نہیں ہوتی جس کا اُسے علم نہ ہو، اور اُس کی مرضی سے نہ ہو۔ کوئی واقعہ
محض اتفاقی امر یا حادثہ نہیں ہے۔ اُس کی شان بڑی ہی بلند ہے۔ قدرت
کا کارخانہ اُسی کے ہاتھ میں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ذاتِ باری ہی حمد و
ثنا کے لائق ہے۔ اُس کی عزت اور تمجید تمام مخلوقات پر فرض ہے اور
جب کائنات کا خالق اور مالک ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں کس کا ڈر؟

باب ۵

پانچویں باب میں ایک اور رویا نظر آتی ہے کہ "جو تخت پر بیٹھا
تھا" اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک کتاب" تھی۔" جو اندر سے اور باہر سے
لکھی ہوئی تھی اور اُسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔"

یہ کتاب خدا قادرِ مطلق کے ہاتھ میں تھی جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔
اندر اور باہر سے لکھی ہوئی یہ کتاب ظاہر کرتی ہے کہ اس میں اب کوئی جگہ
نہیں ہے، جہاں ایک حرف یا شوشہ لکھنے کی گنجائش ہو۔ یعنی یہ کتاب
ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ خدا کے ازلی ارادے کی حامل یہ کتاب سربمہر ہے۔
اس میں ایسے راز پوشیدہ ہیں کہ انسان کی ان تک ہرگز ہرگز رسائی
نہیں ہے، اور وہ حدِ ادراک سے پرے ہے۔ وہ تمام راز اپنے معینہ
وقت پر طشت از بام کیے جائیں گے اور اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔
کائنات کی کوئی شے اس قابل نہیں ہے کہ وہ کسی ایک راز پر سے پردہ اُٹھا
سکے۔ یا اس میں سے کسی بات کو اپنی قوت سے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔
اس کتاب کے سربستہ رازوں کا تعلق انجیلی زمانہ کے ساتھ ہے! اور وہ عبادت
جس کی رویا دکھائی گئی ہے، وہ بھی انجیلی زمانہ کے متعلق ہے۔

لیکن اس رویا میں ایک اور چیز بھی نظر آتی ہے۔ وہ گھبراہٹ یا
ناامیدی ہے۔ وہ کتاب جو تخت پر بیٹھنے والے کے ہاتھ میں نظر آئی اور
جس میں خدا کے ازلی اور ابدی ارادے لکھے ہوئے تھے، اس کے متعلق کہا
گیا ہے کہ یوحنا رسول نے "ایک زور آور فرشتہ کو بلند آواز سے یہ منادی
کرتے دیکھا۔ کہ کون اس کتاب کو کھولنے اور اس کی مہریں توڑنے کے

لائق ہے؟ اور کوئی شخص آسمان پر یا زمین پر یا زمین کے نیچے اس کتاب کو کھولنے یا اس پر نظر کرنے کے قابل نہ نکلا" یوحنا یہ سن کر سخت پریشان ہوا اور زار زار رونے لگا۔ اتنی بڑی مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کتاب کی مہریں توڑنے کے قابل نہ تھا، لہذا رسول کی ناامیدی اور تشویش قدرتی تھی۔ خدا کے ازلی ارادے جب تک ظاہر نہ ہوں، مخلوقات سب نعمتوں سے محروم رہتی ہے۔ اور جب یوحنا رسول زار زار رونے لگا تو ایک بزرگ نے بڑے شفقت بھرے لہجہ میں اس سے کہا کہ "یہوداہ کے قبیلہ کا وہ ببر جو داؤد کی اصل ہے، اس کتاب اور اس کی ساتوں مہروں کو کھولنے کے لیے غالب آیا" اب قدرتاً یوحنا رسول اس مژدہ سے بڑا ہی خوش ہوا۔ لیکن شیر ببر کی بجائے اس نے گویا ذبح کیا ہوا برہ دیکھا۔ ذبح کئے ہوئے برے اور ببر میں کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

ذبح کیے ہوئے برے کی تصویر ذرا مقدس پولوس رسول کی زبانی سنئے "ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں۔ جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر قوموں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔ لیکن جو بلائے ہوئے ہیں۔ یہودی ہوں یا یونانی ان کے نزدیک مسیح خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے۔ کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے" (۱۔ کرنتھیوں ۱: ۲۳-۲۵)۔

اس کا یہ مطلب ہے کہ صلیب جو بظاہر شکست کا نشان معلوم ہوتی ہے اُسی سے خدا نے اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر کیا۔ صلیب کے ذریعہ سے ہی خداوند یسوع مسیح نے موت کو جو سب سے بڑا دشمن ہے شکست دی! اسی صلیب کی بدولت اس نے تمام بادشاہوں اور اختیار والوں پر فتح پائی اور

وہ ابدالآباد تک حکومت کرنے کے قابل ہوا۔ مسیح مصلوب ہی وہ فاتح ہے جس نے موت کو فتح کا لقمہ بنا دیا اور ہمیشہ تک موت کو غلام بنا لیا۔ وہ خود مر گیا اور قبر کی ذلت برداشت کی، لیکن قبر میں خدا نے اپنے مقدس کو سڑنے کی نوبت نہ پہنچائی۔ اپنی ظفریاب قیامت کی بدولت وہ تمام دنیا کے شہنشاہوں اور تمام قوموں پر حکومت کرنے والا ہے۔ مقدس پولوس رسول نے لکھا ہے کہ "وہ یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سربلند کیا اور اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔ تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا جھکے، خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں" (فلپیوں ۲: ۸-۱۱)

کسی عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ صلیب خداوند مسیح کی فتح مندی کا وسیلہ ہے، یعنی صلیب کے ذریعہ سے ہی اس نے دنیا کے حملوں کا مقابلہ کیا اور اپنے دشمنوں کو ایسی شکست دی کہ وہ ابدالآباد تک سر نہ اٹھا سکیں گے۔ اس نے صلیب پر اپنی بے داغ نیکی سے، اپنے خاص نفس سے، اپنی بے حد حلیمی سے اور اپنی عجیب محبت سے اس حملے کو توڑ دیا۔ سو صلیب سے ایک نئی طاقت پیدا ہوئی جس سے دنیا تبدیل ہو گئی اور جس سے خدا کی بادشاہی پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مرکزی انصاف اور عدالت کے تخت کے پاس ایک گویا ذبح کیا ہوا برہ ہے۔ یہ برہ دراصل یہوداہ کے قبیلہ کا ببر ہے، جو داؤد کی اصل ہے۔ اس برہ کے اختیار میں دونوں جہان اور تمام مخلوقات ہے۔ اس کی حکومت بحر و بر پر ہے۔ دنیا کے تاجدار اسی کے حضور سرنگوں ہوتے ہیں۔ ذبح کیا ہوا یہ برہ جو یہوداہ کے قبیلہ کا ببر ہے، اس مہر بند کتاب کو خدا

کے ہاتھ سے لینے کے لائق ہے۔ خدا نے اس کتاب کو اس کے ہاتھوں
سپرد کرتے ہوئے آسمان اور زمین کا سارا اختیار اُسے دے دیا اور یہی
ہے کہ آسمان پر رہنے والے تمام بزرگ جو مخلوقات کے نمائندے ہیں
اور فرشتگان اور سب نجات یافتہ لوگ اس کی تعریف و تمجید کرتے رہتے
ہیں۔ لیکن لودیکیہ کی کلیسیا کے نام کے خط میں ہم نے دیکھا کہ یہ جلالی
آپ کے دل کے دروازہ پر کھڑا رہتا ہے، اور وہ اس وقت تک آپ
کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا، جب تک آپ اُسے دعوت نہ دیں۔ جس
طرح تمام جاندار جو مخلوقات کے نمائندے ہیں اور فرشتگان جو خدا قادر
مطلق کے حضور کھڑے رہتے ہیں، اور ہر وقت اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے
ہیں، اسی طرح ہم بھی اپنے سروں کو جھکا کر اس کی عبادت کریں، کیونکہ وہی
معبودِ حقیقی ہے اور خداوندوں کا خداوند ہے۔

خداوند یسوع مسیح جو خدا کا برہ ہے اور جسے خدا کی طرف سے پورا
پورا اختیار ملا ہوا ہے۔ اسی کے ذریعے خدا کے تمام ارادے مکمل ہو
گئے۔ وہی تمام انتظامات کرنے پر قادر ہے۔ اُس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی
نہیں ہو سکتا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اور گلشن ہستی کا پتا پتا اُس کے
اشارے کا منتظر رہتا ہے۔ پھر اسی مکاشفہ کی کتاب میں یہ ذکر بھی ہے
کہ "چاروں جاندار اور چوبیس بزرگ اس برہ کے سامنے گر پڑے اور ہر
ایک کے ہاتھ میں بربط اور عود سے بھرے ہوئے سونے کے پیالے
تھے۔"

اور یہ ایک نیا گیت گانے لگے۔ یہ گیت اپنے نفس مضمون کے لحاظ
سے بالکل نیا تھا۔

"تو ہی اس کتاب کو لینے اور اس کی مہریں کھولنے کے لائق ہے، کیونکہ تو
نے ذبح ہو کر اپنے خون سے ہر ایک قبیلہ اور اہل زبان اور اُمت اور
قوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا اور اُن کو ہمارے خدا کے لیے
ایک بادشاہی اور کاہن بنا دیا اور وہ زمین پر بادشاہی کرتے ہیں۔" (مکاشفہ
۵:۹-۱۰)۔

خداوند یسوع مسیح جو ذبح کیا ہوا برہ ہے اس نے اپنی پاک قربانی
کے ذریعے ایک راستہ کھول دیا تاکہ خدا کا ازلی ارادہ پورا ہو سکے۔ باغ
عدن میں خدا نے آدم کو پیدا کیا، جو اشرف المخلوقات تھا۔ ساری کائنات
کی تکمیل کرنے کے بعد خدا نے انسان کو بنایا اور اس میں تمام خوبیاں
بھر دیں۔ آدم جو خدا کی شبیہ پر تھا، اس کے ساتھ رفاقت رکھنے
والا تھا۔ اپنی خوشی میں شریک کرنے کی غرض سے ہی خدا نے آدم کو پیدا
کیا۔ لیکن گناہ کی آزمائش میں گرنے کے سبب آدم نے گناہ کی پستیوں کو
انتخاب کیا اور وہ خدا کے ازلی ارادہ کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا۔ لیکن
خدا قادرِ مطلق باپ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ اپنے
ارادوں کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ آدم کے گناہ کی وجہ سے، اگرچہ اس کے
ازلی ارادہ کی تکمیل میں رکاوٹ تو ہوئی، لیکن خداوند یسوع مسیح کے کفارہ
نے اس کمی کو پورا کر دیا اور اس طرح سے جو خلا پیدا ہو گیا تھا وہ باقی نہ
رہا۔ ذبح کیا ہوا برہ تمام رکاوٹوں کو دور کرتا ہے، تاکہ ہر ایک قبیلہ اور اہل
زبان اور قوم میں سے لوگ خدا کے ازلی ارادہ کو پورا کر سکیں، اور اس کی
رفاقت میں شامل ہو جائیں اس نے برگزیدہ لوگوں کو خدا کے کام میں
حصہ دار بنایا یعنی کاہنوں کا فرقہ بنا دیا۔ اب ساری کائنات تمام مقدسین

کے ساتھ مل کر برّہ کی حمد و ثنا کرتی ہے، اور باپ کی طرح بیٹے کی بھی
اور تعریف کرتی ہے۔

چاروں جاندار، بزرگ اور لاکھوں اور کروڑوں فرشتوں کی آواز
"ذبح کیا ہوا برّہ ہی قدرت اور دولت اور حکمت اور طاقت
عزّت اور تمجید اور حمد کے لائق ہے۔ پھر میں نے زمین اور آسمان کے
اور سمندر کی سب مخلوقات کو یعنی سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں، یہ
سُنا کہ جو تخت پر بیٹھا ہے اس کی اور برّہ کی حمد اور عزّت اور تمجید ا
سلطنت ابدالآباد رہے اور چاروں جانداروں نے آمین کہا اور بزر
نے گر کر سجدہ کیا" (مکاشفہ ۵: ۱۲-۱۴)۔

مندرجہ بالا رویا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ پردۂ غیب
ہے ظہور میں آنے والا ہے یعنی مستقبل میں واقع ہونے والی تمام باتیں
پیارے خداوند کے ہاتھ میں ہیں، کیونکہ ماضی، حال اور مستقبل کا ا
ہی اختیار ہے۔ ماضی کی کوتاہیوں اور خامیوں کی اُس نے یوں تلافی
کہ اُس نے اپنا قیمتی خون صلیب پر بہایا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ
لوگ جو اس کے خون سے خریدے ہیں یعنی اُس کے اپنے ہیں ان کو کسی طرح
گزند یا نقصان نہ پہنچے۔ دشمن موجود ہیں اور ارضی و سماوی آفات ہر وقت
تیار رہتی ہیں تاکہ اس کے لوگوں کو کسی مصیبت میں گرفتار کر کے ان کے دینی
پست کر دیں لیکن کسی بلا کو اجازت نہیں ہے، کہ اس کے اپنے لوگوں کو دُکھ د
اس لیے یہ پیغام ہمت افزا ہے، اور اس سے ایمان کو تقویت پہنچتی ہے۔ لیکن
لوگ جو دیدہ و دانستہ اس کی حکم عدولی کرتے ہیں اور اس کے کلام کی پروا
نہیں کرتے اور اس کی ... ں کو خود نہیں سمجھتے، وہ مصائب میں گرفتا

ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے عظیم عذاب ہے اور یہ بات بڑی ہی ہولناک
ہے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف اپنے ایک دوست کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر رہا
تھا۔ وہ دوست ایک مسیحی گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ لیکن اُس نے خداوند
مسیح کی مقدور بھر ستائش نہ کی تھی اور اپنے قول و فعل سے بھی اُس کا
انکار کیا تھا۔ وہ بڑے فخر سے کہنے لگا کہ میں خداوند مسیح کو تو محض انسان
سمجھتا ہوں، لیکن خدا قادر مطلق پر میرا ایمان ہے۔ لیکن میرا دوست ایمان
کی مبادیات سے بالکل کورا تھا۔ اسے مسیحی زندگی کی ابجد سے بھی واقفیت
نہ تھی، کیونکہ مکاشفہ کی کتاب اور انجیلِ مقدّس میں دوسرے حوالہ جات سے
معلوم ہوتا ہے کہ:-

"آسمان اور زمین کا کل اختیار" بیٹے کے ہاتھ میں ہے اور جو بیٹے پر ایمان
نہیں لاتا وہ خدا پر ایمان نہیں لاتا۔ جو بیٹے کی عزّت نہیں کرتا وہ خدا باپ کی
کس طرح عزّت کر سکتا! باپ اور بیٹا دونوں ایک ہیں۔ بیٹے کی عزّت باپ
کی عزّت ہے اور اگر کوئی بیٹے کو ردّ کرے گا۔ تو وہ خود ردّ کیا جائے گا۔ جو
آدمیوں کے سامنے بیٹے کا انکار کرے گا خداوند یسوع مسیح خدا اور اُس
کے فرشتوں کے سامنے ایسے آدمی کا انکار کرے گا۔ جنہوں نے بیٹے کو ردّ
کیا اُن کے لیے عبرانیوں ۶: ۴-۸ میں ایک ہولناک سزا کا ذکر ہے۔" اگر
وہ برگشتہ ہو جائیں تو انہیں توبہ کے لیے نیا بنانا ناممکن ہے، اس لیے
کہ وہ خداوند کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ
ذلیل کرتے ہیں۔"

پھر عبرانیوں ۱۰: ۲۶-۳۱ میں اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں

ذکر ہوا ہے کہ جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کے لیے گناہ کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہولناک آتش مخالفوں کو کھا جائے گی جس نے خدا کے بیٹے کو پامال کیا وہ سزا کے لائق ٹھہرے گا۔

اِس سے ہمارے لیے ایک سبق یہ ہے کہ ہماری نجات کوئی شخصی بات نہیں ہے۔ یعنی ہم نے اس بڑی بخشش کو اپنی کسی خوبی یا لیاقت کی وجہ سے حاصل نہیں کیا، بلکہ یہ سب کچھ خُدا کے ازلی ارادہ سے ہُوا۔ اور نجات حاصل کرنا یا نجات کی نعمت سے سرفراز ہونا کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑی ہی عظیم چیز ہے۔ اور خُدا کے ازلی ارادوں کو ظاہر کرتی ہے۔ ہمیں خُدا کی تمجید کرنی چاہیئے۔ تمام مخلوقات، چرندے، پرندے وغیرہ اُسے اپنا محبُوب مانتے ہیں، اور اس کی ستائش کرتے ہیں، اور ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی حمد و ستائش کے گیت گاتے رہیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب ہم یہ خیال کریں کہ ہماری نجات بڑی اہم بات ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی عظیم احسان نہیں۔ جب ہم اس حقیقت کا اعتراف کر لیں گے تو ہم بھی آسمانی مخلوقات کے ساتھ مل کر ہر وقت اس کی حمد و ثنا کے گیت گایا کریں گے۔ کیونکہ صرف اُسی کی ذات ہی واجبُ التعظیم اور عبادت کے لائق ہے۔

باب ۶

مکاشفہ کی کتاب کا چھٹا باب بھی ایسے مناظر پیش کرتا ہے، جن میں کلیسیا آزمائش اور اذیت میں مبتلا ہے۔ برّہ مہروں کو کھولتا ہے

اور ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ برہ باری باری ان ساتوں مہروں کو کھولتا ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب سے لے کر اب تک کلیسیا کی مشکلات اور اس کے دشمنوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی تسلی اور حوصلہ افزائی کا پیغام بھی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کا سب سے عظیم مضمون یہی ہے کہ ہر زمانہ میں کلیسیا کو سنبھالا دیا جائے تاکہ مشکلات اور مصائب میں اس کے حوصلے پست نہ ہو جائیں، بلکہ وہ آگے ہی بڑھتی چلی جائے۔ چوتھے باب کی مرکزی بات یہ ہے کہ آسمان پر ایک تخت پر خُدائے قادرِ مطلق باپ جلوہ گر ہے، اور بزرگ اور فرشتے اس کے اِرد گرد ہیں۔ یعنی باری تعالیٰ کو ہی سب چیزوں پر فوقیت اور بزرگی حاصل ہے۔ خواہ وہ چیزیں زمین کی ہوں یا آسمان کی، وہ سب پر حکمران ہے۔ وہ خدا جو بادشاہ ہے اپنا ازلی ارادہ پورا کر رہا ہے اور کوئی چیز اس کے ارادے کے سامنے حائل نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ اختیار والا خدا ہے اور اُسی نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ کلیسیا کے اطمینان اور تسلی کی خاطر یہی بات کافی ہے کہ اُس کا خُدا قادرِ مطلق خدا ہے، اور کائنات کا سارا انتظام وہی چلا رہا ہے۔

کلیسیا کے مصائب اَنگنت اور اُس کے دشمن لاتعداد ہیں۔ چاروں طرف سے دشمن اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ شیطان اور اس کی سب طاقتیں اُس کے خلاف صف آرا ہوتی ہیں۔ لیکن جس وقت کلیسیا پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں، تو اُسے یاد آتا ہے کہ اس کا خُدا جس پر اُس کا پورا ایمان ہے وہ اُسے ان مصائب سے رہائی بخشے گا، تو کلیسیا کے سامنے تسلی ہی تسلی ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ خدا

کے ہاتھ میں ہے، اور وہ آسمان پر تخت نشین ہے، یعنی سب سے اعلیٰ اور
اور بالا قادرِ مطلق باپ ہے۔

پانچویں باب میں اسی قادرِ مطلق خدا نے اپنا سارا اختیار برّہ کو
دے دیا ہے۔ خدا قادرِ مطلق جو ساری دنیا پر حکومت کرتا ہے اس نے
سب کو برّے کے سپرد کر دیا۔ ہماری خاطر اپنی جان دینے والا اور تمام
دنیا کے گناہوں کو اٹھا لے جانے والا ذبح کیا ہوا برّہ ہے۔ اس کے
ہاتھ میں سب کچھ ہے اور خدا اپنے ارادے اس کے ذریعے پورے کر
رہا ہے۔ اس سے ہمیں بڑی ہی تسلی ہوتی ہے۔ کیونکہ سارے اختیار والا
برّہ ہماری خاطر اپنی جان دیتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ ہماری خاطر اور فدا
کے لیے کر رہا ہے۔ یہ دونوں باب ساری کتاب کا دیباچہ کہے جا سکتے ہیں
کیونکہ وہ واقعات جو رونما ہونے کو ہیں اُن کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔
قادرِ مطلق خدا اپنے جلالی تخت پر ہے۔ لیکن وہ خداوند یسوع مسیح کے
ذریعے سے اپنے ازلی ارادے پورے کروائے گا، کیونکہ اس نے اپنے
بیٹے کے اختیار میں سب کچھ دے دیا ہے۔ چوتھے اور پانچویں ابواب
میں ایک اور چیز نظر آتی ہے جو بڑی ہی تسلی کا باعث ہے۔ آسمان پر جاندار
اور بزرگ دکھائی دیتے ہیں، یہ سب باشندوں اور مخلوقات کے نمائندے
ہیں۔ وہ تمام انسان جنہوں نے خدا کے بیٹے کے کفارہ کے وسیلہ سے مخلصی
حاصل کر لی ہے اور نجات یافتہ ہیں، آسمان کے یہ بزرگ ان کی نمائندگی کرتے
ہیں۔ آسمان کی مخلوقات لاکھوں بلکہ کروڑوں فرشتوں کے ساتھ اس کی حمد
و ستائش کرتی ہے، کیونکہ آسمانیوں کو معلوم ہے کہ خدا ہی حکومت کرتا ہے
اور خداوند یسوع مسیح کے اختیار میں ہی سب کچھ ہے یعنی جو کچھ ہو رہا

ہے اُس میں اسی کی مرضی کارفرما ہے کیونکہ سب کچھ اُسی کے ہاتھ میں
دے دیا گیا ہے۔

ہمیں یہ بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ چھٹے باب میں
اور اس کے بعد جو کچھ بھی واقع ہونے والا ہے، وہ خداوند یسوع مسیح
کی آمدِ اوّل اور آمدِ ثانی کے درمیانی زمانے کے واقعات ہیں اور یہ زمانہ
جس میں ہم زندہ ہیں اس میں متعدد وہی باتیں ہو رہی ہیں جن کا اشارہ
مکاشفہ کی کتاب میں کیا گیا ہے۔ چھٹے باب کے آغاز میں برّہ کتاب کی پہلی مہر
کو کھولتا ہے یعنی اس کا کام شروع ہوتا ہے۔ جونہی برّہ مہر کھولتا ہے ان
چاروں جانداروں میں سے ایک گرج کی سی آواز آتی ہے کہ آ۔ اور ایک
سفید گھوڑا اور اس پر اس کا سوار نظر آتا ہے۔ سوار کے ہاتھ میں کمان
ہے اور وہ فتح کرتا ہوا نکلتا ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ سوار
جو سفید گھوڑے پر سوار ہے اور فتح کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ خداوند
یسوع مسیح ہے۔ خداوند یسوع مسیح وہ عظیم الشان فاتح ہے جو قدرت
اور جلال کے ساتھ تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھا اور موت پر ابدی
فتح حاصل کی۔ اس کی قیامت فتح کا نشان ہے۔ اس سے اس کی جلالی
آمد مراد ہے کہ وہ اپنی آمدِ ثانی تک فتح پاتا رہے گا۔ اور اس کے تمام
دشمن اس کے حضور سرنگوں رہیں گے۔ اس کی کلیسیا جو اس کا مظہر ہے
ترقی کرتی جاتی ہے۔ اس کا قدم ہمیشہ آگے کو اٹھتا ہے۔ خداوند یسوع
مسیح کی بادشاہی کی شان و شوکت بامِ عروج پر رہتی ہے۔ وہ حکومت
کرتا ہے اور اپنا اختیار ظاہر کرتا ہے۔ خدا کے کلام، روح القدس اور اس کے
شاگردوں کی گواہی کے ذریعے اس کا اختیار ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

کے شاگرد دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے اُس کی حمد و ثنا گاتے ہیں اور ہر وقت اُس کو قدوس قدوس، قدوس کہتے رہتے ہیں۔ اس کے باشندوں کے ذریعہ سے بھی اُسی کا جلال ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ عدالت کا نرسنگا پھونکا جاتا ہے، اور غضب کا پیالہ لبالب بھرا ہوا نظر آتا ہے۔

ان سب سے یہ مُراد ہے کہ خُداوند یسوع مسیح فتح مند ہے اور تمام دشمنوں کو پامال کر رہا ہے اور وہ ابد تک فتح حاصل کرتا رہے گا۔ یہ سوار جو سفید گھوڑے پر سوار ہے اور جسے ایک تاج دیا گیا ہے، خُداوند یسوع مسیح کے سوا اور کون ہو سکتا ہے! یہ تاج اور کمان اس کے اختیار کی نشانیاں ہیں۔

اِس کے بعد اور مُہریں کھول جاتی ہیں اور تین گھوڑے اور ان کے سوار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تین گھوڑے جنگ، قحط اور موت کا نشان ہیں۔ ان گھوڑوں کا مطلب سمجھنے کی غرض سے ہمیں پرانے عہدنامہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

حزقی ایل ۵: ۱۵-۱۷؛ ۱۱: ۱۹؛ ۱۴: ۲۱؛ ۳۳: ۱۱ اور اس کے ساتھ ہی زکریاہ ۱: ۸ کا مطالعہ کیجیے۔ مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پرانے عہدنامہ میں بھی خُدا نے اپنے بندوں کو لڑائیوں، قحط اور مصیبتوں سے آگاہ کیا ہے۔ تاریخِ انسان کا کوئی دور ان باتوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔

جنگ و جدل، قید و بند اور مصائب تاریخ کے ہر دور میں موجود ہوتے ہیں۔ ان قدرتی واقعات کو خُدا اپنے مقاصد کی خاطر استعمال کرتا ہے۔ پرانے عہدنامہ کے علاوہ نئے عہدنامہ میں خُداوند یسوع مسیح

کی اپنی تعلیم ملاحظہ کیجیے۔

متی ۲۴: ۶-۱۰؛ مرقس ۱۳: ۷-۹؛ لوقا ۲۱: ۱۰-۱۳۔ نئے عہدنامہ کے مندرجہ بالا حوالوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند یسوع مسیح نے لڑائیوں کی پیشینگوئی کی۔ اس نے فرمایا کہ جگہ جگہ کال پڑیں گے اور مری سے بڑی تباہی ہوگی، اور اُس نے اپنے شاگردوں کو تلقین کی کہ اس قسم کے واقعات کو دیکھ کر گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ایسی باتیں تو مصیبتوں کا شروع ہی ہیں۔ خُداوند یسوع مسیح کو معلوم تھا کہ جب اُس کی بادشاہی ترقی کرے گی تو جنگ و جدل کا بازار گرم ہوگا۔ طرح طرح کے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ بدامنی اور بے اطمینانی کا دور دورہ ہوگا۔ اور اُس نے اپنے لوگوں کو کہا کہ وہ ہرگز نہ گھبرائیں، کیونکہ ایسی باتوں کا واقع ہونا ضروری ہے۔

خُدا اپنا ارادہ اِسی طرح سے پورا کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسی مصیبتیں ایمانداروں کے لیے مخصوص ہیں، اور کچھ ایسی تکالیف بھی ہیں، جو ساری دُنیا پر نازل ہوتیں۔ ان کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بھی تکلیف ہوئی تھی۔ اسی طرح سے ہر زمانہ میں جب اس دُنیا پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، تو کلیسیا بھی دُکھ اٹھاتی ہے، کیونکہ سب کچھ خُدا قادرِ مطلق باپ کی مرضی سے ہوتا ہے۔

برّہ نے دوسری مُہر کھولی تو ایک گھوڑا نکلا جس کا رنگ لال تھا۔ اس پر بھی ایک سوار تھا، اور اس سوار کو اختیار تھا کہ وہ زمین پر سے صلح سفید صلح کا نشان ہے اور لال جنگ کا۔ اس لال رنگ کے گھوڑے

اُٹھالے۔ جس وقت دُنیا میں یا زمین پر صُلح نہ رہے تو دشمنی کا راج ہو
ہے۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہوتا اور انسانی خون سے دھرتی سرخ ہو
جاتی ہے۔ محبت اور پیار کا زمانہ نہ رہے تو انسان ایک دوسرے کے
خون کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ اس سوار کو ایک بڑی تلوار دی گئی۔ یہ
جنگ کا نشان ہے۔ تلوار جب نیام سے باہر نکلتی ہے تو امن عام کو
تباہ کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ متی ۱۰: ۳۴ ملاحظہ فرمائیے جہاں
نے کہا "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صُلح کرانے آیا ہوں۔ صُلح کرانے
نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں"۔ ہر ایک پھول انگارہ بن جاتا
ہے اور شیریں پانی کے چشمے ناگدونے کی سی تلخی کے حامل ہو جاتے
ہیں۔

خُداوند یسوعؔ مسیح کی قیامت اور اس کے صعُود سے لے کر آج
تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ لال گھوڑا ان مذہبی
لڑائیوں کو ظاہر کرتا ہے جن میں مسیحی ایمانداروں کو اپنے قیمتی خون کی
قربانی دینی پڑے گی۔ مسیحی شہیدوں نے اپنے ایمان کو محفوظ رکھا
گلزارِ مسیحیت کو اپنی قربانی سے سینچتے رہے۔ رُومی زمانہ سے لے کر
بیسویں صدی تک مذہبی لڑائیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ لال گھوڑا اگرچہ
سب لڑائیوں کو ظاہر کرتا ہے مگر مذہبی لڑائیاں اِس کا خاص
مطلب ہے۔

تیسری مُہر کھولی گئی تو کالا گھوڑا نظر آیا۔ یہ گھوڑا کال کو ظاہر
کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عظیم جنگوں کے بعد قحط پھُوٹ پڑتا
ہے۔

اس کالے گھوڑے کے سوار کے ہاتھ میں ترازُو ہے یعنی کھانے
پینے کی اشیاء تول کر دی جاتی ہیں۔ پچھلی جنگوں میں راشن بندی کا اعلان
ہوا۔ جس مُلک میں جنگ کی سی حالت ہوتی ہے۔ وہاں راشن بندی شروع
ہو جاتی ہے کیونکہ ملک کا دفاع کرنے والی فوجوں کے لیے سامانِ رسد
کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

چھٹی آیت کا پھر مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ مسیحی کلیسیا خاص طور
پر ہدف ملامت ہے۔ اُس پر کرم کی نظر نہیں ہوتی۔ گیہوں اور جو وزن
کر کے دیے جاتے ہیں یعنی ان کا راشن ہوتا ہے۔ کبھی کبھی زیادہ تکلیف
نہیں ہوتی لیکن مکاشفہ کی کتاب میں جو نظارہ دکھایا گیا ہے اُس کے
مطابق غُربا اور مسیحی ایماندار بڑی مصیبت کا شکار ہیں۔ وہ بڑی مشکل سے
زندگی کے دن بسر کرتے ہیں۔

اب چوتھی مُہر کھولی جاتی ہے۔ ایک زرد سا گھوڑا نظر آتا ہے۔ اُس
کے سوار کا نام موت ہے۔ جنگ۔ قحط۔ مَوت اور زندگی کی دُوسری مُصیبتیں
لازم و ملزوم ہیں۔ جس وقت حملہ آور فوجیں کسی ملک میں یلغار کرتی ہیں تو
تباہی و بربادی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو اُن کے اپنے
ایمان کی وجہ سے قتل بھی کیا جاتا ہے۔ بے قصُور لوگ بڑی بڑی مُصیبتیں
برداشت کرتے ہیں۔ خُداوند یسوعؔ مسیح کے زمانہ سے لے کر اب تک
لاکھوں بے قصور مسیحی جنگی مُصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ زرد رنگ موت
اور پژمُردگی کا نشان ہے۔ مَوت اور مصائب زمین کے رہنے والوں کی
زندگی اجیرن بناتے رہیں گے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ برّہ نے چار مہریں یکے بعد دیگرے کھولیں اور

ہر ایک کے کھوٹے جلنے پر کیا کچھ ظہور میں آیا۔ اسی طرح ہر روز
اور ہر زمانہ میں خدا کے ازلی ارادے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ
ظاہر ہو رہے ہیں۔ آج بھی اُس کا ارادہ پورا ہو رہا ہے۔ صرف دیکھنے
والی آنکھ کی ضرورت ہے۔

اب پانچویں مہر کھولی جاتی ہے۔ وہ برگزیدہ اور مبارک ہستیاں
جنہوں نے گواہی کی خاطر اپنی جانیں برّے کے نام پر قربان کر دی تھیں
اُن کی رُوحیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ رُوحیں قادرِ مطلق خدا سے بڑی
آواز سے چلّا کر ایک اہم سوال کرتی ہیں: "اے مالک! اے قدوس
و برحق! تو کب تک انصاف نہ کرے گا اور زمین کے رہنے والوں
سے ہمارے خون کا بدلہ نہ لے گا؟" ہابل کے زمانہ سے لے کر اب تک
راستباز دُکھ اٹھاتے آتے ہیں۔ دُشمنانِ کلیسیا ایذا رسانی کے منصوبے
بناتے ہیں اور مقدّسین کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ ظالم
اپنے کینہ کی آتش کو ٹھنڈا کرتے ہیں اور کلیسیا دکھوں کو برداشت
کرتی رہتی ہے۔ ستانے والوں کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچتا اور دُنیاوی
طور پر بڑے مزے کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خدا نافرمان لوگوں کو کوئی
سزا نہیں دیتا اور کبھی کبھی مایوسی کے بادل بھی چھا جاتے ہیں کیونکہ
ظلم و ستم کا دور ختم ہونے کا نام نہیں لیتا اور جابر اور شیطان صفت
لوگوں کو قرار واقعی سزا نہیں ملتی۔ آخر اس کا سبب بھی تو کچھ ہے؟ اس
سوال کا تسلی بخش جواب انسان نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کے متعلق کچھ
نہ کچھ کہا ضرور جا سکتا ہے۔

(۱) حق تعالیٰ کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وُہ تحمّل اور صبر کرتا ہے۔

کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ خداوند خدائے رحیم اور مہربان ہے غصّہ
کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفا میں غنی ہے۔ وہ ہزاروں پر فضل کرنے
والا۔ تقصیر اور خطا کو بخشنے والا ہے۔ لیکن وہ مجرم کو ہرگز بے سزا نہ چھوڑے
گا۔ بلکہ باپ دادوں کے گناہوں کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تیسری اور
چوتھی پشت تک دیتا ہے۔" اُس کے ہاں دیر ضرور ہے مگر اندھیر نہیں۔
گنہگار کو سزا ضرور ملتی ہے۔ لیکن وقتوں اور زمانوں کا اختیار صرف اسی کے
پاس ہے۔ وہی انصاف کرنے والا ہے۔ پیدائش ۴ باب میں قائن اور
ہابل کا واقع درج ہے۔ دنیا کی تاریخ کا یہ سب سے پہلا قتل ہے۔ جب
ایک شکی القلب بھائی نے اپنے حقیقی بھائی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔
حسد اور بغض کی آگ ایسی بھڑکی کہ جب تک ہابل کا خون نہ بہایا گیا وہ
ٹھنڈی نہ ہو سکی۔ پر خدا قادرِ مطلق سب کچھ دیکھتا تھا۔ قائن نے قتل
سے لاعلمی کا اظہار کیا اور خدائے قادر نے صبر سے کام لیا۔ وُہ انسان نہیں
کہ جوش انتقام میں آکر کوئی کام کرے۔ پھر نوحؔ کے زمانہ کو لیجئے۔ لوگ
نافرمان اور سرکش ہو گئے تھے۔ اُن لوگوں کی اخلاقی حالت بہت ہی پست
تھی اور وہ شب و روز گناہ آلود زندگی بسر کر رہے تھے۔ گناہ نے ان کی نیکی
کی حس کو بالکل مردہ کر دیا تھا اور خدا نے یہ سب کچھ دیکھا اور مناسب
وقت تک صبر کرتا رہا۔ نوحؔ کو کشتی تیار کرنے کا حکم ہوا تاکہ اس کا خاندان
اور زمین کے جانور طوفان سے محفوظ رہیں۔ نوحؔ کے طوفان کی کسی نے پرواہ
نہ کی۔ صرف آٹھ جانیں طوفان میں تباہ ہونے سے بچیں۔ طوفانِ نوحؔ نے
ساری سرزمین کو ویران کر دیا۔ انسانوں، حیوانوں، چرندوں اور پرندوں
کی لاشیں پانی کی سطح پر تیرتی تھیں۔ وہ طوفان جس سے بچنے کی منادی

ہو چکی تھی۔ اور خداوند نے بڑے صبر سے کام لیا تھا۔ اس نے نافرمانوں کو ہلاک کر دیا۔

خداوند یسوع مسیح کے اپنے زمانہ میں گناہ اور نافرمانی کی حد نہ تھی۔ یہودی قوم نے پیغام خداوندی کی پروا نہ کی بلکہ لوگوں نے خداوند یسوع کو طرح طرح سے ستایا۔ اس پر بہتان طرازیاں کیں۔ اُسے گنہگاروں کا یار اور کھاؤ تک کہا۔ اور اگرچہ وہ خدا کا پیارا بیٹا تھا پھر بھی اُس کے ستانے والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ سردار کاہن، اُس کے منہ پر تھوکنے والے، کفر بکنے والے اور پیلاطُس پر عذاب الٰہی نازل نہ ہُوا۔ یہوداہ اسکریوتی جس نے بے وفائی کی اور فریب سے اپنے مالک خداوند کو پکڑوایا، خداوند نے اُسے بھی کوئی سزا نہ دی۔ یہوداہ اسکریوتی نے خودکشی کی تھی۔ اُس وقت سے لے کر آج تک خدا صبر کر رہا ہے۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور کبھی کبھی حیران ہو کر ہم پکار اُٹھتے ہیں کہ" خدا اپنے دشمنوں کو کیوں بھسم نہیں کرتا؟" اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق ہی خداوند سب کچھ کرتا ہے۔ اُس کے صبر اور تحمل کے صرف دو ہی مقاصد ہیں۔

(۱) گنہگاروں کو توبہ کا موقع دینا تاکہ وہ رجوع لائیں اور اپنے بڑے کاموں پر پشیمان ہو کر توبہ کریں۔ کیونکہ خدا کسی گنہگار کی موت نہیں چاہتا۔ ہمارا منجی خداوند یسوع مسیح چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات حاصل کریں اور حق کو پہچانیں تاکہ ہلاک نہ ہوں۔ دیکھئے ۱۔تیمتھیس ۲: ۴)

خدا اپنے وعدے پورے کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ بعض سمجھتے ہیں کہ خدا ان کے بارے میں تحمل کرتا ہے، کیونکہ وہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا۔

بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے۔ دیکھئے ۲۔پطرس ۳: ۹۔

مقدس پولوس رسول رومیوں ۲: ۴ میں یوں لکھتا ہے " تو اُس کی مہربانی اور تحمل اور صبر کی دولت کو ناچیز جانتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ خدا کی مہربانی تجھ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے۔"

(۲) "اُس کا ایک دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان کا گناہ مکمل ہو جائے۔" مکاشفہ ۶: ۱۱ ملاحظہ فرمائیے۔ " تھوڑی مدت آرام کرو جب تک کہ تمہارے ہم خدمت اور بھائیوں کا بھی شمار پورا نہ ہو لے جو تمہاری طرح قتل ہونے والے ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ شہیدوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور بہت سے مسیحی جو خدا کی خدمت کر رہے ہیں ان پر مصیبتیں نازل ہوں گی اور وہ اُس کے نام کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ اور جب شہیدوں کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تو خدا ان لوگوں کو سزا دے گا جنہوں نے اُن کو ستایا تھا۔ مقدس پولوس رسول نے رومیوں ۹: ۲۲ میں کہا ہے:" پس کیا تعجب ہے اگر خدا اپنا غضب ظاہر کرنے اور اپنی قدرت آشکارہ کرنے کے ارادہ سے غضب کے برتنوں کے ساتھ جو ہلاکت کے لیے تیار ہوئے تھے نہایت تحمل سے پیش آیا۔"

کلام مقدس کی ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں دیر ہے مگر اندھیر نہیں۔ جس وقت ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اور دکھ اور تکالیف ہمارا جینا دوبھر کر دیں اور دنیا کے لوگ ہمارا تمسخر اڑائیں اور اس کے نام کی خاطر ہمیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جائیں تو ہمیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ بعض اوقات ہم بد دل ہو جاتے ہیں

کہ قصور واروں کو سزا نہیں ملتی اور ہمیں ستانے والے مزے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ بد باطن ستانے والوں کو خُداوند موقع دے رہا ہے تاکہ وہ توبہ کریں۔ ہمیں ایسے لوگوں کے لیے دعا کرنی چاہیئے۔ ستفنس کی دُعا نے ساؤل کو پولوس بنا دیا اور یہی پولوس دُنیائے مسیحیت کا وہ نامور مبلّغ ہے جس نے اپنے پیارے خُداوند کی خاطر ہر طرح کا دکھ برداشت کیا اور سرزمین یورپ میں صلیب کے پرچم گاڑ دیئے۔ ستفنس کے قتل کے بعد کلیسیا سراسیمہ و خوف زدہ تھی، لیکن وقت آنے پر کلیسیا کا بد ترین دشمن بھی اس کا بہترین دوست بن گیا۔ اور اس نے نہ صرف خود خُداوند یسوع مسیح کو قبول کیا بلکہ ہزاروں بُت پرستوں کو خُداوند کا کلام سُنایا اور انہیں قائل کر کے خُداوند یسوع مسیح کا سچا شیدائی بنا دیا۔

کلامِ مقدس میں صبر اور تحمّل کی تلقین کی گئی ہے وہ جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے اور جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے وہ جانتا ہے کہ نظامِ عالم کو کیسے چلانا چاہیئے۔ اس کے ارادے اور فیصلے فہم و ادراک سے پرے ہیں۔ گیارھویں آیت میں لکھا ہے۔ "اور ان میں سے ہر ایک کو سفید جامہ دیا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ اور تھوڑی مدت آرام کرو جب تک کہ تمہارے ہم خدمت اور بھائیوں کا بھی شمار پُورا نہ ہو لے جو تمہاری طرح قتل ہونے والے ہیں۔"

سفید جامہ پاکیزگی کا نشان ہے۔ ان لوگوں کو آرام کی نعمت عطا کی گئی۔ وہ لوگ جو خُداوند کی طرح دُکھ اٹھاتے اور شہید ہوتے ہیں اُنہیں آرام ملتا ہے، لیکن ستانے والوں کو جلدی سزا نہیں ملتی۔ ہمیں اس پر

پریشان نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وقت پُورا ہونے پر خُدا بدلہ ضرور لے گا، اور اُس کے حضور بدکردار لوگ بے سزا نہ چھوٹیں گے۔

چھٹی مُہر کے کھولے جانے کے وقت آسمان اور زمین پر خوفناک نشان ظاہر ہوئے۔ سُورج چاند اور ستاروں کی عجیب حالت ہوئی۔ اس قسم کا انقلاب دیکھ کر لوگوں کے دل ڈہل گئے۔ اور جب اجرامِ فلکی کا یہ حال ہو تو زمین کے رہنے والوں کا گھبرا جانا لازمی تھا۔ لوگوں نے ڈر کے مارے بھاگنا شروع کیا۔ اور پہاڑوں کی غاروں میں پناہ گزین ہوئے تاکہ خُدا اور برّے کے قہر و غضب سے بچ جائیں۔ اس سے پیشتر خُدا کے صبر اور تحمّل کا بیان ہوا ہے، لیکن آخر کسی چیز کی حد ہوتی ہے۔ چھٹی مُہر کے وقت جو کچھ ظہور میں آیا اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بدکرداروں اور ستانے والوں کو ان کے کیے کی سزا ضرور ملتی ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں بے شمار ایسے واقعات موجود ہیں کہ جب لوگوں نے سمجھا کہ بس اب دُنیا کا خاتمہ ہُوا چاہتا ہے۔ ظُلم کا دور شروع ہُوا، وحشت اور بربریت نے انسانی تہذیب اور تمدّن کو ملیا میٹ کرنے کی قسم کھا لی۔ معصوم بچّوں اور صنفِ نازک کو طرح طرح کی مصیبتوں میں ڈالا گیا۔ وزی گوتھ روم پر حملہ آور ہوئے۔ اُن خونخوار درندوں نے روم کی ہنستی کھیلتی آبادی کو تباہ و برباد کر دیا۔ جی بھر کر شہر کو لُوٹا اور یُوں اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ ۴۱۲ء میں بادشاہ ایلرک (ALARIC) نے اس خوبصورت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ آگسٹین نے اپنی مشہور و معروف کتاب "شہرِ خُدا" (CITY OF GOD) میں لکھا ہے کہ روم کا شہر جو اپنی خوبصورتی اور شان و شوکت کے لحاظ سے بے مثال تھا برباد ہو رہا ہے۔ لیکن وہ

شہر جو خدا کا شہر ہے وہ ابد الآباد تک قائم رہے گا۔" اس خوبصورت
شہر سے مُراد خدا کی بادشاہی ہے، جو ہمیشہ قائم رہے گی اور جس کا کبھی
خاتمہ نہ ہوگا۔

دُنیا میں اکثر زلزلے اور بھونچال آیا کرتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر لوگ
خیال کیا کرتے ہیں کہ دنیا کا خاتمہ آن پہنچا ہے۔ جب دنیا پر جنگ کے
خوفناک بادل چھا جاتے ہیں اور جنگ کے الٹی میٹم کے ساتھ خوف
وہراس کی فضا طاری ہو جاتی ہے، تو عوام سمجھتے ہیں کہ بس اب دُنیا کا
خاتمہ ہُوا چاہتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب بھی
جنگِ عظیم اوّل کے خاتمہ کا اعلان ہُوا اور صلح کے عہد نامے پر دستخط
ہوئے، پُرانا زمانہ ماضی کی زینت بن گیا۔ ۱۹۱۷ء میں اشتراکیت کو غلبہ
حاصل ہوا۔ بادشاہی وقار پر ضرب کاری لگی اور امرا اور وزرا کی شان
وشوکت جاتی رہی۔

اس حصّے کے آخر میں مُقدس رسُول نے ہمیں تسلی و تشفی کا پیغام
دیا ہے۔ آئیے یاد کریں کہ مکاشفہ کی کتاب کے ۴ تا ۱۷ ابواب کا مضمون
ہے: "کلیسیا آزمائش اور اذیت میں مبتلا ہے۔"
لال گھوڑا جنگ کی نشانی ہے۔ کالا گھوڑا قحط، غربت اور بے
انصافی کو ظاہر کرتا ہے۔ بھوک کی فراوانی ہوگی۔ قحط کی وجہ سے ہزاروں
لوگ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ لیکن وہ رُوحیں جو گواہی کے
سبب شہید ہُوئی تھیں، ہم نے ان کی پُکار کو بھی سُنا۔ خُداوند تعالیٰ
کا ہی ساری دُنیا پر اختیار ہے اور وہ آسمان پر تخت نشین ہے۔ لیکن
ان تمام مناظر سے ایک بات عیاں ہے کہ اگرچہ کلیسیا پر مصائب نازل ہوتے

ہیں پھر بھی کلیسیا ترقی کرتی رہتی ہے، اور یہ تمام مُصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔

باب ۷

ساتویں باب میں زمین کے چاروں کونوں پر چار فرشتے کھڑے نظر آتے
ہیں۔ ان فرشتوں کا ہَوا پر اختیار تھا پھر ایک اور فرشتے کے ہاتھ میں
زندہ خُدا کی مُہر دکھائی دیتی ہے جو ان لوگوں پر کی گئی جو مصائب
کی بھٹی میں پڑے اور اب سرخرو ہو کر نکلے ہیں۔ مکاشفہ کی کتاب
مصیبت زدہ اور دکھ درد کی ماری کلیسیا کے لیے خوشی اور انبساط کا
پیغام دینے والی ہے۔ لیکن وہ کلیسیا جو لاپرواہ ہے اور جسے اپنے مقام کو پہچاننے
کا احساس تک نہیں ہے۔ اس کے لیے عبرت کی کتاب ہے، تاکہ اُس کے
واقعات کو دیکھ کر وہ اپنی روش کو درست کر لے۔

اس باب میں جس گروہ کا ذکر ہے وہ لوگ ہیں جن کے ماتھے پر خُدائی
مُہر کی گئی ہے۔ یہ مُہر ایک لاکھ چوالیس ہزار لوگوں پر کی گئی ہے۔ مکاشفہ
کی کتاب میں لکھی ہوئی باتیں نہ ہی صرف ماضی، حال اور مستقبل کی باتیں ہیں
بلکہ یہ باتیں عالمگیر زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار کا
عدد قابلِ غور ہے۔ یہ عدد کاملیت کا عدد ہے۔ یہ تمام لوگ جن پر مُہر
کی گئی، بنی اسرائیل کے قبیلوں کے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور بھیڑ کی
تصویر بھی نظر آتی ہے۔ اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھیڑ ہر ایک قوم
اور قبیلہ۔ اُمت اور اہلِ زبان میں سے تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس
بھیڑ میں نہ صرف یہودی تھے بلکہ بے شمار دوسرے لوگ بھی تھے۔ ہمارے

لیے بڑی ہی تسلی کی بات ہے کہ پاکستان کی کلیسیائیں بھی لیے لوگ
ہیں جن پر زندہ خُدا کی مہر لگی ہوئی ہے اور وہ لوگ اس مُبارک
میں شامل ہیں۔

اس بھیڑ کے لوگوں کی مبارک حالی کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ ساتویں
کے آخر تک مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ بھیڑ ہر وقت خُدا کی
کرتی رہتی ہے۔ یہ بھیڑ سفید جامے پہنے ہوئے ہے۔ اور ہر ایک کے
ہاتھ میں کھجور کی ڈالیاں ہیں۔ یہ بھیڑ خُدا اور برّے کی حمد و ثنا کرتی ہے
کہ نجات خُداوند کی طرف سے ہے۔ اس بھیڑ کے متعلق لکھا ہے کہ
زندگی کی ضروریات کا کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ جو تخت پر بیٹھا
ان پر اپنا خیمہ تانے گا۔ ان کو نہ بھوک لگے گی نہ پیاس ستائے گی۔ گرمی
اور سردی سے وہ ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ برّہ ان کی گلہ بانی کرے گا
وہ اس بھیڑ کو آبِ حیات کے چشمہ کے پاس لے جائے گا۔ خُدا اُن کی
آنکھوں کے آنسو پونچھ دے گا۔ یہ لوگ کتنے مبارک ہیں کہ انہیں کسی قسم
کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ لوگ کون ہیں؟

یہ لوگ وہ ہیں جو مصائب کو برداشت کرتے رہے ہیں اور اب
وہ ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کرکے ان پر غالب آئے ہیں۔ اگرچہ وہ
بہت سخت آزمائش میں گرفتار رہے۔ پھر بھی ان کا ایمان مضبوط رہا۔
دراصل مصائب کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ایمان مستحکم ہو۔ مقدس
پولوس رسول نے رومیوں ۵: ۲-۵ میں اس کا ذکر کیا ہے "اور
صرف یہی نہیں بلکہ مصیبتوں میں بھی فخر کریں۔ یہ جان کر کہ مصیبت سے صبر
پیدا ہوتا ہے اور صبر سے پختگی اور پختگی سے اُمید ہوتی ہے اور اُمید سے

شرمندگی حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ روح القدس جو ہم کو بخشا گیا ہے اُس
کے وسیلہ سے خُدا کی محبت ہمارے دلوں میں ڈالی گئی ہے۔"

یعقوب کا خط بھی ملاحظہ کیجیے۔ "اے میرے بھائیو! جب تم طرح
طرح کی آزمائشوں میں پڑو تو اس کو یہ جان کر کمال خوشی کی بات سمجھنا
کہ تمہارے ایمان کی آزمائش صبر پیدا کرتی ہے اور صبر کو اپنا پورا کام
کرنے دو، تاکہ تم پورے اور کامل ہو جاؤ اور تم میں کسی بات کی کمی
نہ رہے۔" (یعقوب ۱: ۲-۴) پطرس رسول نے بھی اپنے خط میں یوں
لکھا ہے کہ ایک لازوال میراث تمہارے واسطے آسمان پر محفوظ ہے۔
"اس کے سبب سے تم خوشی مناتے ہو۔ اگرچہ چند روز کے لیے
ضرورت کی وجہ سے طرح طرح کی آزمائشوں کے سبب سے غمزدہ ہوا ور
یہ اس لیے ہے کہ تمہارا آزمایا ہوا ایمان جو آگ سے آزمائے ہوئے
فانی سونے سے بھی بہت ہی بیش قیمت ہے، یسوع مسیح کے ظہور کے
وقت تعریف اور جلال اور عزت کا باعث ٹھہرے۔" (۱-پطرس ۱: ۶-۷)۔

آج کل ہماری کلیسیاؤں کا کیا حال ہے؟

جب ہماری آنکھیں خُداوند پر لگی ہوتی ہیں تو وہ مشکلات اور آزمائشوں
میں سے گزر کر ہمارے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ کیا ہم تابعداری سے اُسے
موقع دینے کے لیے تیار ہیں کہ وہ اس طریقے سے ہمیں مضبوط اور صاف
کر سکے۔

ہر ایک قوم اور قبیلہ اور اُمت اور اہلِ زبان کی یہ بڑی بھیڑ سفید
جامے پہنے ہوئے تھی۔ اس بھیڑ کے ہر ایک شخص نے اپنے جامے برّے
کے خون سے دھوئے ہوئے تھے۔ برگزیدوں کی جماعت کی یہ خاص صفت

ہے کہ ان کے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے:

۱۔ ان برگزیدوں نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے جامے میلے اور کچیلے ہیں اور طرح طرح کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا انہیں دھونے کی ضرورت ہے تاکہ وہ صاف ہو جائیں۔

۲۔ انہیں یہ محسوس ہوا کہ گناہ آلودہ جامے صرف برّہ کے مقدس خون ہی میں دھل کر سفید ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں گناہ کے داغوں کو دھونے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ انسان کو از سرِ نو پاک اور صاف کرنے کے لیے صرف برّے کے خون میں ہی دھویا جا سکتا ہے۔

۳۔ اس بھیڑ میں شامل ہونے سے پیشتر ہر ایک شخص نے فرداً فرداً اپنے باطن پر نگاہ ڈالی اور دل سے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ چشمہ جس سے گناہ دھوئے جا سکتے ہیں میرے ہی لیے ہے۔ ان کا یہ فیصلہ اپنے انفرادی اقرار پر تھا۔ انہیں اپنے گھناؤنے کاموں سے گھن آتی ہے اور وہ پاکیزگی کے خواہاں تھے۔ کلیسیا کے ہر فرد کے لیے شخصی اقرار اور فیصلے کی ضرورت ہے۔

ہمیں یہ بات ہرگز ہرگز نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ خدا نجات کی نعمت مفت عطا فرماتا ہے۔ یہ وہ برکت ہے جس کی قیمت ادا کی جا چکی ہے، لیکن حقیقت کو ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ خدا کا کوئی وعدہ غیر مشروط نہیں ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ ہم اپنی ضرورت کو محسوس کریں اور اپنے لیے خود فیصلہ کریں۔ اس قسم کے فیصلے کسی پر خود بخود نہیں لادے جا سکتے بلکہ افراد اپنے دل سے فیصلہ کرتے ہیں اور یہ فیصلہ اُن کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔

آئیے اس بھیڑ پر غور کریں۔ کیا ہم بھی اس بھیڑ میں شامل ہیں؟ کیا ہم

نے اپنی مصیبتوں میں کوئی سبق سیکھا ہے؟

کیا ہمارا جامہ بھی برّے کے پاک خون میں دھل کر سفید ہو گیا ہے؟

ہمیں ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ہمارا جامہ میلا نہ ہو یا ہمارے کسی بھائی کے جامے سے زیادہ صاف ہو، بلکہ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ جامہ "بہت زیادہ صاف" ہو پھر ایک اور چیز بھی ہے کہ صرف برّے کے خون ہی میں وہ خصوصیت ہے جو ہمارے میلے جاموں کو صاف کر سکتا ہے۔ اگر آپ کا جامہ میلا ہے تو آئیے برّے کے مقدس خون میں اُسے دھولیں کیونکہ وہ کلوری سے جو چشمہ جاری ہوا وہ ہر دم رواں دواں ہے اور اس سے گناہ کے تمام داغ دھل سکتے ہیں۔

ج۔ اِنصاف کے سات نرسنگے

ابواب ۸ تا ۱۱

خُدا کے برگزیدوں پر طرح طرح کی آفتیں ٹوٹتی ہیں اور وہ بڑی ہی مُصیبت میں رہتے ہیں۔ وہ دن رات خُدا کے حضور گڑگڑا کر آہ وزاری کرتے رہتے ہیں کہ ان کی فریاد کو شرف قبولیت ملے۔ کیا خدا اپنے برگزیدوں کا انتقام نہیں لے گا؟ خُدا کے برگزیدوں کو ستانے والے انصاف سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ انصاف کے سات نرسنگے پھُونکے جاتے ہیں۔ وُہ واقعات جو رونما ہونے کو ہیں یہ سات نرسنگے اُن کے سلسلے کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ واقعات یکے بعد دیگرے ظہور میں آئے۔ ہر زمانہ میں اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور آج کا زمانہ بھی اس قسم کی باتوں سے خالی نہیں ہے۔ نرسنگے پھُونکے جانے کے بعد جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہ کسی ایسی نشانی یا کسی خاص واقعہ کو ظاہر نہیں کرتا جس کا کسی ایک زمانے کے ساتھ تعلق ہو، بلکہ یہ وہ مصائب ہیں جو کسی زمانہ میں، کسی سال یا کسی دن ظہور میں آئیں گے۔ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں اس قسم کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ یہ نرسنگے انتقامی ہیں۔ دُشمنانِ کلیسیا نے برگزیدوں پر دستِ ظلم دراز کیا، اور کلیسیا کو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار کیا۔ مخالفت کا طوفان اُٹھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گلزارِ کلیسیا بادِ مخالف کے مسموم جھونکوں

کی تاب نہ لا سکے گا اور ویران ہو جائے گا۔ لیکن خدا بے دین اور مخالفینِ مسیح کو توبہ کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ خدا کی عدالت کا ایک ہولناک دن مقرر ہے، تاہم یہ مصائب خُدا کے آخری غضب کا مکمل نشان نہیں ہیں، بلکہ یہ پہلی عدالت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان سے مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں ہمدردی کے جذبات بیدار ہوں اور احساس و شعور کی وہ تاریں جو دم توڑ چکی ہیں ان میں از سرِ نو زندگی کی رُوح پھُونکی جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جب نرسنگا پھونکا جاتا ہے تو اس سے آگاہ کیا جاتا ہے، اور پھر پیالے انڈیلے جاتے ہیں۔ نرسنگے پھُونکے گئے اور اُن سے جو کچھ ظہور میں آیا، دنیا نے اُسے دیکھا اور حیران و ششدر رہ گئی۔ زمین اور سمندر، سورج، چاند اور ستاروں پر اثر ہُوا اور اُن کے تہائی حصّے متاثر ہوئے۔ نرسنگا محض اس لیے پھُونکا جاتا ہے تاکہ لوگ ہوشیار ہو جائیں۔ اس کے لیے حزقی ایل ۳۳ : ۲۰ کا مطالعہ کیجئے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ انصاف کے نرسنگوں کا دنیا کے تمام حصّوں پر اثر ہوتا ہے۔ زمین، سمندر، دریا، چشموں، چاند، سورج اور ستاروں پر بھی نرسنگے کا اثر ہوتا ہے۔ اور جب اس قسم کا اثر ہو تو جور و ستم کرنے والوں کو کس جگہ پناہ مل سکتی ہے! یہ سات نرسنگے ایک ترتیب سے پھُونکے جاتے ہیں پہلے چار نرسنگے پھُونکے جاتے ہیں اور ان کے پھُونکے جانے پر ظالموں کو جسمانی تکلیف پہنچتی ہے، لیکن تین نرسنگے پہلے چار نرسنگوں کی نسبت زیادہ دُکھ کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تین نرسنگے رُوحانی دُکھ اور کرب کا پیش خیمہ ہیں، اور ان تین نرسنگوں کے پھُونکے جانے سے پیشتر ایک عقاب کو بڑی آواز سے یہ کہتے سُنا جاتا ہے کہ "ان تین فرشتوں کے

نرسنگوں کی آوازوں کے سبب سے جن کا پھونکنا ابھی باقی ہے زمین کے رہنے والوں پر افسوس! افسوس! افسوس!"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ مُنہ کھولے ہے تاکہ اُن تمام لوگوں کو جو ظالم اور گنہگار ہیں ہڑپ کر جائے۔ نرسنگے پھونکے جانے پر کچھ مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ دراصل یہ عدالت کا نقشہ ہے اور ان مصائب کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے جس سے مصر کی دس آفات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں جو اولے، آگ، تاریکی اور ٹڈیوں کی صورت میں مصریوں پر نازل ہوئیں۔ ہر زمانہ میں جب ظلم کی فراوانی ہوتی ہے اور استعماریت محکوموں کا خون چوستی ہے، اور ان سے تمام قسم کی مراعات چھین کر انہیں غلاموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے تو خدائی قہر ظالموں پر ٹوٹتا ہے۔ وہ دنیا جہاں فرعونیت صفت حاکموں کی اجارہ داری ہوتی ہے اور دوسری مخلوق کو حقیر ذرّے سمجھا جاتا ہے وہاں کسی نہ کسی دن بدی کے خرمن پر خدا کے انتقام کی بجلی گرتی ہے اور سب کچھ بھسم کر دیتی ہے۔ ظلم وستم کی دُنیا رُوحانی طور پر مصر ہے اور اسی قسم کے مصر میں ہمارے خداوند یسوع مسیح کو مصلوب کیا گیا اور اس کے مُنہ پر تھوکا گیا۔ (مکاشفہ ۱۱: ۸)۔

اب ذرا آٹھویں باب کے آغاز میں ساتویں مُہر کھلنے کا منظر دیکھئے۔ مُہر کھلتی ہے اور آسمان میں خاموشی چھائی رہتی۔ عہدِ عتیق میں انبیاء کے صحیفوں میں مرقوم ہے کہ قادرِ مطلق کی عدالت کے وقت خاموشی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حبقوق ۲: ۲۰، صفنیاہ ۱: ۷؛ زکریاہ ۲: ۱۳۔

باب ۸

کتنے خوبصورت انداز میں فرشتہ کو سونے کا عُود سوز لیے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ وُہ فرشتہ قربان گاہ کے اُوپر کھڑا ہُوا اور اس کو بہت سا عُود دیا گیا۔ عُود سوز میں بہت سا عُود خداوند مسیح کی اُس آسمانی شفاعت کو ظاہر کرتا ہے جو اذیت میں مُبتلا کلیسیا کے لیے ہے۔ جب دنت مقدسوں پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں تو وہ خدا کے حضور دُعا مانگتے ہیں۔ لیکن جب تک خداوند یسوع مسیح کی شفاعت کی بخشش سے وُہ فیضیاب نہ ہوں اُن کی دعائیہ زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ قادرِ مُطلق خدا جو اپنے آسمانی تخت پر جلوہ افروز ہے اُس کے کان ہمیشہ اپنے برگزیدہ بچوں کی منتوں اور شکرگزاریوں کی طرف لگے رہتے ہیں۔ وہ فریادیں سنتا ہے اور اُن کا جواب دیتا ہے۔ فرشتہ نے اس عُود سوز کو لیا۔ اس میں سے عُود نکالا جا چکا تھا۔ اُس نے اس کو قربان گاہ کی آگ سے بھر لیا اور اُسے زمین پر خالی کر دیا۔ اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادرِ مُطلق خدا جو آسمانی تخت پر بیٹھا ہے، اُس نے اپنے پیارے برگزیدہ لوگوں کی دعاؤں کو سُن لیا ہے۔ کیونکہ زمین پر جو دُکھ اور مصیبتیں نازل ہوئیں وہ سب اس کی وجہ سے ہیں۔ مصیبت زدہ ایماندار فریاد کرتے ہیں وہ اپنے خدا کو پکارتے ہیں اور اُس کے حضور اپنی دُکھ بھری کہانی بیان کرتے ہیں۔ خدا ان مصیبتوں کے ذریعے ایمانداروں کو ایک خاص سبق دیتا ہے کیونکہ وہ خدا کے ازلی ارادہ میں شریک ہیں اور اگر وہ دُکھ برداشت کر رہے ہیں۔ تو اُن کی

مُصیبت سے اُس کا ارادہ پُورا ہوتا ہے۔ جس طرح مصر کی تمام آفتیں خُداوند کے حکم سے نازل ہوئیں، اسی طرح سے ہر زمانہ میں جو آفت آتی ہے وُہ بھی اُسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ اُس کے حکم کے بغیر پتّا بھی نہیں ہِل سکتا۔ یہ مصیبتیں ظاہر کرتی ہیں کہ خُداوند قادرِ مطلق انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اُس کی طرف رجُوع کرے تاکہ وُہ بھی اُس کے ازلی ارادہ میں شریک ہو جائے۔

نرسنگے کے پھُونکے جانے پر جو مُصیبتیں نازل ہوئیں وُہ خُداوند یسوُع مسیح کی آمدِ اوّل و آمدِ ثانی کے زمانہ میں بد باطن لوگوں پر نازل ہوتی رہیں۔ اب ہمارا خُداوند آسمان پر ہے۔ وہ خُدا باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ دُنیا کی طاقتیں جو کلیسیا پر ظلم کرتی ہیں اُنھوں نے شرکائے کلیسیا پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے ان پر بلائیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سب آفتیں خشکی پر واقع ہوں گی اور یہ سب کچھ ہمارے خُداوند یسوُع مسیح کے زیرِ فرمان ہو گا کیونکہ اُسے زمین اور آسمان کا سارا اختیار بخشا گیا ہے۔ ان سارے واقعات سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ صرف آگاہی کے نرسنگے ہیں کیونکہ صرف ایک تہائی زمین کا نقصان ہُوا۔

اب دوسرا نرسنگا دیکھیے۔ اس نرسنگے کے پھُونکے جانے پر اُن مصائب کا ظہور ہُوا جو سمندر پر واقع ہوں گے۔ ان مصیبتوں کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ گنہگار شریروں کو قرار واقعی سزا ملے اور دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔

تیسرا نرسنگا پھُونکا گیا اور ایک بڑا ستارہ مشعل کی طرح جلتا ہُوا آسمان سے ٹوٹا اور تہائی دریاؤں اور پانی کے چشموں پر آ پڑا۔" دریا اور پانی کے چشمے خشکی پر ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے، کہ سیلاب آئیں گے

اور بہُت سے لوگ سیلاب سے تباہ ہو جائیں گے اور بہُت سے لوگ سیلاب میں ڈوب مریں گے۔ اب چوتھے فرشتے کی باری آئی اور اُس نے نرسنگا پھُونکا۔ تہائی سوُرج اور تہائی چاند اور تہائی ستاروں کو صدمہ پہنچا۔ وہ بُرائیاں اور گھناؤنے کام جو اس دُنیا اور آسمانی میدان میں ہو رہے ہیں ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آٹھویں باب کی آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چار نرسنگوں کی نسبت باقی تین نرسنگے زیادہ خوفناک تباہی کا پیش خیمہ ہیں۔

باب ۹

پانچویں فرشتہ نے نرسنگا پھُونکا اور آسمان سے زمین پر ایک ستارہ گرتا ہوا دکھائی دیا۔ یُوحنّا عارف نے شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرتے ہوئے دیکھا۔ جب بادل گرجتے ہیں اور بجلی کوندتی ہے اور جس وقت بجلی آسمان کی بلندیوں پر سے کڑکتی ہوئی زمین پر گرتی ہے تو کلیجے دہل جاتے ہیں۔

جس وقت خُداوند یسوُع مسیح نے اپنی زمینی خدمت کا آغاز کیا تو اُس وقت مندرجہ بالا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس نے اپنے ستّر شاگردوں کو انجیل کی منادی کے لیے گرد و نواح کے گاؤں میں بھیجا، اور انہیں اس نے خاص ہدایات دیں اور جب شاگردوں نے واپس آ کر اپنے تجربات بیان کیے تو خُداوند یسوُع مسیح نے کہا کہ "میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہُوا دیکھ رہا تھا۔" لُوقا ۱۰: ۱۸

یہ تصویر انجیلی زبان کی ہے۔ شیطان آسمان سے گر پڑا۔ اپنے مقام کو کھو کر انسانیت کے دُشمن کی آتش انتقام بھڑک اٹھتی ہے اور وہ "اتھاہ گڑھے" کو کھولتا ہے۔ اس گڑھے میں بدی اور گناہ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیطان بدی کو اکساتا ہے تاکہ وہ بنی نوع انسان پر اپنا جادو چلائے اور انہیں اپنے چنگل میں جکڑے۔ شیطان "اتھاہ گڑھے" کا مُنہ کھول کر دُنیا میں شرارتوں اور گناہوں کی فراوانی کر دیتا ہے۔ گناہ کے بُرے اثرات محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس تصویر سے صاف ظاہر ہے کہ شر کا سرچشمہ شیطان ہے۔ بُرے منصوبے اور گھناؤنے خیالات اُسی کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ سازشوں کو جنم دیتا ہے اور شرارتیں اور گناہ اُس کے اشاروں کے منتظر ہیں۔ شیطان کا بدی کی طاقت پر پورا پورا اختیار ہے۔ موسیٰ کے زمانے میں مصر پر ٹڈیوں کی آفت نازل ہوئی۔ شیطان نے "اتھاہ گڑھے" میں سے "بھٹی کا سا دھواں" نکالا اور پھر ٹڈیوں کی خطرناک فوجیں برآمد ہوئیں۔ ٹڈیوں کی اس مصیبت سے مراد "تاریکی کی وہ فوجیں ہیں جو سکھ اور چین کی دُشمن ہیں۔ جس طرح ٹڈیاں تمام قسم کی سبزی ترکاری کو چٹ کر جاتی ہیں اُسی طرح سے یہ ٹڈیاں انسانوں پر مصائب کا باعث بنتی ہیں۔ ظالم اور بے انصاف حکمران ٹڈیوں کی آفت سے مشابہ ہیں اور تاریکی کے دَور کی عکاسی کرتے ہیں۔ شیطان مجسم تاریکی ہے وہ نور کا دُشمن ہے۔ وہ دُنیا پر اندھیرا ہی اندھیرا دیکھنا چاہتا ہے۔ اس منظر میں شیطان نے بنی نوع انسان پر بڑا ہی دباؤ ڈالا اور اُن سے روشنی کو چھین لیا۔ ان ٹڈیوں کی شکل بڑی ہی ہولناک ہے۔ ان کے ڈنک مارنے سے خدائی میں کہرام سا مچ جاتا ہے۔ اس اتھاہ گڑھے

کے فرشتہ کا نام جو اُن کا بادشاہ تھا عبرانی میں ابدّون اور یونانی میں اپلیون ہے۔

شیطان بڑا ہی کینہ جُو اور فتنہ پرور ہے۔ اُسے راستبازی، خوشی، اطمینان، حکمت اور دانش سے نفرت ہے۔ اس منظر میں تباہی اور بربادی کی بڑی ہی خوفناک تصویر پیش کی گئی ہے اور اس قسم کے تمام کام شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

چھٹے فرشتے کے نرسنگا پھونکنے پر جنگ کی ہولناکیاں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ "فوجوں کے سوار بیس کروڑ" سواروں کے "بکتر آگ اور سنبل اور گندھک" کے سے تھے۔ اور گھوڑوں کے سر ببر کے سے اور اُن کے مُنہ سے آگ اور دھواں اور گندھک نکلتی تھی۔ یہ جنگ بڑی ہی تباہ کن معلوم ہوتی ہے مگر اس جنگ سے مراد کوئی خاص جنگ نہیں جو ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے، بلکہ اس جنگ میں تمام جنگیں شامل ہیں جو ہو چکی ہیں یا ہو رہی ہیں۔ اس سے پیشتر ہم نے چھٹی مہر کا حال پڑھا ہے۔ چھٹی مہر کے کھولے جانے کے وقت بھی بڑی خوفناک نشانیاں دکھائی دیں۔ آزمائش اور اذیت ہر وقت انسان کے ساتھ ہیں اور جنگ تباہی اور بربادی کا نشان ہے۔ لیکن اگر تمام بنی نوع انسان جنگ کی وجہ سے دُکھ اٹھاتے ہیں تو ایماندار بھی اس دُکھ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ چھٹے نرسنگے کے پھونکے جانے کا مقصد یہی ہے کہ بے ایمانوں کو سزا دی جائے تاکہ انہیں عبرت ہو۔ چھٹے نرسنگے کے پھونکے جانے کے وقت دریائے فرات کا ذکر ہوتا ہے۔ یوحنا عارف عبرانی انبیاء کی روحانی نسل سے تھا۔ عہدِ عتیق کے تمام نبیوں نے جب کبھی ظالم دشمنوں کی رویا دیکھی ہے تو انہیں دریائے

فرات کی وادی سے آتے دیکھا ہے۔ اسوری اور بابلی اور فارسی اسی دریائے
فرات کی طرف سے یورش کرتے ہوئے آئے۔ یسعیاہ ۱۰: ۵ میں لکھا ہے کہ
"اسور یعنی میرے قہر کے عصا پر افسوس! جو لٹھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ
میرے قہر کا ہتھیار ہے۔"

سو خدا نے ایک غیر قوم کو بنی اسرائیل کو سزا دینے کے لیے استعمال کیا۔
وہ قوم جو اُس کی برگزیدہ قوم تھی جب وہ سرکش ہوئی اور اس نے زمانہ
خداوندی کی نافرمانی کی تو اُسے سزا دینے کی غرض سے اسور کے بادشاہ کا
انتخاب ہوا۔ خدا نے ایک زبردست قوم کو اس مقصد کے لیے استعمال
کیا۔ لیکن اسور کو اس بات کا قطعاً احساس نہیں تھا کہ خدا اُسے اپنے
مقصد کو پورا کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

مکاشفہ کی کتاب میں یوحنا عارف نے بھی گو دشمن کو دریائے فرات
سے آتے بیان کیا ہے لیکن مجازاً اس سے مراد رُومی حکومت ہے جو بڑی ہی
عظیم الشان تھی اور اس کے بہادروں کی جرأت اور جوانمردی کے افسانے
زبان زدِ عام تھے۔ اور نہ صرف رُومی حکومت بلکہ وہ تمام زبردست قومیں
جو محض سزا دینے کی خاطر خدا استعمال میں لاتا ہے۔ دریائے فرات قہاری
اور جباری کی رُوح کا نام ہے۔ جب اس قسم کی رُوح انسان میں داخل ہو جاتی
ہے تو اس کا نتیجہ بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے اور اس خطرناک نتیجے کا
بیان نویں باب میں ہے۔

لیکن ان تمام ارضی و سماوی آفات کے باوجود بُرے انسانوں نے
توبہ نہ کی اور وہ اپنی بُری روشوں پر قائم رہے۔ ناعاقبت اندیش لوگوں
نے خدا کے احکام کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے خدا کی شریعت کی طرف توجہ

ی اور وہ شیاطین کی اور سونے اور چاندی اور پیتل اور پتھر اور لکڑی کی
ورتوں کی پرستش کرنے سے باز نہ آئے۔ گناہ کے نشہ میں متوالے لوگ اپنی
زناکاری اور جادوگری سے توبہ نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگ ضدی اور سنگدل
ہو جاتے ہیں۔ لیکن آخرکار اُن کے تمام مکروہ افعال کی وجہ سے ان پر غضب نازل
ہوتا ہے اور ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

مکاشفہ کی کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں آگ اور گندھک کا ذکر
ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح آگ اور گندھک کسی چیز کو جلا کر راکھ کر
دیتی ہیں، اسی طرح رُوحانی اور جسمانی قوتیں جو بربادی اور تباہی لاتی ہیں وہ
بڑی ہی خطرناک ہیں چونکہ اس تباہی اور بربادی کا باعث گناہ ہے، پس
گناہ بہت ہی ہولناک چیز ہے۔ گناہ کی قوتوں پر غالب آنا بہت ہی ضروری
بات ہے۔ نویں باب میں ٹڈیوں کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ "انہیں زمین کے
بچھوؤں کی سی طاقت دی گئی اور اُن سے کہا گیا کہ اُن آدمیوں کے سوا جن کے
ماتھے پر خدا کی مُہر نہیں زمین کی گھاس یا کسی ہریاول یا کسی درخت کو ضرر
نہ پہنچانا۔ اور اُنہیں جان سے مارنے کا نہیں بلکہ پانچ مہینے تک لوگوں کو
اذیت دینے کا اختیار دیا گیا اور ان کی اذیت ایسی تھی جیسے بچھو کے ڈنک
مارنے سے آدمی کو ہوتی ہے" (مکاشفہ ۹: ۲-۵)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
شیطان کی طاقت محدود ہے اور اُسے لامتناہی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ شیطان سب کچھ کر سکتا ہے۔ اُس کے اختیار کی حد بندی
کی گئی ہے۔

اب تیسری اور آخری آفت یعنی آخری عدالت کا اعلان کرنے کے لیے ایک
اور فرشتہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس فرشتہ کی تصویر مکاشفہ کی کتاب کے دسویں باب

میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ "ایسی بڑی آواز سے چلّایا جیسے ببر دھاڑتا ہے"
اور فرشتہ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ "اب اور دیر نہ ہوگی"۔ روزِ عدالت
جس کا انتظار کیا جا رہا تھا اور قادرِ مطلق کی راہ میں شہید ہونے والے
مقدسین جس دن کے لیے چشم براہ ہیں وہ انصاف کا دن ضرور آئے گا۔
موجودہ زمانے میں بھی یہی صورت ہے۔ کلیسیا پر مصیبتیں آتی ہیں۔ دنیا کی
قومیں کلیسیا کو نقصان پہنچانے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ کلیسیا کی ترقی
کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، لیکن آخرکار کلیسیا فتح و
نصرت کے شادیانے بجاتی ہوئی اپنی منزل کی طرف جادہ پیما ہوتی ہے۔
مکاشفہ کے دسویں اور گیارھویں باب سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے۔

د۔ پیغمبر اور شیر

ابواب ۱۰، ۱۱

مکاشفہ کی کتاب کے گذشتہ ابواب میں دورانِ مطالعہ ہم نے دیکھا
ہے کہ بنی نوعِ انسان پر خدا کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوئیں
اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا "تاکہ وہ اپنے بُرے کاموں سے توبہ کرے
اور اپنی بُری روش سے باز آئے۔ ہر زمانہ میں خدا کی طرف سے انبیاء
آتے رہے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے توبہ کی منادی کی، لیکن اس
دھرتی کے رہنے والوں نے انبیاء کی پرواہ نہ کی۔ خدا کے کلام کو سننے سے
گریز کیا اور بعض لوگوں نے کلام کو سن کر دیدہ دانستہ اس کی خلاف
ورزی کی۔ لیکن خدا قادرِ مطلق باپ ہے۔ وہ انسان کو مخلصی اور نجات کی
دولت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنے اس ارادہ کو ظاہر کرے گا۔
مکاشفہ کی کتاب کے دسویں باب کا یہی مضمون ہے۔

گیارھویں باب کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ
سب کچھ خدا کے ازلی ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حزقی ایل
۸:۱۲ ؛ ۲:۲ ؛ یرمیاہ ۱۵: ۱۶-۲۱ کا مطالعہ کیجیے۔ ان حوالوں میں ان
نبیوں کو حکم ہوا کہ وہ خدا کے کلام کو کھا لیں اور اس کے بعد لوگوں کے
سامنے کلام کی منادی کریں۔ اس کے ساتھ ہی حزقی ایل ابواب ۴۰-۴۱

اور زکریاہ ابواب ۲، ۴ کا مطالعہ بھی کیجئے۔ ان حوالوں میں خدا کے مقدس کے ناپے جانے کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی متی ۲۴ باب، مرقس ۱۳ باب اور لوقا ۲۱ باب کو بھی پڑھئے۔ خداوند یسوع مسیح نے اپنی زبان سے فرمایا کہ یروشلیم کا شہر تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ ہمیں ایک بات ہرگز نہیں بھولنی چاہئے کہ بائبل مقدس ایک وحدت یا ایک اکائی ہے۔ اس کے مضامین میں ہم آہنگی اور مماثلت ہے۔ ایک بات کو کئی کئی بار دہرایا گیا ہے۔ لیکن اس تکرار میں اصل مطلب وہی رہتا ہے اور اس میں سرِمو فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کلام کا سرچشمہ ایک ہی ہے یعنی قادرِ مطلق خدا جو لاتبدیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام مقدس میں کسی جگہ کوئی تضاد نہیں ہے۔

یوحنا عارف عہدِ عتیق کے یہودی خیالات سے استفادہ کرتا ہے۔ قادرِ مطلق خدا نے ہر زمانہ میں اپنی قوم کو راہِ راست کی تعلیم دینے کے لیے نبیوں کو بھیجا۔ انبیاء نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو خدا کا کلام سنایا اور انہیں توبہ کی تلقین کی۔ اسی طرح سے دسویں باب کے آغاز میں ایک پیغمبر کا ذکر آتا ہے جسے خدا نے لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان میں توبہ کی منادی کرے اور وہ رجوع لائیں۔ اگر لوگ نبی کی بات نہ سنیں گے تو بنی اسرائیل کی طرح یہ لوگ بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ خدا کا مقصد ہر زمانہ میں یہی رہا ہے کہ نبیوں کے کلام کو لوگ سنیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے سزا سے بچ جائیں۔ یہ سب کچھ آخری عدالت سے پہلے ہوگا۔

یہ فرشتہ جو اپنا ایک پاؤں سمندر پر اور دوسرا خشکی پر رکھتا ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ فرشتہ سب قوموں اور قبیلوں کے لیے پیغام لے کر آتا ہے۔ یہ پیغام سب کے لیے ہے۔ اس میں کسی خاص ملک یا خطے

کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے، اور پیغام اُس چھوٹی کھلی ہوئی کتاب میں ہے۔ اس فرشتے نے جو پیغام دیا اُس میں تسلی ہے یا یہ پیغام تسلی بخشنے والا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس پیغام میں ڈرانے والی باتیں بھی ہیں۔ یہ زورآور فرشتہ قسم کھا کر اعلان کرتا ہے کہ خدا کی آخری عدالت جلد آنے والی ہے اور دیر نہیں ہوگی۔ خدا کے وہ بھید جو پوشیدہ رہے ہیں اب ظاہر ہو جائیں گے۔

یوحنا عارف کو بھی وہی تجربہ پیش آیا جو حزقی ایل اور یرمیاہ نبی کو ہوا تھا۔ عہدِ عتیق کے ان نبیوں نے بھی خدا کے کلام کو کھایا۔ وہ ان کے منہ میں تو میٹھا تھا لیکن ان کا پیٹ کڑوا ہو گیا۔ میٹھے کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء نے یہ کلام قبول کیا اور انہوں نے یہ سب کچھ بخوشی کیا اور اس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اور کڑوا اس لیے کہ لوگوں نے جب اس کلام کو سنا تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔ بعض لوگوں نے تو کلام کی طرف قطعاً توجہ ہی نہ کی اور ان کی بے توجہی اور سخت دلی کو کڑواہٹ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ضدی اور گردن کش قوم اسرائیل کے پاس وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے اور انہیں خدا کی عدالت کے بارے میں بتاتے رہے لیکن بنی اسرائیل نے نافرمانی کی۔ خدا بھی مایوس ہوا اور نبی بھی، اس لیے گردن کش اور نافرمان لوگوں کو سزا دینے کے لیے خدا مجبور تھا۔ ممکن ہے اس چھوٹی کھلی ہوئی کتاب میں وہ سب باتیں مختصر طور پر درج ہوں، جو پانچویں باب میں مہر کی ہوئی کتاب میں تھیں یعنی یہ کتاب خدا کے ازلی اور ابدی ارادوں پر مشتمل تھی۔ پس خدا اپنے فضل کے ذریعے سے لوگوں کو اپنے پاس بلاتا ہے کہ وہ نجات حاصل کریں۔ مکاشفہ ۱۰: ۸-۱۱ سے بھی یہی مُراد ہے۔ کلیسیا

کو کڑواہٹ کا تجربہ کرنا ہی ہوگا۔ کیونکہ نجات کی میٹھی خوشخبری سُنانے وقت اس قسم کی تمام باتیں لازمی ہیں۔ کلامِ پاک کی باتوں پر لوگ توجہ نہیں دیتے تو کلام کے سنانے والے کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ لیکن کلام اور کلام کی خوشخبری بذاتہٖ بڑی سہانی اور میٹھی باتیں ہیں۔ جن لوگوں نے کلام سُنانے کی سعادت حاصل کی ہے، صرف وہی ایسی باتوں کو بتا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کلام کی منادی کرنا ایک شیریں اور خوبصورت فعل ہے۔

باب ۱۱

گیارہویں باب میں یوحنا عارف نے زمین کے یروشلیم اور اُس کی ہیکل کی رویا دیکھی اور اُسے "عصا کی مانند ایک ناپنے کی لکڑی دی گئی"۔ وہ مقدس کے اندرونی حصہ کو ناپتا ہے اور اُسے حکم ہوتا ہے کہ وہ صحن کو نہ ناپے اور اسے چھوڑ دے۔ مقدس شہر یروشلیم اور باہر کا صحن جسے ناپا نہیں گیا وہ بیالیس مہینے تک پامال کیا جائے گا۔ خدا کا مقدس جسے ناپا گیا ہے۔ اس سے مراد حقیقی کلیسیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خداوند یسوع مسیح کا مسکن ہے۔ وہ روح القدس کے ذریعے سے اپنی کلیسیا سے اپنی خدمت لے رہا ہے۔ یہ کلیسیا کے ایماندار لوگ ہیں جنہیں ناپا جاتا ہے۔ ناپے جانے والے یہ لوگ تمام قسم کی آسمانی اور زمینی آفات سے محفوظ رہتے ہیں، لیکن جو کلیسیا کے درپے آزار ہیں مُصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ ایسے لوگوں کی عدالت ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جو صحن میں ہیں وہ کبھی محفوظ نہیں ہیں۔ صحن کے رہنے والے لوگ کلیسیا کا وہ حصہ ہیں جو برائے نام یا ظاہری طور پر مسیحی

ہیں اور حقیقت میں وہ ایمانداروں کی جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ عہدِ عتیق میں کئی مقامات پر خدا کے نبیوں نے اسی قسم کی رویائیں دیکھی تھیں۔ زکریاہ ابواب ۲ تا ۱۴ مطالعہ کیجئے۔

مکاشفہ کے پانچویں باب میں یوحنا عارف نے "ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر سے لکھی ہوئی تھی"۔ اور ایک فرشتہ نے منادی کی کہ "کون اس کتاب کو کھولنے اور اس کی مہریں توڑنے کے لائق ہے"۔ اب گیارہویں باب میں یہ سوال ہے کہ "خدا کی عدالت سے کون بچ سکتا ہے"۔ کلیسیا میں کون سے لوگ ہیں جو مکاشفہ کو سمجھنے کے قابل ہیں اور کون سے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو قادرِ مطلق خدا اور اُس کے بیٹے کے سپرد کرتے ہیں۔

گیارہویں باب میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں۔ ان باتوں پر غور کرنے سے پیشتر مکاشفہ کی کتاب میں جو اعداد ہیں ان کے معانی معلوم کرنا نہایت ہی ضروری ہے، کیونکہ مکاشفہ کی کتاب میں اعداد کو ایک خاص اہتمام سے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۰، ۱۲، ۷۰، ۶۶۶، ۱۰۰۰ وغیرہ وغیرہ۔ ان اعداد کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

ایک واحد۔ اکیلا اور کامل ہے۔ اُس جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں منفرد اور واحد ہے۔ آسمان اور زمین کی کوئی مخلوق اُس کی برابری نہیں کر سکتی۔ وہ واحد اور یگانہ ہے۔

دو یہ عدد ایک سے بڑا لیکن دوسرے تمام اعداد سے چھوٹا ہے اور اس سے مراد ہے "وہ جو سچا اور لاتبدیل ہے" اور یہ ایسی حقیقت ہے، جس کی تصدیق کتابِ مقدس میں موجود ہے۔ دو گواہوں کی گواہی قابلِ قبول اور شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے اور مکاشفہ کی کتاب میں کبھی دو گواہوں کا

ذکر آیا ہے یعنی ایسی گواہی جو سچی اور پکی ہے جس میں کسی قسم کی خامی یا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تین۳۔ پاک نوشتوں میں تین۳ کا عدد الٰہی صفات کا حامل ہے۔ یہ عدد پاک تثلیث کا نشان ہے۔

چار۴۔ یہ عدد زمین کا ہے۔ اس عدد سے مراد زمین کی چاروں اطراف ہیں، یعنی مشرق مغرب۔ شمال اور جنوب۔

چھ۶۔ چھ کا عدد بارہ۱۲ کا نصف ہے اور سات سے ایک کم ہے یعنی کاملیت سے کم اور اس لحاظ سے اسے کسی صورت میں بھی روحانی نہیں کہا جا سکتا۔

سات۷۔ یہ عدد الٰہی عدد ہے۔ تین (تثلیث) اور زمین کے چار عدد کو جمع کرنے سے یہ عدد حاصل ہوتا ہے (۳ + ۴ = ۷) اس لیے یہ عدد کاملیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ساڑھے تین اسی سات کا نصف ہے۔ یہ عدد غیر واضح ہے۔ ہم ساڑھے تین کے عدد کو یوں ادا کر سکتے ہیں کہ "یہ عدد ایسے زمانے کو ظاہر کرتا ہے جو غیر واضح اور غیر معیّن ہے یعنی اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زمانہ کب شروع ہوگا اور کب ختم ہوگا"۔ لیکن مکاشفہ کی کتاب کے تیرھویں باب میں (۶۶۶) چھ سو چھیاسٹھ کا عدد آیا ہے۔ یہ حیوان کا عدد ہے۔ بدی اور گناہ کی سب سے گھناؤنی اور عظیم ہستی حیوان ہے۔ چھ کے عدد کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ عدد کاملیت سے کم ہے لہٰذا یہ روحانی نہیں ہو سکتا اور چھ سو چھیاسٹھ تو چھ سے کئی گنا زیادہ ہے اور اگرچہ چھ کا عدد بدی کا مظہر ہے تو چھ سو چھیاسٹھ تو اس سے کہیں زیادہ بدی کا نشان ہے۔ اس نشان کے لوگ کسی صورت میں روحانی نہیں ہو سکتے اور نہ ہی روحانی

کاملیت تک ان کی رسائی ہے۔

دس۱۰۔ یہ عدد دنیاوی کاملیت کا عدد ہے۔

بارہ۱۲۔ یہ عدد کلیسیائی عدد ہے ۳ × ۴ = ۱۲ یعنی تثلیث کو زمین کے عدد چار سے ضرب دیا تو حاصل ضرب بارہ ہوا۔

ستر۷۰۔ سات اور دس کی حاصل ضرب ہے۔ اس سے مراد پوری کاملیت ہے جس میں الٰہی اور دنیاوی باتیں موجود ہیں۔

ہزار۱۰۰۰۔ یہ عدد دس کے عدد کا مکعب ہے، یعنی ۱۰×۱۰×۱۰۔ مکاشفہ کی کتاب میں سب سے لمبا زمانہ یا عرصہ اسی عدد سے ظاہر کیا گیا ہے۔

مکاشفہ کی کتاب میں کچھ گیت بھی ہیں۔ آیئے ان کے بارے میں دیکھیں۔

ا۔ مکاشفہ ۴: ۱۱ میں دنیا کی تخلیق کا گیت ہے۔ "اے ہمارے خداوند اور خدا تو ہی تمجید اور عزت اور قدرت کے لائق ہے کیونکہ تو ہی نے سب چیزیں پیدا کیں اور تیری ہی مرضی سے تھیں اور پیدا ہوئیں"۔

ب۔ مکاشفہ ۵: ۹ میں نجات کا گیت ہے۔ "تو ہی اس کتاب کو لینے اور اس کی مہریں کھولنے کے لائق ہے کیونکہ تو نے ذبح ہو کر اپنے خون سے ہر ایک قبیلہ اور اہل زبان اور امت اور قوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا اور ان کو ہمارے خدا کے لیے ایک بادشاہی اور کاہن بنا دیا، اور وہ زمین پر بادشاہی کرتے ہیں"۔

ج۔ مکاشفہ ۱۱: ۱۵-۱۸ میں فتح مندی کا گیت ہے۔ "دنیا کی بادشاہی ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی ہو گئی...... اور زمین کے تباہ کرنے والوں کو تباہ کیا جائے"۔

د۔ مکاشفہ ۱۲: ۱۰-۱۲ میں بھی فتح و کامرانی کا گیت ہے۔ "اب ہمارے

خدا کی نجات اور قدرت . . . کہ میرا تھوڑا ہی وقت باقی ہے۔"

۲۔ مکاشفہ ۱۵: ۲-۴ میں برّہ اور موسیٰ کا گیت ہے "اے خداوند خدا قادرِ مطلق تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں۔ اے ازلی بادشاہ! تیری راہیں راست اور درست ہیں۔ اے خداوند . . . انصاف کے کام ظاہر ہو گئے ہیں۔"

۳۔ مکاشفہ ۱۹: ۵-۸۔ ان آیات میں شادی کا گیت ہے۔

گیارہویں باب میں حقیقی کلیسیا کی تصویر ہے۔ اسے دو شہادتوں سے ظاہر کیا گیا ہے (مکاشفہ ۱۱: ۳-۱۲) یہ دو گواہ کلیسیا کے سربرآوردہ اور مجاہدین ہیں۔ وہ ہر وقت آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دُنیا کی کوئی طاقت ان کے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ انجیل کے زمانے میں خادمان کلیسیا اور مشنریوں کی روئداد ہے۔ خداوند کی کلیسیا کے تمام خدمت کرنے والے مُبشّر مسح کئے ہوئے ہیں۔ انہیں زیتون کے دو درخت کہا گیا ہے۔ زکریاہ ۴ باب میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ زیتون کے یہ درخت مجاہدین کلیسیا کو نبوّت کرنے اور معجزات دکھانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ ان کی خدمت کا عرصہ ایک ہزار دو سو ساٹھ دن ہے۔ یہ دونوں گواہ اپنے نبوّت کے زمانہ میں ہر طرح کی مُصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

خداوند خدا قادرِ مطلق کے نبیوں نے مختلف زمانوں میں معجزات دکھلائے۔ مصر میں موسیٰ نے اُس کی قدرت سے مصریوں پر دس آفتیں نازل کیں۔ ایلیاہ نبی نے دُعا کی اور کئی سال تک پانی کی ایک بوند تک زمین پر نہ پڑی۔ ساری دھرتی خشک اور ویران ہو گئی۔ نئے عہد نامہ میں بھی خداوند کے خادموں کے ہاتھ سے سینکڑوں معجزے ظاہر ہوتے رہے۔ انہوں

نے مریضوں کو شفا دی، اور خود بھی طرح طرح کی مصیبتوں سے بچے رہے۔ مقدس رسُول ایک زہریلے سانپ سے بچا رہا۔ مختلف زمانوں میں دنیا کے حاکموں اور مخالف مسیح قوتوں نے مسیحی کلیسیا پر ہاتھ ڈالا تاکہ اُسے ختم کر دیا جائے۔ خادمان کلیسیا کو قید خانوں میں ڈال کر پٹوایا گیا، اور اسی ہی بس نہیں بلکہ انہیں زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ لیکن پھر بھی مجاہدین کلیسیا ہر طرح کے خطرے سے محفوظ رہے۔ یہ زمانہ جس کی رویا یوحنا عارف نے دیکھی ہے اُسے شہادت کا زمانہ کہا جا سکتا ہے! اس زمانہ میں کلیسیا مشنری رُوح سے لبریز ہے اور ہر لحاظ سے منظم ہے۔

اس مشنری تنظیم کی چار تصویریں نظر آتی ہیں!

۱۔ گواہوں کی تصویر۔
۲۔ زیتون کے دو درختوں کی تصویر۔
۳۔ چراغدانوں کی تصویر۔
۴۔ مُقدِس کی تصویر۔

یہ کلیسیا جو بشارت کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ ستانے والی طاقتیں اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور کلیسیا اس تمام تکلیف کو برداشت کرتی ہے۔ لیکن اُس کی تکلیف کا یہ عرصہ لامتناہی زمانے کو ظاہر نہیں کرتا ہے کیونکہ آخرکار اس زمانے کا خاتمہ ہوتا ہے۔ دُنیا کے لوگ کلیسیا پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور بعض شرکائے کلیسیا کو قتل بھی کیا جاتا ہے۔ بے ایمان لوگ اپنی اس چندروزہ فتح کی وجہ سے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اب سب کچھ اُن کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے سب کچھ کریں گے۔ لیکن یہ فتح مستقل نہیں اور ظلم و ستم کے دن گنے ہوئے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کی آمد پر "ساڑھے تین دن کے بعد خدا کی طرف

سے اُن میں زندگی کی رُوح داخل ہوئی اور وہ اپنے پاؤں کے بل کھڑے ہوگئے
اور ان کے دیکھنے والوں پر بڑا خوف چھا گیا" (مکاشفہ ۱۱:۱۱)۔
کلیسیا کے ستائے ہوئے لوگوں کی یہ لاشیں از سرِنو زندہ ہو گئیں اور
آسمان پر اٹھا لی گئیں۔ مکاشفہ کی کتاب کے قارئین حضرات اس بات کو
ذہن نشین کر لیں کہ غیر قوموں کی حکومت کے بیالیس مہینے اور شہادت کے
ایک ہزار دو سو ساٹھ دن اور ایک زمانہ اور زمانوں اور آدھا زمانہ تک
یعنی ساڑھے تین سال جس کا ذکر مکاشفہ ۱۲:۱۴ میں آیا ہے بالکل ایک ہی
عرصہ ہے اور ایک ہی نشان ہے۔ کلیسیا اس زمانہ میں خدا کی خدمت
میں مشغول نظر آتی ہے۔ مشنری تنظیم زوروں پر ہے اور بشارت میں پیش قدمی
کی تحریک اپنے عروج پر ہے۔ اس زمانہ میں اگرچہ کلیسیا ستائی جاتی ہے لیکن
اس کی حفاظت کی ضمانت بھی دی جاتی ہے۔ مجازاً اس زمانہ کو ہم دورِ حاضر
کہہ سکتے ہیں یعنی خدا وند یسوع مسیح کی آمدِ اوّل اور آمدِ ثانی کے درمیان کا
یہ زمانہ ہے۔ اس عرصہ میں کلیسیا پر ناجائز سختیاں ہوتی ہیں لیکن آخر فتح
مسیح کی ہوتی ہے۔

ساڑھے تین سال کے عرصہ پر پھر غور کیجئے۔ یہ عرصہ غیر واضح ہے اور اس
کے واقع ہونے کی حدود متعین نہیں کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
تھوڑے عرصے کے بعد کلیسیا (دو گواہ) از سرِنو زندہ ہو جاتی ہے ساری
دنیا اس نظارے کو حیرت سے دیکھتی ہے۔ خدا اس کلیسیا کے ذریعے اپنا
جلال ظاہر کرتا ہے اور یہ گواہ "بادل پر سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گئے اور
ان کے دشمن انہیں دیکھ رہے تھے" (مکاشفہ ۱۱:۱۲) اسی طرح سے کلیسیا
کا خدا وند بھی مُردوں میں سے زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ فتح مندی

کا یہ ایک خوبصورت منظر ہے۔
جب یہ دونوں نبی آسمان پر اٹھا لیے گئے، تو اُن کے دیکھنے والوں پر
بڑا خوف چھا گیا۔ اُسی وقت "ایک بڑا بھونچال" آیا۔ خدا کے جلال
کے ظاہر ہونے پر زمین پر اسی قسم کی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔ دُنیا میں
جس وقت کوئی عظیم واقعہ رُونما ہوتا ہے تو کوئی نشان دکھائی دیتا ہے۔
زمین لرزی اور دُنیا کے لوگ خوفزدہ ہوئے، اور "دوسرا افسوس" ختم
ہُوا۔ لیکن خدا کا ارادہ مکمل طور پر ختم نہ ہُوا۔ وُہ ایسے ازلی ارادہ کو
پُورا کرے گا۔ خدا وند یسوع مسیح کی آمدِ اوّل کے وقت اُس کے
دشمنوں نے اس کے راستے میں کانٹے بچھائے اور اُسے طرح طرح کی مصیبتوں
میں مُبتلا کیا۔ اُنہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس کے ارادے پُورے نہ
ہو سکیں لیکن اُس نے سب سے بڑے دُشمن یعنی موت پر بھی فتح پائی اور
وُہ اپنی مُردوں میں سے جی اٹھنے والی طاقت کے ذریعے سے ہمیشہ
فتح یاب نکلتا ہے۔

"اور خدا کا جو مقدس آسمان پر ہے وُہ کھولا گیا" (مکاشفہ ۱۱:۱۹)۔ جسمانی
یروشلیم میں خدا وند یسوع مسیح مصلوب ہُوا اور اُس کے دشمنوں نے اُس
کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ہر زمانہ میں مسیح اور اس
کی کلیسیا کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس کی
تفسیر یُوں کی جا سکتی ہے کہ ہر ایک مُلک میں خدا کلیسیا کو گواہی دینے
کا موقع دیتا ہے، اور جب تک گواہی دینے کا یہ زمانہ جاری رہتا ہے۔
کلیسیا کی سالمیت برقرار رہتی ہے اور وُہ دن دُونی اور رات چوگنی ترقی کرتی
رہتی ہے۔ بشارانِ کلیسیا بڑی دلیری سے کلام کی منادی کرتے ہیں اور اُس سے

ذرا دریغ نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عرصہ کا تعین کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس
کا یہ مطلب ہے کہ گواہی یا بشارت کا عرصہ لا محدود نہیں ہوتا اور جب یہ
زمانہ گذر جاتا ہے تو اس کے بعد کلیسیا کو گواہی کا موقع نہیں ملتا۔
تواریخ کلیسیا سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین چین میں کچھ عرصہ تک گواہی
کا دروازہ کھلا رہا۔ یورپ اور دوسرے ممالک سے خادمانِ دین اور مشنری
صاحبان اس سرزمین میں آکر انجیل کی منادی کرتے رہے۔ چین کی سرزمین
میں کلام کا بیج بارآور ہوا اور اس ملک میں مسیحی کلیسیا قائم ہوئی اور خدا
کے فضل و کرم سے ترقی کرنے لگی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس ملک
میں منادی کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مشنریوں نے بہت سی مصیبتیں برداشت
کیں لیکن انہوں نے بڑے ایمان سے اپنی خدمت کو جاری رکھا۔ پھر اس کے
بعد چین کے سیاسی حالات نے پلٹا کھایا۔ چین نے اشتراکیت کو اپنا لیا
اور طرز حکومت کا ایک نیا دَور شروع ہوا۔ جس میں مذہبی تبلیغ اور اشاعت
کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ لہٰذا مسیحیت پر بھی دروازے بند کر دیئے گئے اور
کلیسیا اپنے فرائض منصبی کو ادا ہی نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا
چاہیئے کہ جو کچھ ہوا اس میں کسی انسان کا ہاتھ تھا اور خُدا قادر مطلق کا اس
کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اشتراکیت کے پردے
میں خُدا اپنے ازلی ارادہ کو پورا کر رہا تھا اور اشتراکیوں کا یہ دعویٰ غلط
ہے کہ ان کی نظروں میں اتنی طاقت ہے کہ کلیسیا اپنا کام جاری ہی نہیں
رکھ سکتی۔ کلیسیا کی گواہی کا بند ہو جانا اُسی قادر مطلق خدا کے اختیار میں
ہے جو اس ملک میں کلیسیا کو قائم کرنے والا تھا۔ اشتراکیوں نے غیر ملکی
مشنریوں کو یا تو اپنے ملک سے نکال دیا یا انہیں قید میں ڈال دیا۔ وہ اپنے

بڑے ہی شادمان تھے وہ اس خوشی میں ایک دوسرے سے گلے ملتے
تھے دیتے تھے۔
ملک چین میں کلیسیا پر جو اُفتاد پڑی اس سے اہل چین نے یہ سمجھا کہ انہوں
ایک بڑا ہی معرکہ سر کر لیا ہے اور ایک بڑی زبردست طاقت یعنی کلیسیا
ہمیشہ کی نیند سلا دیا ہے۔ لیکن اہل چین کی یہ فتح عارضی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے
کلیسیا کب از سرِ نو زندہ ہو اور ایمان کی وہ کرن جو کچھ عرصہ سے اشتراکیت
عملداری کی تاریکیوں میں گم ہو چکی ہے پھر ظاہر ہو اور ظلم و ستم کی یہ
تاریک راتیں صبح نو میں بدل جائیں۔ کلیسیا کو اُمید ہے کہ وہ پھر زندہ ہوگی
اور چین میں اس کا صلیبی پرچم لہرائے گا اور اہل چین کو معلوم ہو جائے گا
کلیسیا کا مالک اور خُداوند زندہ ہے۔ وہ ایسی طاقت ہے جو ابدالآباد
تک زندہ رہنے والی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں عرصہ دو سو سال سے مسیحیت کی تبلیغ کا سلسلہ
جاری ہے۔ غیر ملکی مشنری صاحبان نے اس ملک کو خُداوند یسوع مسیح کی خاطر
جیتنے کی کوشش کی ہے۔ یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کے مشنریوں نے
خُداوند یسوع مسیح کے مقدس نام کی خاطر اس برصغیر میں انجیل کا نجات بخش
پیغام سنایا۔ ان ملکوں میں خدمت کے دروازے ابھی تک کھلے ہیں۔ لیکن
قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید بھارت میں دیر تک اس قسم کے سازگار
حالات نہ رہیں اور غیر ملکی مشنریوں کو اپنے وطن واپس جانا پڑے۔ ممکن ہے
کہ وہ وقت جو خُدا نے اس سلسلہ میں مقرر کر رکھا ہے وہ نزدیک ہو کیونکہ
صرف وہی ایسے دنوں اور وقتوں کو جانتا ہے۔ پاکستان میں ابھی تک مسیحیت
کی تبلیغ و اشاعت پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں اور خُداوند یسوع

مسیح کی گواہی کے سینکڑوں مواقع میسر ہیں۔ مگر ہمیں اس حقیقت کو
فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ کسی نہ کسی دن وہ وقت ضرور آئے گا جب اس
قسم کی سہولتیں نہ رہیں گی اور کلیسیا اس قسم کے موقعوں سے محروم ہو جائے
گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ دیسی و بدیسی مشنری صاحبان دوش بدوش اور
شانہ بشانہ تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ اس اہم ذمہ داری میں کلیسیا کے
تمام شرکاء برابر کے حصہ دار ہیں۔ آنے والے حالات سے خبردار رہنا
چاہیئے اور ابھی سے اس کام کے لیے تیار رہنا چاہیئے کہ خداوند کے نام
کی منادی کی جائے۔ ورنہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

لیکن وہ سب کچھ جو پردۂ غیب سے ظہور میں آتا ہے اُس میں اُسی
کی رضا ہوتی ہے۔ یہ تمام زمانے اور ان کی حدود اسی کی مقرر کردہ ہیں۔
کسی فانی انسان کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔ اگر کوئی فرد یا جماعت یا
بادشاہی اس قسم کے کسی زمانے کو لانے کی کوشش کرے تو وہ اپنے اس
ارادے میں ناکام ہوگی۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکیت کا پرچم لہرانے
لگا۔ اشتراکی حکمرانوں نے کلیسیا پر طرح طرح کی سختیاں شروع کیں۔ مسیحی
قید خانوں میں ڈالے گئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کلیسیا اسی قسم کے سلوک
کی مستحق تھی۔ کلیسیا نے روسی سرکار سے تعاون کیا اور اس سرکار نے اپنے
مفاد کی خاطر رعایا کو ناجائز طور پر تنگ کیا اور جب اشتراکیت کی فتح
ہوئی تو کلیسیا زیر عتاب آئی اور تبلیغ واشاعت کی تمام مراعات چھین لی گئیں۔
آج کل بھی کئی ممالک میں اشتراکی نظام رائج ہے۔ ان ممالک میں کلیسیا کے لیے
تبلیغ کا کوئی موقع نہیں اور اشتراکی نظام کھُلم کھُلا کلیسیا کی مخالفت کرتا ہے۔
لیکن کلیسیا آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ رُوس کی اشتراکی حکومت میں بھی مسیحی

ایماندار موجود ہیں۔ کلیسیا کا وہ چراغ جو برسوں سے اس خطۂ زمین میں اپنی
روشنی پھیلا رہا ہے ابھی تک روشن ہے۔ اگرچہ مخالفینِ کلیسیا شب و روز
اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اس چراغ کو بجھا دیں، لیکن اُنہیں اپنے ارادوں
میں ہمیشہ ناکامی ہوگی۔ اشتراکی روس میں ایک وقت آئے گا جبکہ کلیسیا کی
وجہ سے سارے رُوس کو معلوم ہو جائے گا کہ کلیسیا کا مالک خُداوند مُردوں
میں سے جی اُٹھا ہے۔

گیارہویں باب کی پندرہویں آیت میں ساتویں فرشتے کے نرسنگا پھُونکے
جانے کا ذکر ہے۔ جب یہ نرسنگا پھُونکا گیا تو آسمان پر بڑی آوازیں اس مضمون
کی پیدا ہوئیں کہ دُنیا کی بادشاہی ہمارے خُداوند اور اس کے مسیح کی ہوگئی اور
وہ ابدالآباد بادشاہی کرے گا۔ آسمانی لشکر نے خُدا کی حمد و ثنا کے گیت گائے۔
یہ گیت فتح کا گیت ہے۔ یہ وہ فتح ہے جو ابھی ہونے والی ہے، اور چوبیسوں
بزرگ جانتے ہیں کہ وُہ فتح کیا ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کے چوتھے اور پانچویں
باب میں بھی اسی قسم کے گیت ہیں اور یہ وُہ گیت ہیں جہاں خُدا کی فتح کا ذکر ہے۔
داؤد نبی نے بڑی خوشی اور مسرت کے ساتھ ایسے گیت گائے ہیں۔ مکاشفہ گیارہ
باب کی انیسویں آیت میں آخری عدالت کی تصویر دی گئی ہے۔ اس آیت میں
لکھا ہے کہ "خُدا کا جو مقدس آسمان پر ہے وُہ کھولا گیا اور اس کے مقدس
میں عہد کا صندوق دکھائی دیا۔" یہ عہد کا صندوق خُدا کی حضوری ہے۔ آئندہ
ابواب میں آخری عدالت کو اس سے بھی زیادہ واضح اور صاف انداز میں پیش
کیا گیا ہے۔ آخری عدالت کے دن جو کچھ ہوگا۔ اس کی تصویر پیش کر دی گئی
ہے۔ مکاشفہ کی کتاب میں جس گھڑی آخری عدالت کی رویا نظر آتی ہے تو آوازیں
اور عجیب نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے ایک بات واضح ہے کہ خُدا

اور انسان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہا۔ انسان کی خدا تک رسائی ہو گئی ہے اور وہ بلا خوف اس کے پاس جا سکتا ہے۔ سب رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور انسان خُدا کے فضل اور انصاف کے تخت تک آ سکتا ہے۔

مکاشفہ کی کتاب ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔ اس وقت تک اس کا پہلا حصہ ختم ہُوا ہے۔ ہم نے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ انجیلی زمانہ میں کیا کچھ ظہور میں آ رہا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے میں ہم دیکھیں گے کہ وہ کونسی رُوحانی قوتیں ہیں جو پردے کے پیچھے سے اس کائنات کی تمام تاریخ بنا رہی ہیں اور جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہ سب ان ہی کی وجہ سے ہے۔

۲- کشمکش کا گہرا رُوحانی پس منظر

۷- عورت، بچہ، اژدہا اور اُس کے ساتھی

خُداوند مسیح اور کلیسیا کو اژدہے اور اس کے مددگاروں نے ستایا لیکن آخرکار مسیح اور اس کی کلیسیا کو فتح ہوئی۔

ابواب ۱۲-۱۴

عورت اور لڑکے کو اژدہے اور اس کے ساتھیوں یعنی حیوان اور جھوٹے نبی نے ستایا (۱۲ تا ۱۴ ابواب)۔ مکاشفہ کی کتاب کا بارھواں باب نہ صرف ایک چھوٹے حصے کا آغاز ہے۔ بلکہ کتاب کے بڑے حصے کی تقسیم کا آغاز بھی ہے۔ یہ بڑی تقسیم بارہویں باب سے بائیسویں باب تک ہے اور یہ ایک وحدت یا اکائی ہے۔ دیکھئے چارٹ نمبر ۱ جو صفحہ ۳۱ پر ہے، جس میں صاف نظر آتا ہے کہ کتاب کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ہم کلیسیا اور دنیا کا مقابلہ اور دوسرے حصے میں ہم مسیح اور اژدہے کا مقابلہ دیکھتے ہیں۔ خُداوند یسوع مسیح اور کلیسیا کے بڑے مخالفین کی خبر ملت ۱۲ تا ۱۴ ابواب میں دی گئی ہے۔ خُداوند مسیح اور

کلیسیا کے مخالفین، اژدہا، سمندر کا حیوان، خشکی کا حیوان، بابل اور وہ تمام لوگ ہیں جن پر اس حیوان کا نشان ہے اور یہ تقسیم بڑی ہی مناسب اور موزوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی بڑی تقسیم کا مرکزی مضمون دُوسرے حصّہ میں موجود ہے اور یہ مضمون "مسیح اور کلیسیا کے اژدہے اور اُس کے مددگاروں پر فتح ہے"۔ مکاشفہ کی کتاب کے پہلے بڑے حصّے میں کلیسیا اور دنیا کے درمیان ایک کش مکش ہے۔ یہ حصّہ مکاشفہ کی کتاب کے پہلے باب سے گیارھویں باب تک ہے۔ اور ان ابواب میں کلیسیا اور دشمنان کلیسیا کے درمیان جو خوفناک تصادم اور کشمکش ہوئی اس کی تصویر دی گئی ہے۔ یہ تصویر بالکل صحیح ہے۔

اب ذرا دوسرے حصّے کا جائزہ لیجئے۔ اس حصّہ میں بڑا ہی عجیب منظر پیش کیا گیا ہے اور یہ منظر پہلے حصّے کے منظر کی نسبت زیادہ واضح ہے اس حصّہ میں بھی کلیسیا اور دُنیا کے درمیان کشمکش ہے اور اس کے بعد مسیح اور شیطان کے درمیان ایک ہولناک جنگ شروع ہوتی ہے۔ پس وہ کشمکش جو زمین پر ہے وہ اسی بڑی جنگ کی اندرونی تصویر ہے۔ بارھویں باب میں خوفناک اژدہے کے خوفناک ارادے کا ذکر ہے۔ یہ اژدہا بپھرا ہُوا وہ دشمن ہے جو سب سے پہلے مسیح کو ختم کرنا چاہتا ہے (مکاشفہ ۱۲: ۱-۱۲) لیکن اس اژدہے کو اپنے ناپاک ارادوں میں ناکامی ہوئی۔ جب اسے اس محاذ پر شکست ہوئی تو اس نے اس بچّہ کی ماں یعنی عورت کو ستایا کیونکہ اُسی نے مسیح کو جنم دیا تھا۔ (مکاشفہ ۱۲: ۱۳-۱۷) اور جب اُسے اپنے اس ارادے میں بھی ناکامی ہوئی تو وہ عورت کی نسل سے برسرِ پیکار ہُوا (مکاشفہ ۱۲: ۱۷)۔

مکاشفہ کے بارھویں باب میں ہم تین ہستیوں کو دیکھتے ہیں۔

۱۔ وہ عورت جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی۔ اور یہ کلیسیا کا نشان ہے اس کے ساتھ یسعیاہ ۵۰: ۱؛ ۵۴: ۱؛ ہوسیع ۲: ۱؛ افسیوں ۵: ۲۵-۳۲ کا مطالعہ کیجئے۔ مندرجہ بالا حوالوں میں کلیسیا کو عورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کتاب مقدس میں بیشتر مقامات پر کلیسیا کا ذکر ہے۔ عہد عتیق اور عہد جدید دونوں کی کلیسیا ایک ہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلیسیا ہر زمانہ میں تھی۔

۲۔ وہ بچّہ پیدا ہُوا جو لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت کرے گا۔ یہ بچّہ "مشیر، قدیر اور صلح کا شہزادہ" ہے اور اس کی بادشاہت کا آخر نہ ہوگا یعنی وہ مسیح ہے۔ زبور ۲: ۹ میں یوں لکھا ہے۔

"تو ان کو لوہے کے عصا سے توڑے گا۔ کمہار کے برتن کی طرح تو ان کو چکنا چور کر ڈالے گا۔" مکاشفہ ۲: ۲۷ میں بھی یہی ذکر ہے۔

۳۔ اژدہا۔ یہ نشان شیطان کا ہے۔ اس کے سات تاج والے سر سے مُراد شیطان کی وہ حکومت ہے جو اس دنیا کی ہے۔ یہ تاج شیطان کی ساری شان و شوکت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس شیطان نے اپنے لیے بڑی بڑی سلطنتوں کو چھین رکھا ہے۔ اس کا اختیار بے پایاں ہے۔ دُنیا کی بہت سی مملکتیں اس کے پاؤں تلے ہیں۔ وُہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر قسم کا حربہ استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد دس سینگ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دس سینگ شیطان کی تباہ کرنے والی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ شیطان ہر زمانہ میں اور ہر وقت مسیح کی طاقت کو تباہ کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ دُنیا کے ہر حصّہ میں وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ اور یہ جنگ

جاری رہتی ہے۔ اس بیان کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل مقدس میں ایک
ہی مُقدّس داستان کا بیان ہے۔ عورت کے بطن سے پیدا ہونے والے خداوند
یسوؔع اور شیطان کے درمیان کشمکش جاری رہتی ہے۔ کبھی کبھی اس کش مکش میں
شیطان کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔ لیکن آخرکار حق و باطل کی اس جنگ میں
حق فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا ہے۔ خُداوند مسیح کی ہی فتح ہوگی۔
بارہویں باب میں جس عورت کا ذکر آیا ہے اُسے ذرا غور سے دیکھئے۔
وہ عورت بچہ جننے کی تکلیف میں تھی اور اس سے مراد خُدا کی حقیقی کلیسیا
ہے۔ یہ کلیسیا عہدِ عتیق سے چلی آتی ہے اور عہدِ جدید میں بھی یہ کلیسیا
موجود ہے۔ یہ کلیسیا وُہ ہے جو مسیح کو پیدا کرتی ہے۔ اس سے یہ مُراد ہے
کہ کلیسیا خُداوند یسوؔع مسیح کا مظہر ہے۔ وہ تمام صفات جو خُداوند یسوؔع
مسیح کی ذات میں مجتمع تھیں ان کا ظہور کلیسیا میں بھی ہوتا ہے۔ اور کلیسیا
کو دیکھ کر ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ واقعی یہ خُداوند یسوؔع مسیح کا حقیقی بدن
اور مظہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان اور کلیسیا کے درمیان دشمنی ہے ماضی، حال
اور مستقبل میں یہ جنگ جاری رہتی ہے اور شیطان اس وجہ سے بھی کلیسیا کے
خلاف رہتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ کلیسیا پر اس کے کسی حملہ کا کچھ اثر نہیں
ہوتا۔ وہ ہر طرح سے کلیسیا کو تنگ کرتا رہتا ہے، لیکن شیطان نہ تو خداوند
یسوؔع مسیح کو گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ کلیسیا کو۔ خُدا کلیسیا کو محفوظ رکھے
گا۔ انجیلی زمانہ میں کلیسیا محفوظ رہتی ہے

شیطان زمانہ، زمانوں اور آدھا زمانہ تک مختلف طریقوں سے کلیسیا
کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا رہے گا اور کلیسیا کے کئی بے گناہ اور
ایماندار شرکاء قتل کئے جائیں گے۔ ہر زمانہ میں کلیسیا کا کام یہی رہا ہے

کہ وہ خُداوند یسوؔع مسیح کو پیدا کرے یا اُسے ظاہر کرے۔ بعض علمائے کرام
کا خیال ہے کہ اس عورت سے کنواری مریم صدیقہ مراد ہے۔ جس نے خُداوند یسوؔع
مسیح کو جنم دیا تھا۔ لیکن بائبل مُقدّس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت
کلیسیا ہے اور راقم الحروف بھی اسی نظریے کی تائید کرتا ہے۔
اس باب میں لال اژدہا بھی ہے۔ اس سے مراد شیطان ہے۔ خُداوند یسوؔع
مسیح کی ولادت پر شیطان نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس مقدس بچے کو پیدا
ہوتے ہی ٹھکانے لگا دے اور یہ لال اژدہا جو اس بچے کی جان کا دشمن تھا
وہ اُسے نگل جانا چاہتا تھا۔ شیطان اور اس کے تمام کارندوں نے کوشش کی
کہ خُداوند یسوؔع مسیح کو تباہ کر دیں۔ خُداوند مسیح کی ولادتِ سعید پر یہودیوں
کے بادشاہ ہیرودیسؔ نے اُسے موت کے گھاٹ اُتارنے کا منصوبہ تیار کیا اور
بیت الحم کے بچوں کو قتل کروایا، لیکن وُہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو
سکا۔ ایک حقیر ذرّے نے خُدائی طاقتوں سے نبرد آزمائی کی ٹھانی اور
ایک گنہگار خاکی انسان نے چاند پر تھوکنے کی کوشش کی مگر جسے اللہ رکھے
اُسے کون چکھے۔ خُداوند یسوؔع مسیح اپنے دشمنوں سے بالکل محفوظ رہا۔
اس کے بعد بیابان میں چالیس دن رات شیطان نے اُسے آزمایا۔ خداوند
مسیح کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالنے کی کوشش کی لیکن اُسے شکست
ہوئی۔ خُداوند یسوؔع مسیح کی زمینی خدمت کے دوران بھی شیطان نے ہر
موقع سے فائدہ اٹھایا کہ کسی نہ کسی طرح خُداوند مسیح کو ناکام بنا دے۔ لیکن
شیطان کی تمام ہوشیاری اور چالاکی دھری کی دھری رہ گئی۔ رُومی سرکار کے
حکم سے جب خُداوند یسوؔع مسیح کو مصلوب کیا گیا اور صلیب پر مرگیا تو شیطان
نے سمجھا کہ اس کی فتح ہوگئی، لیکن خُداوند یسوؔع مسیح کی ظفریاب قیامت

نے شیطان کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اُس کی فتح کے خوشحال
آن واحد میں زمین پر آ رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ خُداوند یسوع مسیح کی آمد
اوّل اور اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے شیطان نے شکست کھائی۔
شیطان کو آسمان سے دیس نکالا مل گیا اور وہ نیچے زمین پر گرا دیا گیا۔ مکاشفہ
۹: ۱-۶ میں بھی یہی چیز ملتی ہے۔ پانچواں نرسنگا پھونکا گیا اور آسمان سے
زمین پر ایک ستارہ گرا ہُوا دیکھا گیا۔ اُس کے ساتھ ہی دانی ایل کی کتاب
۱۲: ۱-۴ اور یہوداہ کا عام خط آیت ۹ میں بھی یہی بات ہے۔ راقم الحروف
کے خیال میں جب خُداوند یسوع مسیح نے انجیل کی منادی شروع کی تو شیطان
کو اس وقت شکست ہوئی۔ اب مکاشفہ کی کتاب کے بارھویں باب میں ہم
دیکھتے ہیں کہ جب شیطان کو پتہ لگا کہ۔

ا۔ وہ اُس بچے کو تباہ نہیں کر سکتا۔

ب۔ اور وہ شکست خوردہ ہے اور اس کی بادشاہت بس اب چند روز کی
مہمان ہے تو اس نے عورت یعنی کلیسیا کو ستایا اور اُسے بیخ و بُن سے اکھاڑنے
کی بڑی کوشش کی۔ لیکن اس کی تمام عیاریاں اور چالاکیاں بے کار ثابت ہوئیں۔
بارھویں باب سے یہ سبق ملتا ہے کہ

۱۔ شیطان نے خُداوند یسوع مسیح کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی اور اس
نے اس حقیقت کو معلوم کیا کہ اس نے واقعی شکست کھائی ہے۔

۲۔ شیطان خُداوند یسوع مسیح کی آمدِ ثانی تک کلیسیا کو ستاتا رہے گا۔
وہ کلیسیا کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا۔ وہ حیلوں
اور بہانوں سے کلیسیا کو نقصان پہنچانے کے منصوبے باندھے گا اور اپنی
شرارتوں سے باز نہیں آئے گا۔ وہ ہر رنگ و ہر روپ میں اپنی بساط بچھاتا ہے

ایسی چالیں چلتا ہے جس سے کلیسیا کی وحدت پارہ پارہ ہو اور اُس کی
سالمیت ختم ہو جائے۔ کلیسیا کے شرکاء کا ایمان متزلزل ہو اور وہ محبت
کی دولت سے محروم ہو جائیں۔

اب ذرا دوسری عالمگیر جنگ سے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے جو مکاشفہ کی
کتاب کی مندرجہ بالا آیات کی وضاحت کرے گی۔ اس عالمگیر جنگ کے آغاز
میں جرمنی کے آمرِ مطلق ہٹلر نے فتح پر فتح حاصل کی۔ کامیابی اس کے قدم چومتی
تھی۔ ہر محاذ پر اس کی فوجِ ظفر موج فتح و نصرت کے پرچم لہراتی حریف ممالک
کی چوکیوں کو تباہ کرتی ہوئی آگے ہی آگے قدم بڑھا رہی تھی۔ آخر کار ایک
دن ایسا بھی آیا، جب کہ دُنیا کا عظیم فاتح ہٹلر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہُوا کہ
اس کی یہ کامیابی عارضی ہے۔ ناکامیوں اور شکستوں کا ایک عظیم سلسلہ اس کی
قسمت میں لکھا ہے۔ اتحادیوں کی عظیم الشان تنظیم اور پامردی نے محوری طاقتوں
کے اس بطلِ عظیم کے پاؤں ڈگمگا دیئے۔ انگریزوں اور امریکنوں نے جرمنی پر بھرپور
حملہ کیا۔ ہٹلر کی فوجوں کے مشہور جرنیل نے صورتِ حال کو دیکھ کر کہا کہ اگر اتحادی
فوجیں رودبار انگلستان کو عبور کر کے فرانس کے ساحل پر اترنے میں کامیاب
ہوئیں تو جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا، اور آمرِ مطلق ہٹلر اس سے ناواقف نہیں
تھا۔ اور جب اتحادی فوجیں یلغار کرتی ہوئی نارمنڈی تک پہنچ گئیں تو جرمنی
فوجوں کو حکم ہوا کہ وہ لڑتی رہیں اور جنگ کو طول دیں اور اپنی جانیں قربان
کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اُسے بخوبی علم تھا کہ اب فتح کے سہانے خواب
عنقا ہو چکے ہیں اور قسمت میں ناکامی اور نامرادی ہے۔ وہ اتحادیوں کی فتح سے
بھی واقف تھا لیکن وہ ایک بات کا ضرور قائل تھا کہ جہاں تک ہو سکے
نقصان پہنچایا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں اس کی پسپا ہوتی ہوئی فوجیں

خوراک اور بارود کے ذخیروں کو تباہ کر دیتی تھیں۔ شہروں اور گاؤں
کو راکھ کر دیا جاتا تھا تاکہ دشمنوں کے ہاتھ کچھ نہ لگے۔ کروڑوں بہنوں
سورما بھائی گھر واپس نہ لوٹے اور ہزاروں ماؤں کے لختِ جگر ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے داغِ مفارقت دے گئے۔ وہ زمینیں جو سونا اگلتی تھیں بنجر
ہو گئیں۔ پُر رونق شہر کھنڈرات کا ڈھیر بن گئے۔ یہ سب کچھ اکیلے
ایک شکست خوردہ ذہن نے توڑ پھوڑ کی ہولناک پالیسی کو جنم دیا۔ اور جس
طرح ہٹلر کی یہ آخری جنگ تھی اسی طرح سے شیطان بھی لڑائی لڑتا رہتا ہے۔
۲۔ یہ زمانہ انجیل کی ترقی اور عروج کا زمانہ ہے۔ لیکن اس سے یہ ہرگز
نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب کلیسیا پر کسی قسم کا کوئی سیاسی یا شیطانی دباؤ نہیں
پڑے گا اور کوئی طاقت اس کے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکے گی۔ کلیسیا
ہر زمانہ اور ہر دور میں دُکھ اٹھاتی آئی ہے اس لیے کلیسیا کو اس قسم کی تکلیفوں
کا انتظار کرنا چاہیئے۔ لیکن کلیسیا کو بڑے تحمّل اور صبر کا ثبوت دینا
چاہیئے اور یہ اُمید رکھنی چاہیئے کہ ایک نہ ایک دن اس کی بادشاہت
ضرور آئے گی۔

خدا کی برگزیدہ قوم پاک کلام یعنی بائبل مُقدس کے منّ سے سیر ہوتی
رہی ہے۔ کتابِ مُقدس میں ایلیاہ نبی کا ذکر آیا ہے۔ کہ کس طرح خدا نے
اُس کی آواز سُنی۔ اس زمانے کے لیے ایک ہزار دو سو ساٹھ دن یا زمانہ
اور زمانوں اور آدھا زمانہ تک وقت کی حدود متعیّن کر دی گئی ہیں یا بیالیس
مہینے اور ایک ہزار برس یہی ہیں۔ بیسویں باب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ان
اعداد سے اس زمانے کا اشارہ ملتا ہے جو خداوند یسوع مسیح کی آمدِ اوّل اور آمدِ
ثانی تک کا زمانہ ہے اور یہ زمانہ موجودہ زمانہ ہے۔

باب ۱۳

تیرھویں باب سے سترہویں باب تک عجیب و غریب ہستیوں کا
...رتا ہے۔

سمندری حیوان

اس حیوان سے مراد غیر مسیحی حکومتیں اور وہ غیر فوجی طاقتیں ہیں
...لیسیا کے خلاف صف آرا ہیں۔ ان مخالفِ کلیسیا طاقتوں میں ہٹلر اور
...لینی دو مشہور مثالیں ہیں۔

۲۔ زمین کا حیوان

یہ غیر مسیحی مذاہب اور حکمت ہے۔
غیر مسیحی مذاہب حقیقی مذہب کی نقل ہیں۔ دنیا کی حکمت مسیحی مذہب
...روح کے خلاف ہے۔ یہ حکمت بُتوں کو حیوان کی پرستش کی تلقین کرتی
ہے اور بہت سے لوگ اس کے دامِ تزویر میں گرفتار بھی ہو جاتے ہیں۔
...تراکیت کی تعلیم اور اس کا فلسفہ اسی قسم کا ہے۔ مکاشفہ ۱۴: ۱۸ اور
...ارہویں باب میں اس کا ذکر ہوا ہے۔
تیرہویں باب میں اژدہے اور اُس کے لاؤ لشکر اور ہتھیاروں کا
...یان ہے۔ یہ اژدہا اور اس کے تمام کارندے کلیسیا کو دکھ دینے پر
...ادہ ہیں۔ وہ ہر وقت کلیسیا پر حملہ کرنے کے منصوبے باندھتے ہیں تاکہ اُسے
...تم کر دیں۔ اس باب میں دو حیوانوں کا ذکر ہے۔ پہلے حیوان کے "دس سینگ

اور سات سر تھے، اور اُس کے سینگوں پر دس تاج اور اس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہوئے تھے۔

اس حیوان کا حلیہ کتنا خوفناک ہے۔ دُوسرا حیوان زمین میں سے نکلتا ہُوا دکھائی دیا۔

"اُس کے برّہ کے سے دو سینگ تھے اور اژدہا کی طرح بولتا تھا۔"

یہ حیوان اپنی صُورت وشکل میں تو بے ضرر دکھائی دیتا ہے لیکن پہلے حیوان کی نسبت زیادہ خطرناک اور مضرّت رساں ہے۔ اب ذرا ان دونوں حیوانوں کا موازنہ کیجئے۔

پہلا حیوان	دوسرا حیوان
(۱) پہلا حیوان سمندر سے نکلتا ہے۔	۱ دوسرا حیوان خشکی سے پیدا ہوتا ہے۔
(۲) پہلا حیوان شیطان کا بازو ہے۔	دوسرا حیوان شیطان کا دماغ ہے۔
(۳) پہلا حیوان شیطان کی وہ طاقت ہے جو دُکھ دینے والی اور اذیت پہنچانے والی ہے۔ دنیا کی قوموں اور سرکاری نظاموں کے ذریعے وہ اپنا کام کرتا رہتا ہے۔	دوسرا حیوان باطل مذاہب اور دُنیوی فلسفے اور دُنیوی حکمت کا نشان ہے۔

یہ دونوں حیوان اس پورے انجیلی زمانہ میں کلیسیا کی مخالفت کرتے ہیں۔ کلیسیا کے سامنے طرح طرح کی مشکلات رکھی جاتی ہیں۔ ملکی آئین میں ایسی دفعات رکھی جاتی ہیں، جن کی رو سے تبلیغ میں دشواریاں پیدا ہو جاتی

ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قلم پر پہرے اور زبان پر تالے لگا دیئے گئے ہیں۔

...یوں یوحنا رسُول نے اس باب میں بڑے واضح انداز میں ان دونوں حیوانوں ...یں اور جابرانہ احکام کا ذکر کیا ہے، جو کلیسیا کے خلاف روا رکھے

...یوں سب کچھ پہلی صدی کے آخر میں ظاہر ہُوا۔

...ہیں۔ یہ ...کاشفہ ۱۴ : ۸ میں شہر بابل کا ذکر ہے، جس نے اپنی حرامکاری کی غضبناک ...نام قوموں کو پلائی ہے۔ یہ کسبی جو بابل کے نام سے موسُوم ہے شیطان کا ...آلہ کار ہے۔ لہذا زمین پر حملہ کرنے کے لیے شیطان نے تین کارندے ...کر رکھے ہیں یہ تینوں ہی مخالفِ مسیح ہیں۔

ا۔ مسیحیوں کے خلاف ایذا رسانی۔

ب۔ مخالفِ مسیح مذاہب۔

ج۔ مخالفِ مسیح ترغیب۔

وہ حیوان جو سمندر سے نکلا شیطان کی ایسی طاقت کا نام ہے جو تواریخ ...انی میں تمام قبیلوں، قوموں، اُمتوں اور حکومتوں کو برپا کرتی ہے۔ پہلی صدی ...سیحی میں کلیسیا پر بڑی سختیاں کی گئیں، اور کلیسیا نے اس ظلم وستم کو برداشت ...کیا۔ اس زمانے کے مسیحیوں نے نیرو اور ڈومیشئن کی بادشاہی کو دیکھا۔ شہنشاہ نیرو نے خودکشی کر کے اپنا خاتمہ کر لیا۔ لیکن لوگوں کو یقین تھا کہ اتنا عظیم الشان شہنشاہ پھر زندہ ہو جائے گا۔ مکاشفہ کی کتاب میں جس زخم کاری کا ذکر ہے ...اس سے اشارہ یہ ہے کہ عوام کے وہ خیال کہ نیرو شہنشاہ دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ مکاشفہ ۱۳ : ۳ میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔

"اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا۔"

اس کے بعد یہی حیوان نپولین، ہٹلر، سٹالن یا شہنشاہ جاپان کی شکل میں

نظر آتا ہے۔ ہر وہ سیاسی تنظیم یا آئینِ حکومت جس میں حکمران طبقہ عوام الناس
سے اپنی عزت کا خواہاں ہوتا ہے اور اپنے لیے سنہری محل اور زندگی کی تمام
سہولتیں مہیا کرنے کی فکر میں رہتا ہے، وہ اس حیوان کی مانند ہے۔ ایسی حکومت
جو کلیسیا کو اپنا حریف یا اپنی راہ میں حائل سمجھتی ہے۔ وہ حیوان کی طرح ہے۔
یہ حیوان جو سمندر سے نمودار ہوا اُس کی شکل و صورت اور خصوصیات اُسی
طرح کی تھیں۔ جو دانی ایل نبی کی رویا میں نظر آتا ہے (دانی ایل ۷: ۳)۔
اس باب میں سمندر سے چار بڑے حیوان نکلے۔ یہ حیوان ایک دوسرے
سے مختلف تھے۔ ان چاروں حیوانوں سے چار بادشاہتیں مراد ہیں۔ مکاشفہ
کی کتاب کا یہ حیوان جو سمندر سے نمودار ہوا اور جس میں یہی باتیں پائی جاتی ہیں
وہ بھی اسی قسم کے بادشاہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

دوسرا حیوان ایک جھوٹا نبی ہے، جو انجیلی زمانہ میں جھوٹی تعلیم اور باطل
فلسفے کی نشر و اشاعت کا داعی ہے۔ اس نے مذہب کی سچی باتوں کی جگہ
من گھڑت تفسیرات کو رائج کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن جائے حیرت ہے کہ یہ حیوان برّہ کی شکل و صورت کا ہے۔ ظاہر
میں بھیڑ ہے پر باطن میں پھاڑنے والا بھیڑیا۔ یہ اژدہا ہے۔ یہ دونوں
حیوان مخالفِ مسیح ہیں۔ ان میں سے ایک غیر مسیحی حکومت ہے اور دوسرا
غیر مسیحی مذہب۔ اور یہ دونوں حیوان مسیحیت یا کلیسیا کے خلاف مشترکہ
محاذ بنائے ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے سے پورا پورا تعاون کرتے ہیں۔

کلام مقدس میں جہاں کہیں حیوان کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے مراد ایسی شخصیت
ہے جو خداوند اس کے مسیح اور کلیسیا کی جانی دشمن ہے۔ یہ شخصیت ہزارہا
فتنے برپا کرتی ہے، اور کلیسیا کو دکھ دینے میں لگی رہتی ہے۔ یہ حیوان ایسی

[illegible] ہے جو شب و روز کلیسیا کے نقصان میں راضی ہے۔ اس حیوان نے
[illegible]ب چھوٹے بڑے دولت مندوں اور غریبوں، آزادوں اور غلاموں کے
[illegible]پنے ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرا دی" اور اس حیوان
[illegible] نشان یا تو ماتھے پر ہوتا ہے یا داہنے ہاتھ پر۔ ماتھا یا دماغ انسان کا
[illegible] تصور رُتبہ ہے جو خیال اور تصور کا سرچشمہ ہے۔ دماغ کی معجزانہ قوتوں
[illegible]کی وجہ سے ہی انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔ انسان کو حکمت ہی سرفرازی
کا تاج عطا کرتی ہے۔ دُنیا کی تمام ایجادات اسی دماغ کی مرہونِ منت
[illegible]ہیں۔ داہنا ہاتھ بھی بڑی طاقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے وسیلے سے
[illegible] انسان نے ایسے ایسے کام کئے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ
پہاڑوں کو ہاتھ لگاتا ہے اور اُس کی طاقت کے سامنے پہاڑ ٹھہر نہیں
سکتے یعنی دہنا ہاتھ انسان کی قوت کا نشان ہے۔ پس شیطانی نشان
کا ماتھے یا ہاتھ پر ہونے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی آدمی
[illegible]سے ہے۔ شیطان کے لاتعداد کارندے کلیسیا کو ستانے میں لگے ہوئے
[illegible]ہیں۔ ایسے لوگ جن پر حیوان کی چھاپ ہے وہ اپنے خیال و قول اور فعل
[illegible]یں کلیسیا کے دشمن ہیں۔ مخالفِ مسیح لوگ اپنی تحریرات اور افعال
[illegible]یں کلیسیا کے نقصان کی باتوں کا پراپیگنڈا کرتے ہیں۔

ہمارے اپنے زمانے یعنی بیسویں صدی میں اس قسم کی مثالیں موجود
[illegible]ہیں۔ جب جابر حاکموں نے زیردستوں کو مجبور کیا کہ وہ خاص قسم کے
نشانات اپنے پاس رکھا کریں۔ مثلاً جرمنی کے آمرِ مطلق ہٹلر نے اپنی یہود
دشمنی کی بنا پر اس قوم کے ہر فرد کے لیے یہ لازمی قرار دیا کہ وہ ایک خاص
نشان اپنے ساتھ رکھا کریں۔ جرمنی کے یہودی مجبوراً اپنے کپڑوں پر داؤد[illegible]

کے ستارہ کا نشان لگایا کرتے تھے۔

وہ ممالک جہاں رُوس کی سی اشتراکیت ہے وہاں پارٹی کے شرکاء کے خاص نشانات ہیں، جو آزادی سے خرید و فروخت اور دوسرے کاروبار کر سکتے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مکاشفہ کی کتاب میں عجیب و غریب تشبیہات اور استعارات کے ذریعہ وہی پیغام دیا گیا ہے جو بائبل مقدس کے دوسرے حصّوں میں موجود ہے۔ مثلاً مکاشفہ کی کتاب اور یوحنا کے پہلے عام خط میں لکھا ہے۔ کہ دنیا کے فرزندوں اور خدا کے فرزندوں میں بہت فرق ہے۔

تیرہویں اور چودہویں باب میں دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں یہ تصویر انجیلی زمانہ کی ہے۔ یہ دو قسم کے لوگ آج بھی روئے زمین پر موجود ہیں اور خداوند یسوع مسیح کی آمد ثانی پر اس دنیا میں رہیں گے۔ مکاشفہ ۱۳: ۱۶-۱۸ ملاحظہ کیجئے۔ "اور اس نے سب چھوٹے بڑوں دولت مندوں اور غریبوں آزادوں اور غلاموں کے داہنے ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرا دی تاکہ اُس کے سوا جس پر نشان یعنی اس حیوان کا نام یا اُس کے نام کا عدد ہو کوئی خرید و فروخت نہ کر سکے۔ حکمت کا یہ موقع ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ہے۔" دنیا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جن پر اس حیوان کا نشان، نام یا عدد لکھا ہوا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے سردار حیوان کے اشارے پر سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کا دل اور دماغ اور ان کی تمام قوتوں پر اسی حیوان کا اختیار ہے۔ اور چونکہ وہ آدمی کا عدد ہے لہذا یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں، وہ انسانی خیال کے مطابق ہوتا ہے۔ ان

کا یہی دین، اُن کا سماج اور اُن کی روزمرہ کی زندگی میں صرف جسمانی باتوں کا ہی دخل ہوتا ہے۔ یہ لوگ نفسانی خواہشات کے غلام ہیں۔ مقدس پولوس رسول رومیوں ۱: ۲۴-۲۵ میں لکھتا ہے "اس واسطے خدا نے ان کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا کہ اُن کے بدن آپس میں بے حرمت کئے جائیں۔ اس لیے انہوں نے خدا کی سچائی کو بدل کر جھوٹ بنا ڈالا اور مخلوقات کی زیادہ پرستش اور عبادت کی بہ نسبت اُس خالق کے جو ابد تک محمود ہے"۔ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس قماش کے لوگ خواہشات کے بندے ہیں اور ان میں روحانیت کا شائبہ تک نہیں۔ انجیل مقدس میں ۱-یوحنا ۲: ۱۵-۱۷ اور یوحنا ۱۷: ۱۵ میں بھی یہی بات بتائی گئی ہے۔

اس قسم کے لوگ جن کا ذکر اُوپر آیا ہے خدا اور اُس کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ لوگ سنگ القلب ہیں۔ اُن کے دل میں محبت نہیں ہوتی۔ لہذا وہ خدا کے لوگوں سے عداوت رکھتے ہیں اور کدورت اور بغض کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ خدا کے پاک کلام میں محبت کو بہت ہی بلند مرتبہ دیا گیا ہے۔ "جو کوئی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے وہ خونی ہے" (۱-یوحنا ۳: ۱۲-۱۷ ملاحظہ کریں)۔ کئی مرتبہ ہم نے یہ اعتراف کیا ہے کہ چونکہ ہم نے رشوت نہیں دی اور نہ ہی کوئی دوسرا ناجائز وسیلہ اختیار کیا ہے۔ لہذا ہماری شنوائی نہیں ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند میں آزادی کے بعد ناجائز طور سے مراعات حاصل کرنے کا کاروبار کچھ اس طرح سے شروع ہوا کہ بڑے بڑے بزرگ بھی اپنی آبرو نہ بچا سکے۔ حالانکہ وہ بھی "تارکین وطن کی جائیدادیں حاصل کرنے کی سعی کرتے رہے۔

اُن کا اس قسم کی جائیداد پر کوئی حق نہ تھا۔ کبھی کبھی ہمیں اپنی بے مائیگی کا بھی گلہ ہوتا ہے، کہ ہمارا فلاں محکمہ میں اثر و رسوخ نہیں، ورنہ ہمارے بھی وارے نیارے ہوتے۔ ہم سفارشات کی خاطر بڑے بڑے سرمایہ داروں اور بارسوخ شخصیتوں کے بنگلوں پر طواف کرتے ہیں تاکہ عدالتوں کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو حالانکہ ہمیں اپنے جرم کا پورا پورا علم ہوتا ہے۔ رشوت چور بازاری اور ناجائز مراعات حاصل کرنے کی خاطر سیاسی ہتھکنڈوں سے کام لینا حیوان کی پرستش کرنا ہے۔ آخر یہی وہ حیوان ہے جو اخلاق کی اعلیٰ قدروں سے برسرِ پیکار ہے۔ دنیا کا کوئی ملک اس قسم کی اخلاقی پستی سے پاک نہیں اور تو اور امریکہ جیسے جمہوریت کے علمبردار ملک میں بھی اس "حیوان" کا نام لینے والوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ دنیا کی عزت اور دولت حاصل کرنے کے خواہشمند لوگ اسی حیوان سے کام لینا چاہتے ہیں۔ وہ اسی حیوان کے نام کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، کیونکہ دنیا اور اس کی تمام عیش و عشرتیں اسی حیوان کے قبضہ اور اختیار میں ہیں۔

یوحنا عارف نے مکاشفہ کے تیرھویں باب میں لکھا ہے "حکمت کا یہ موقع ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے، اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہے"۔ یہ آیت بڑی ہی عجیب ہے۔ ہم اس عدد کے متعلق بہت سی قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ مفسرین کرام نے اس عدد کی بہت سی تفصیلات بتائی ہیں کہ یہ عدد کیا ہے۔ لیکن مکاشفہ میں صرف یہی کہا گیا ہے کہ "حکمت کی ضرورت ہے" تاکہ اس پُراسرار عدد کو سمجھا جائے اور ہم ایسے انسانوں میں شمار نہ کئے جائیں جو دنیا کی دولت اور عیش و عشرت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

انسان کے دل میں ہی دنیاوی خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اور ہمیں یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ وہ تمام منصوبے اور تجویزیں جن کا تعلق دنیاوی جاہ و جلال سے ہوتا ہے، وہ سب انسان کے دماغ سے نکلتے ہیں۔ لیکن ہم جو آسمانی اور رُوحانی ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو ایسی باتوں سے بچائے رکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم دُنیاوی خواہشات سے دُور رہیں۔

باب ۱۴

مکاشفہ کے چودھویں باب کے تین حصے ہیں۔ پہلی آیت سے ہی پہلا حصہ شروع ہوتا ہے۔

"پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برّہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ۱۴۴ ہزار شخص ہیں، جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔"

پھر دوسرا حصہ چھٹی آیت سے شروع ہوتا ہے۔
"پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اُڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور اُمت کے سنانے کے لیے ابدی خوشخبری تھی۔"

اور چودھویں آیت سے تیسرا حصہ یوں شروع ہوتا ہے۔

"پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید بادل ہے
اور اُس بادل پر آدم زاد کی مانند کوئی بیٹھا ہے جس کے سر پر
سونے کا تاج اور ہاتھ میں تیز درانتی ہے۔"

پہلے حصہ میں مخلصی یافتہ لوگوں کی مبارک حالت کی تصویر نظر آتی ہے۔
یہ لوگ آسمان پر خداوند یسوع مسیح کے ساتھ ہیں۔ دوسرے حصے میں
یعنی چھٹی آیت سے تیرھویں آیت تک تین فرشتے ہیں۔ یہ تینوں فرشتے
کچھ نہ کچھ کہتے ہیں، جس سے لوگوں کو آگاہ کرنا مقصود ہے اور یہ منادی
اس طرح کی ہے۔

د۔ یہ منادی یا آگاہی عام انسانوں کے لیے ہے (آیات ۶-۷)۔
ب۔ یہ منادی صرف بابل کے لیے ہے (۸ آیت)۔
ج۔ وہ لوگ جو حیوان کی خدمت اور پرستش کرتے ہیں صرف ان کو ہی
آگاہ کیا جا رہا ہے (آیات ۹، ۱۰، ۱۱)۔

تیسرے حصہ میں یعنی آیات ۱۴ تا ۲۰ تک آخری عدالت کی تصویر
ہے۔

چودھویں باب میں ایک بڑے گروہ کو دیکھتے ہیں۔ یہ گروہ ایسا ہے
جن کے ماتھے پر برہ اور اُس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک لاکھ
چوالیس ہزار اشخاص برگزیدہ اور خدا کے فرزند ہیں۔ دنیا کے لوگوں
نے ان سے عداوت کی اور ہر طرح سے انہیں ناچیز جانا اور انہوں نے
کوشش کی کہ ان لوگوں کو زمین پر سے مٹا دیں، لیکن یہ لوگ خداوند یسوع
مسیح کے مقدس خون سے خریدے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کی خواہشات
اور حرص و ہوا کے چنگل سے آزاد ہیں اور خداوند یسوع مسیح کے پیچھے

پیچھے چلتے ہیں۔ مکاشفہ میں ان لوگوں کے بارے میں لکھا ہوا ہے "یہ وہ ہیں
عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں"۔
راقم الحروف کی دانست میں اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اشخاص
نے شادی نہیں کی یا کنوارے لوگ ہیں، بلکہ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو
دنیا کی خواہشات سے بالکل دُور رہتے ہیں نفسانی خواہشات اُن کے دل میں
پیدا ہی نہیں ہوتیں۔ ان کے بدن خدا کے مقدس ہیں۔ وہ پاک اور بے
عیب زندگی گزارتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح نے بالاخانہ میں اپنے شاگردوں
کے سامنے ایک دعا کی۔ اُس نے اپنے شاگردوں کے بارے میں کہا۔
"میں یہ درخواست نہیں کرتا کہ تو انہیں دنیا سے اٹھا لے بلکہ یہ کہ
اس شریر سے ان کی حفاظت کر" (آیت ۱۵) "انہیں سچائی کے وسیلہ سے
مقدس کر۔ تیرا کلام سچائی ہے۔" (آیت ۱۷) خداوند یسوع مسیح نے صاف
صاف الفاظ میں بیان کیا کہ یہ لوگ اُس کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں۔
ان لوگوں نے نجاست اور گندگی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھا ہے۔ اُن کے
دل میں ایک نیا گیت ہے اور وہ خوشی سے یہ گیت گاتے ہیں۔

اس باب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں دو بڑے بڑے
گروہ ہیں، اور دنیا کے تمام لوگوں کا کسی نہ کسی گروہ کے ساتھ تعلق ہے۔
اب اس بات کا فیصلہ ہم ہی کریں گے کہ آیا خداوند یسوع مسیح کے
پیچھے پیچھے چلیں گے یا دنیا کا انتخاب کریں گے۔ دنیا اور خداوند یسوع
مسیح کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ لوگ جو خداوند یسوع
مسیح کو انتخاب کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ دنیا اور اُس
کی ساری چیزیں باطل اور ہوا کی حیران ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے آپ

کو خُدا کے لیے مخصوص کریں۔ آخری عدالت کے دن وہی لوگ اس کی نظر میں مقبول ٹھہریں گے جو اُس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ یہ لوگ ابد تک نیا گیت گاتے رہیں گے۔ اَے کاش ہم سب اسی گروہ میں شامل ہوں لیکن کلیسیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن پر حیوان کے نام کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ اس لیے ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے کیونکہ یہ حکمت کا موقع ہے۔ برّہ کوہِ صیّون پر کھڑا ہے اور ہر زمانہ کے مقدس لوگ اُسے سجدہ کرتے ہیں۔ وُہ کون سا شہنشاہ یا بادشاہ ہے جو اُس کے برّے کے سامنے کھڑا رہ سکتا ہے؟ یہ برّہ ابد کا بادشاہ ہے۔ دنیا کی تاریخ نے سینکڑوں شہنشاہوں اور فاتحین کو بنتے اور بگڑتے دیکھا۔ نیرو، ہٹلر اور سٹالن عروج حاصل کرتے ہیں لیکن، آخر کار اُن کی شہرت جاتی رہی، لیکن وُہ برّہ جو صیّون کے پہاڑ پر کھڑا ہے ابد تک قائم رہتا ہے۔

اس بات کو کہ فرشتے منادی کرتے ہیں ہم دُوسرے حصّے میں دیکھتے ہیں۔ چھٹی اور ساتویں آیات میں ایک فرشتہ دنیا کے عام لوگوں کو آگاہ کرتا ہے اور پُکار پُکار کر کہتا ہے کہ خُدا کی عبادت کرو۔ لیکن دنیا کے لوگ تساہل پسند ہیں۔ وہ فرشتوں کی آواز کی ذرّہ بھر پرواہ نہیں کرتے اور اپنے ہی کاروبار میں لگے رہتے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھُول کر بھی خُدا اور آخری عدالت کے بارے میں نہیں سوچا۔ خُداوند یسوعؔ مسیح نے متیؔ رسُول کی انجیل میں فرمایا "جیسا نوحؔ کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابنِ آدم کے آنے کے وقت ہوگا، کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے۔ اس دن تک کہ نوحؔ کشتی میں داخل ہوا اور جب تک طوفان آکر ان سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی، اُسی طرح ابنِ آدم کا آنا ہوگا (متی ۲۴: ۲۷-۳۹)۔ خُداوند یسوعؔ مسیح کی آمدِ ثانی اور خُداوند کے آنے کا دن ایک

ہی بات ہے، اور جس طرح بجلی مشرق سے مغرب کو کوندتی ہے اُسی طرح ابنِ آدم آجائے گا۔

مکاشفہ کی کتاب کے چودھویں باب کی آٹھویں آیت میں ایک اعلان ہے گر پڑا۔ وہ بڑا شہر بابل گر پڑا جس نے اپنی حرامکاری کی غضبناک مے تمام قوموں کو پلائی ہے۔" شہر بابل کو عیش و عشرت اور ناپاکی اور نفسانی خواہشات سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر بابل میں حیاسوز معاشرت پروان چڑھ رہی تھی۔ اور دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ دُنیا گناہ اور عیش و عشرت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر پڑی اور تباہ و برباد ہوگئی اور اُس کی تمام عزت اور شان و شوکت ختم ہوگئی کیونکہ یہ سب چیزیں فانی ہیں۔ اس بات کو یُوحنّاؔ رسُول نے اپنے پہلے خط عام میں یُوں بیان کیا ہے "دُنیا اور اس کی خواہش دونوں مٹتی جاتی ہیں، کیونکہ جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وُہ ابد تک قائم رہے گا۔" (۱-یُوحنّا ۲: ۱۷)

دنیا کی شان و شوکت کو خواہش سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پھر تیسرا فرشتہ دکھائی دیا اور اُس نے ان لوگوں کی نشاندہی کی جن کے ماتھے یا ہاتھ پر حیوان اور اُس کے بُت کی چھاپ ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ انہوں نے از خود اس چھاپ کو قبول کیا۔ ان لوگوں نے حیوان کے بُت کی پرستش کی۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور ان لوگوں کا انجام بہت ہی بُرا ہوگا۔ یعنی ان کو رات دن چین نہ ملے گا۔ یہ لوگ خُدا کے قہر کی خالص مے کو پئیں گے لیکن وہ لوگ جو خُداوند یسوعؔ مسیح کے ہیں، مبارک ہوں گے اور اپنی موت کے بعد آرام پائیں گے۔ ایسے لوگ

مبارک ہیں۔ اُن کے اعمال ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس دُنیا میں مسیح کی خاطر دُکھ اٹھاتے ہیں۔ انہیں آرام ملے گا۔ عیش و عشرت میں زندگی گزارنے والے لوگ آگ اور گندھک کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ آخر فتح خُدا کی ہے۔

اس باب کا تیسرا حصہ یوں شروع ہوتا ہے "پھر مَیں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید بادل ہے اور اس بادل پر آدم زاد کی مانند کوئی بیٹھا ہے، جس کے سر پر سونے کا تاج اور ہاتھ میں تیز درانتی ہے۔"

اس سفید بادل پر بیٹھنے والا خُداوند یسوع مسیح ہے۔ اس کے سر پر جلالی تاج ہے۔ اس کے ہاتھ میں تیز درانتی ہے جس کی مدد سے وہ زمین کی فصل کاٹتا ہے۔ اس کی تیز درانتی سے کوئی فصل بچ نہیں سکتی۔ ایسے لوگ جو اس کے خلاف سازشیں کرتے اور اس کے نام کی تکفیر کرتے ہیں انہیں سزا ملے گی۔ ان کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ وہ فصل کاٹنے پر اختیار رکھتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کاملیت رکھتا ہے۔ اب ذرا سولہ سو کا عدد ملاحظہ کیجئے۔ اس سے پیشتر ہم نے دیکھا ہے کہ چار کا عدد زمین کا عدد ہے جس سے مُراد زمین کی چار اطراف ہیں اور دس کاملیت کا عدد ہے۔ سولہ سو اس طرح سے حاصل ہوتا ہے یعنی ۴ × ۴ × ۱۰ × ۱۰۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جو مخالفِ مسیح ہیں انہیں ابدی سزا ملے گی۔ اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ "شہر کے باہر اُس حوض میں انگور روندے گئے۔ اور اس میں سے اتنا خون نکلا کہ گھوڑوں کی لگاموں تک پہنچ گیا۔"

خُدا کے غضب کا یہ حوض شہر کے باہر تھا۔ مکاشفہ ۱۴: ۱۷-۲۰ میں خُدا کا ابدی ارادہ اس دنیا کے بادشاہوں کے مقابلہ میں پیش ہوتا ہے۔ ایک

رشتہ نے خُدا کے ارادہ کا اعلان کیا اور یہ اعلان دنیا کی ہر ایک قوم، قبیلے اور
ن اور اہلِ زبان کے لیے ہے۔ دنیا کے تمام لوگوں کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ
ز حیوان یا کسی انسان کی پرستش نہ کریں، بلکہ وہ صرف ابدی خالق کی عبادت
ریں، جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشموں کو پیدا کیا لیکن اس
ی اعلان کو سُن کر بھی لوگ اپنی من مانی کرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ خُدا کے
لف کرنے سے پہنچتے ہیں۔ وہ بابل کے ساتھ حرامکاری کرتے ہیں۔ ان کے دل
ور دماغ کی تمام صلاحیتیں گناہ آلود زندگی کی گرویدہ ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ اپنی
خواہشات کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں اور خُدا کے واضح کلام کی طرف بالکل
توجہ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کی عدالت ہوگی اور عدالت کرنے والا برّہ
ہے۔ یہ برّہ حلیم اور فروتن تھا۔ لیکن موت اور شیطان پر فتح پانے والا یہ
برّہ اب پوری قوت اور جاہ و جلال کا مالک ہے۔ اب وہ اپنے مخالفین
کو خُدا کے قہر کی مے پلائے گا۔ وہ اپنے خلاف منصوبے باندھنے والوں
اور دغاباز لوگوں کو کاٹ ڈالے گا اور انہیں ابدی سزا دے گا۔

۷۔ غضب کے سات پیالے

ابواب ۱۵-۱۶

تواریخِ عالم میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب ظلم واستبداد، حرامکاری اور بے حیائی کی حد ہوگئی۔ معاشرے میں بدی کی فراوانی ہوئی اور ناپاکی کے رستے ہوئے ناسوروں سے تہذیب و تمدن متعفن ہو گئے۔ انسانیت رخصت ہوئی اور حیوانیت اور شیطنت کے بے رحم درندوں نے نوعِ انسانی پر پورا تسلط جما لیا۔ یہ دھرتی اور اس کے رہنے والے اپنے خالق سے دور ہوگئے، اور اخوت اور محبت اور رواداری جاتی رہی۔ لیکن خدا جو قادرِ مطلق اور خالق ہے اُس نے اپنی کاریگری یعنی انسان کو توبہ کے مواقع فراہم کیے۔ مکاشفہ کی کتاب میں انصاف کے نرسنگے اور عدل کی آفتیں اسی بات کو ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن جب کبھی ان نرسنگوں اور آفتوں سے بھی لوگ توبہ نہیں کرتے بلکہ ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں، تو اس قسم کے لوگوں کو خدا ضرور سزا دیتا ہے۔ پندرھویں اور سولہویں باب میں جو رویا دکھائی گئی ہے، اس سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے۔ کہ ظالم اور گنہگار لوگ عدالت سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اگر کوئی شخص خدا کے پہلے غضب کے ظہور کے جواب میں توبہ نہیں کرتا تو آخری

عدالت کا غضب اُس پر نازل ہوگا اور وہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ کا کوئی موقع نہیں ہوگا۔ سخت دل اور ظالم موت کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ خدا قادرِ مطلق باپ ہر ایک شخص کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے بُرے کاموں سے توبہ کرے۔ لیکن جب اُس کے صبر کی حد ہو جاتی ہے۔ تو پھر بُرے لوگوں پر اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔

غضب کے سات پیالے خدا کے آخری غضب کی تصویر ہیں۔ عہدِ عتیق میں موسیٰ کے زمانہ میں مصریوں پر دس آفتیں نازل ہوئیں کیونکہ انہوں نے اپنے دلوں کو سخت کر لیا اور خدا کے کلام کو نہ سُنا۔ مکاشفہ کے پندرھویں اور سولہویں باب میں بھی کچھ اسی طرح کی آفتوں کا ذکر ہے۔ یہ آفتیں عالمگیر ہیں اور دنیا کا کوئی مقام ان کی زد سے محفوظ نہیں رہتا۔ روئے زمین کی ساری مخلوقات پر یہ آفتیں آتی ہیں یعنی زمین، سمندروں، دریاؤں، پانی کے چشموں، سورج اور آسمانی چیزوں اور حیوان کے تخت پر ان آفات کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام آفات کے باوجود لوگوں نے اپنے دلوں کو سخت کر لیا اور خدا کے نام کی نسبت کفر بکنے لگے اور خدا کی تمجید نہ کی۔

مکاشفہ کی کتاب کے بارھویں اور پندرھویں باب کا آغاز ایک جیسا ہے۔ بارھواں باب یوں شروع ہوتا ہے۔

”پھر آسمان پر ایک بڑا نشان دکھائی دیا یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اس کے سر پر“ (۱۲:۱)۔

اور پندرھویں باب کا آغاز یوں ہے:

”پھر میں نے آسمان پر ایک اور بڑا اور عجیب نشان یعنی سات

فرشتے ساتوں پچھلی آفتوں کو لیے ہوئے دیکھے کیونکہ ان آفتوں پر خدا کا قہر ختم ہو گیا ہے (۱۵: ۱)۔

ان آفتوں کے بیان سے پیشتر مقدس یوحنا رسول نے جلالی اور فتحیاب کلیسیا کی تصویر کھینچی ہے۔ زمین لعنتی ہو چکی ہے اور نافرمانی کی وجہ سے خدا اپنے غضب اور قہر کے پیالے اس باغی دنیا پر انڈیلتا ہے لیکن برگزیدہ اور مقدس لوگوں کا گروہ جو آسمان پر ہے، حیوان پر اور اس کے بت پر اور اس کے نام کے عدد پر غالب آیا۔ خدا کے یہ مقدس لوگ خوشی اور مسرت سے پھولے نہیں سماتے، وہ شیشہ کے سے ایک سمندر کے پاس کھڑے خدا کی بربطیں لیے حمد و ثنا کر رہے تھے۔ شیشے جیسا سمندر جس میں آگ ملی ہوئی تھی۔ خدا کی راست بازی کو ظاہر کرتا ہے۔ صرف خدا قادرِ مطلق باپ ہی قدوس ہے اور وہ عدل و انصاف کا بانی ہے اس مقدس گروہ نے خدا کی تعریف میں یہ کہا: "اے خداوند! کون تجھ سے نہ ڈرے گا؟ اور کون تیرے نام کی تمجید نہ کرے گا؟ کیونکہ صرف تو ہی قدوس ہے اور سب قومیں آکر تیرے سامنے سجدہ کریں گی۔ کیونکہ تیرے انصاف کے کام ظاہر ہو گئے ہیں" (۱۵: ۴)۔

سمندر کے پاس کھڑے ہوئے یہ لوگ موسیٰ اور برّے کا گیت گا رہے تھے۔ یہ گیت فتح و نصرت کا گیت ہے۔ بنی اسرائیل قوم جب شاہ مصر فرعون کی غلامی سے نکلی اور خدا نے مصر کی تمام فوج کو بحیرہ قلزم میں غرق کر دیا تو ساری قوم حمد کے گیت گانے لگی۔ مکاشفہ کی کتاب اور خروج کی کتاب کے پندرھویں باب میں جو گیت ہے وہ نفس مضمون کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ "میں خداوند کی ثنا گاؤں گا۔ کیونکہ

وہ جلال کے ساتھ فتحمند ہوا۔ اس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا" (خروج ۱۵: ۱)۔ اور جس طرح مصریوں پر آفات نازل ہوئیں اسی طرح جب یہ قہر کے پیالے انڈیلے جاتے ہیں تو مصر کی آفتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ عہد عتیق اور عہد جدید دونوں میں خدا نے برّے کی معرفت اپنا کام سرانجام دیا۔ موسیٰ کا ذکر بھی برّہ کے ساتھ ہوا ہے، لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ موسیٰ محض برّے کا خادم ہے۔ خروج کی کتاب میں جو گیت درج ہے اور جسے تمام بنی اسرائیل قوم نے گایا وہ فرعون کی فوجوں پر فتح کے بعد گایا گیا۔ لیکن یہ گیت جو مکاشفہ کی کتاب مقدسین گاتے ہیں، وہ غضب کے پیالوں کے انڈیلے جانے سے پہلے ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مقدسین کو یقین تھا کہ یہ پیالے ضرور انڈیلے جائیں گے۔

مکاشفہ ۱۵: ۵-۸ میں مقدس یوحنا رسول نے دیکھا کہ شہادت کے خیمہ کا مقدس جو آسمان پر ہے کھل گیا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ غضب خدائے قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے اور جو کچھ نازل ہوتا ہے سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔ آسمانی مقدس میں سے سات فرشتے چمکدار جواہر سے آراستہ ہو کر نکلے۔ ان ساتوں فرشتوں کو غضب کے پیالے دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان چار جانداروں میں سے ایک نے غضب کے پیالے ان سب فرشتوں کو دیئے۔ مکاشفہ کی کتاب کے چوتھے باب میں ان چاروں جانداروں کا ذکر آیا ہے۔ یہ چاروں جاندار خدائے قادرِ مطلق کی قدرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بنی نوع انسان پر جو آفتیں نازل ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قوانین قدرت اور احکام خداوندی کی نافرمانی کی۔

خدا کا وہ کلام جو وقتاً فوقتاً ان کی ہدایت کے لیے نبیوں کی معرفت اُن تک پہنچا اُنہوں نے اُسے قبول نہ کیا اور رَدّ کر دیا۔ لہٰذا اس جرم کی پاداش میں اُنہیں سزا ملی۔ قوانینِ قدرت کی نافرمانی کرنے والے سزا کو دعوت دیتے ہیں۔ دنیا کا یہ نظام ایک خاص قانون کے ماتحت چل رہا ہے، اور اس کے تمام قوانین اٹل اور لاتبدیل ہیں، حتیٰ کہ اُن میں کسی قسم کی ترمیم کی بھی گنجائش نہیں۔ جب کبھی حضرتِ انسان نے قدرت کے کسی قانون کی خلاف ورزی کی تو اُسے اس کی سزا مل گئی۔ غضب کے پیالے ابدی قوانین کی تاثیر سے انڈیلے جاتے ہیں۔ جس وقت ان چاروں جانداروں میں سے ایک نے سات سونے کے پیالے، ابد الآباد زندہ رہنے والے خدا کے قہر سے بھرے ہوئے ان ساتوں فرشتوں کو دیئے تو خدا کے جلال اور اس کی قدرت کے سبب سے مَقدِس دُھوئیں سے بھر گیا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ خدا کا غضب مکمل ہے اور ہر جگہ یہ غضب نازل ہو سکتا ہے۔ جب تک ان سات فرشتوں کی آفتیں ختم نہ ہو چکیں، کوئی اس مَقدِس میں داخل نہ ہو سکا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ شفاعت کی نعمت سے محرومی ہو چکی ہے اور خدا کی وہ مہربانیاں جو بے حساب ہیں اب کسی پر نہیں ہوں گی۔ (ملاحظہ فرمائیے ۹:۶)

باب ١٦

سولھویں باب کے شروع میں مُقدّس یوحنّا رسُول کو یہ آواز سُنائی دیتی ہے "جاؤ! خدا کے قہر کے ساتوں پیالوں کو زمین پر اُلٹ دو۔" یہ قادرِ مُطلق خدا کی اپنی آواز ہے اس آواز میں قہر اور غضب ہے، کیونکہ

...ی نوعِ انسان پر خوش نہیں، اور وُہ اپنے مخالفوں کو سزا دینا چاہتا ہے۔ مکاشفہ
...ب کی آفتیں اسی طرح کی ہیں جو موسیٰ کے زمانہ میں مصریوں پر نازل ہوئی تھیں
...(خروج ۵، باب تا ١٠ باب)۔ مکاشفہ کی کتاب کے آٹھویں باب میں بھی اسی طرح کی
...وں کا ذکر ہے۔ اور یہ آفتیں نرسنگوں کے پھونکے جانے کے بعد نازل ہوئیں۔
...فتوں سے ایک سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے لیے تو یہ آفتیں اُس
...اپنے اعمال کی سزا ہیں، لیکن دُوسروں کے لیے عبرت کا نشان۔ (اعمال ١٢: ٢٠-٢٣)
...ہیرودیس بادشاہ کی موت کا ذکر آتا ہے۔ یہ بادشاہ ایک عجیب بیماری میں
...مبتلا ہُوا اور مرگیا۔ اس بادشاہ کی موت اس کے لیے تو آخری عدالت یعنی غضب
...کا پیالہ تھی۔ لیکن دیکھنے اور سُننے والوں کے لیے عبرت کا نرسنگا۔ ان آفتوں
...میں بیماری سمندری مصائب اور زمین کے دریاؤں اور پانی کے چشموں کا بھی
...ذکر آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سورج اور نظامِ شمسی کا بھی ذکر آجاتا ہے۔ سورج
...کی گرمی باغیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے لیکن وہ لوگ پھر بھی توبہ نہیں
کرتے بلکہ ان کے دل اور بھی سخت ہو جاتے ہیں۔ پانچواں پیالہ (مکاشفہ ١٦: ١٠-١١ ابواب) حیوان کے تخت پر ڈالا گیا۔ حیوان کا تخت مخالفِ مسیح کا وہ سرکاری مرکز ہے جہاں سے برّے کی بادشاہی کے خلاف منصوبے تیار ہوتے ہیں۔ لیکن اس پیالہ کے ڈالے جانے کے بعد وُہ بادشاہتیں ختم ہو گئیں جو خُدا کے خلاف تھیں۔ مثلاً اسُور، بابل، فارس اور یونان (اسکندرِ اعظم) کی سلطنتیں ہمیشہ کے لیے مٹ گئیں۔ جس وقت دنیا میں اس قسم کے انقلاب آتے ہیں تو صاحبِ دانش لوگ ایسے واقعات میں خُدا کا ہاتھ دیکھتے ہیں، لیکن شریر لوگ سلطنتوں کے زوال پر کفِ افسوس ملتے ہیں۔ وُہ بادشاہوں کی عظمت اور جلال کے مرثیے پڑھتے ہیں اور توبہ

نہیں کرتے ۔ افسوس ہے کہ اس قسم کے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔

چھٹا پیالہ ہرمجدون ہے ۔ ہرمجدون جنگ کا نشان ہے ۔ جب یہ پیالہ
بڑے دریا فرات پر الٹا گیا تو اُس کا پانی سُوکھ گیا تاکہ مشرق سے آنے والے
بادشاہوں کے لیے راہ تیار ہو جائے ۔ بہت دفعہ ایماندار وں پر دُنیا میں
مصیبتیں آتی ہیں ۔ اور جب وہ عذاب میں مُبتلا ہوتے ہیں ، تو اُس وقت خُداوند
اچانک اپنی طاقت کو ظاہر کرتا ہے اور مُصیبت زدہ لوگ اس کی رحمت کے
سایہ میں آجاتے ہیں اور خُدا کے برگزیدہ لوگوں کے دشمن شکست کھاتے ہیں۔
لیکن حقیقی اور بڑا اور آخری ہرمجدون اور شیطان کا چھوٹا عرصہ (١٢ : ١٢)
یا تھوڑا وقت ایک ہی ہیں ۔ مکاشفہ ١١ : ٧ ۔ ٩ میں ساڑھے تین دن کا ذکر ہے۔
٢ ۔ تھسلنیکیوں ٢ : ٣ ۔ ٥ میں گناہ کے شخص یعنی ہلاکت کے فرزند کا ذکر ہے۔
ہرمجدون کا استعارہ ایسے مقام کو ظاہر کرتا ہے جہاں شیطان اور اُس
کی تمام قوتیں بشمول غیر مسیحی حکومتیں اور غیر مسیحی مذاہب کلیسیا سے برسرِ پیکار
ہوتے ہیں تاکہ برّے کی اس دُلہن کو ہمیشہ کی نیند سُلا دیں ۔ مخالفِ مسیح
اژدہا ہے ۔ حیوان اور جھوٹے نبی ، کلیسیا کے خلاف آخری لڑائی لڑنے کے لیے
صف آرائی کرتے ہیں اور ایسا نظر آتا ہے کہ دُنیا کی سرکش طاقتیں کلیسیا کی
زندگی اجیرن کر دیں گی ۔ اُس وقت اچانک پردۂ غیب سے خُداوند یسُوع
مسیح اپنی کلیسیا کو بچانے کے لیے ظاہر ہوگا ۔ وہ آسمان کے بادلوں پر پُورے
جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا ۔ اور کلیسیا کے تمام مخالفین ختم ہو جائیں گے۔
اس لیے ہرمجدون چھٹا پیالہ ہے ۔ اور چھٹا پیالہ تاریخِ دنیا میں بار بار انڈیلا
گیا ہے ۔ یہ پیالہ آخری عدالت سے پہلے اپنا کام کر چکتا ہے ۔ لیکن ایک صورت
میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان کی زندگی ہرمجدون کی طرح ہے ۔ انسان کے

...یں ایک کشمکش سی جاری رہتی ہے اور یہ کشمکش شیطان کے ساتھ ہے ۔ اس
...دُنیا کا کوئی ملک محفوظ نہیں ہے ۔ رُوحانی ، اخلاقی اور علم کے تمام ہتھیاروں
...اس جنگ میں کام لیا جاتا ہے ۔

...اب ذرا آپ مکاشفہ ١٦ : ١٧ - ٢١ کا مطالعہ کیجیے ۔ ساتواں پیالہ عدالت
...ن ہے ۔ آخری عدالت کا منظر بڑا ہی بھیانک ہے ۔

...بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں پیدا ہوئیں اور ایک ایسا بڑا بھونچال
...ر پیدا ہوئے کبھی نہ آیا تھا اور اُس بڑے شہر کے تین ٹکڑے ہو گئے اور قوموں
...کے شہر گر گئے اور بڑے شہر بابل کی خُدا کے ہاں یاد ہوئی تاکہ اُسے
...اپنے سخت غضب کی مے کا جام پلائے اور ہر ایک ٹاپو اپنی جگہ سے
...ٹل گیا اور پہاڑ کا پتہ نہ لگا ۔ اور آسمان سے آدمیوں پر من من بھر کے
...بڑے بڑے اولے گرے اور چونکہ یہ آفت نہایت سخت تھی اس لیے
...لوگوں نے اولوں کی آفت کے باعث خُدا کی نسبت کُفر بکا ۔"

دُنیا کی ہر ایک چیز پر موت وارد ہوگی ۔
...من من بھر کے اولے" اور بھونچال " ایسا بڑا بھونچال کبھی نہ آیا تھا"
...ن سے یہ مراد ہے کہ کوئی سلامت نہ رہے گا ۔ آخر اس قسم کی آسمانی آفتوں
...سے کون سی چیز بچ سکتی ہے ! خُدا کے غضب کی یہ انتہا ہے ۔ کبھی کبھی گرج
...کے ساتھ ژالہ باری ہوتی ہے تو ساری دنیا " الامان والحفیظ " پکارنے لگتی ہے ۔
...سبزی ترکاری اور کھڑی فصلوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے ۔ عبرانیوں ١٢ : ٢٥ - ٢٩

...میں یوں لکھا ہے ۔
" خبردار ! اُس کہنے والے کا انکار نہ کرنا ، کیونکہ جب وہ لوگ زمین پر
ہدایت نہ کرنے والے کا انکار کرکے نہ بچ سکے تو ہم آسمان پر کے ہدایت

کرنے والے سے منہ موڑ کر کیونکر بچ سکیں گے؟ اس کی آواز نے اس وقت تو زمین کو ہلا دیا مگر اب اُس نے یہ وعدہ کیا ہے، ایک بار پھر میں فقط زمین ہی کو نہیں بلکہ آسمان کو بھی ہلا دوں گا اور یہ عبارت کہ، ایک بار پھر، اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ جو چیزیں ہلا دی جاتی ہیں مخلوق ہونے کے باعث ٹل جائیں گی تاکہ بے ہلی چیزیں قائم رہیں پس ہم وہ بادشاہی پاکر جو ہلنے کی نہیں اُس فضل کو ہاتھ سے نہ دیں جس کے سبب سے پسندیدہ طور پر خدا کی عبادت خدا ترسی اور خوف کے ساتھ کریں کیونکہ ہمارا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔

یہ سات پیالوں کی رویا ایسی ہی ہے جیسی نرسنگے کی رویا تھی۔ مکاشفہ کی کتاب میں کئی قسم کے واقعات کی منظر کشی کی گئی ہے۔ مگر یہ واقعات ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی صورتوں میں دو تین مرتبہ ظاہر کئے گئے ہیں اور یہ سب کچھ نتیجے کی نشانیاں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سات پیالوں کی رویا جس میں کئی آفتیں نازل ہوتی ہیں نرسنگوں کی نسبت زیادہ زبردست اور خوفناک ہیں۔

ز۔ بڑی کسبی کی سزا

باب ۱۷

مکاشفہ کی کتاب میں تین عورتوں کو استعارہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور یہ تینوں عورتیں اپنی انفرادیت اور مخصوص کردار کی بدولت لاکھوں میں ایک ہیں۔ مکاشفہ بارہویں باب" یہ عورت آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی۔ اور چاند اُس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر۔" اس خوبصورت تصویر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ عورت کلیسیا ہے جو عہدِ عتیق اور عہدِ جدید دونوں میں نظر آتی ہے۔

دوسری عورت سترھویں اور اٹھارھویں باب میں ہے۔ یہ عورت "ارغوانی اور قرمزی" لباس میں ملبوس اور سونے کا پیالا مکروہات یعنی اس کی حرامکاری کی ناپاکیوں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھا"

اور اس کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا۔

"وہ بڑا شہر بابل کسبیوں اور زمین کی مکروہات کی ماں"

یہ کسبی ہے اور اس کی ہولناک سزا کا بھی بیان ہے۔ یہ کسبی جس کی اتنی خوفناک تصویر اور سزا بیان کی گئی ہے وہ بھی کلیسیا ہی ہے جس کے دامن پر حرامکاری کے داغ ہیں۔ اور وہ اپنے مقام کو بھول چکی ہے۔

مکاشفہ کے اکیسویں باب میں بھی ایک عورت ہے لیکن یہ عورت پاکیزگی

کا مجسمہ اور کتنی عفت مآب ہے۔ عصمت اور حیا کی تصویر۔ وہ اس دلہن کی طرح آراستہ ہے۔ جس نے اپنے شوہر کے لیے سنگھار کیا ہو۔ خداوند یسوعؔ مسیح اس دلہن کا دولہا ہے۔ اور یہ دلہن کلیسیا ہے۔ جو اپنے خداوند کی آمد کی منتظر ہے۔ یہ ہر وقت تیار رہتی ہے۔

کسبی کیا ہے؟

کسبی کا لفظ اپنی ذات میں بڑا ہی گھناؤنا اور ناپاک ہے۔ وہ عصمت فروش عورتیں جو اپنا بدن بیچتی ہیں اور چند ٹکوں کی خاطر اپنی بے بہا دولت کو کسی غیر کے ہاتھ فروخت کر دیتی ہیں قابلِ نفرین ہیں۔ "وہ اُس بازار میں" جہاں عصمت سی پاک جنس کے بھی سودے ہوتے ہیں وہاں غیرت اور حیا کا گذر نہیں ہو سکتا۔ تہذیب و تمدّن کے لیے یہ "بازار" رِستا ہؤا ناسُور ہے۔ اس کے تباہ کن اثرات سارے معاشرے میں پھیل جاتے ہیں اور وہ پاکیزگی جو حقیقت میں عالمِ نسواں کا زیور ہے ختم ہو جاتی ہے انسانیت کے ماتھے پر اس قسم کا معاشرہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔ تجارت کی غرض سے عصمت سی بیش بہا نعمت کو بازار میں لانا تاریخ کے ہر دَور میں قابلِ نفرت فعل گنا گیا ہے۔ اور ہر وہ عورت جس پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے بڑی حقیر ہے۔ بدکار اور حرامکار عورت کسبی ہے۔

بڑی کسبی :-

یہ بڑی کسبی کون ہے؟ دیدنی کلیسیا اور کلیسیا کے بہت سے فرقے جو دنیا کی عیش و عشرت میں محو ہیں۔ وہ دُنیا کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے متوالے ہیں اور انہیں اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین میں ہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نظر آتا ہے۔ اس لیے اس قسم کے مسیحی فرقے کسبی بن چکے ہیں۔ رومن کیتھولک کلیسیا کی اخلاقی قدریں اور اُس کے رُوحانی معیار اتنے پست ہو چکے ہیں کہ وہ اُس کسبی کی حاشیہ بردار اور اس کے نقشِ قدم پر گامزن نظر آتی ہے۔ رومن کیتھولک کلیسیا کے علاوہ بھی ایسی کلیسیائیں جو روحانی باتوں کو چھوڑ چکی ہیں، ان کے نزدیک دُنیا کی لذتیں اور اس زندگی کی تمام خوشیاں ہی بڑی چیز ہیں۔ خداوند یسوعؔ مسیح کے اپنے زمانے میں صدوقیوں کا کردار بھی کچھ اسی قسم کا تھا۔ وہ یہودی تھے لیکن انہوں نے شریعت کے اصولوں میں تحریف و ترمیم کر لی۔ اِس طرح سے ان کا مقصد یہ تھا کہ رُومی حکومت کی خوشنودی حاصل کی جائے تاکہ اس حکومت کی اجازت سے وہ اپنی قوم کے پیشوا رہیں۔ یعنی محض دُنیا کی حرص و ہوا کی خاطر انہوں نے اُس قوم کی روش اختیار کی۔ اس قسم کا کردار بڑا ہی افسوس ناک ہے۔

روحانی کسبی کیا ہے؟

خدا کی کلیسیا کے لیے مقدس کلام میں کسبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ تشبیہ کلیسیا کے لیے اس وجہ سے استعمال کی گئی کہ اس نے اپنے حقیقی خداوند سے وفاداری نہ کی بلکہ کسی نامحرم کے رنگ محل کی زینت بن گئی۔ عہدِ عتیق میں بنی اسرائیل کے لیے بھی اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ہوسیع نبی پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ (ہوسیع ۱:۲)

اور اسے "بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد" لینے کے لیے کہا گیا کیونکہ "ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری" کی۔ اور خداوند نے فرمایا:۔

"تم اپنی ماں سے حجت کرو، کیونکہ نہ وہ میری بیوی ہے اور نہ میں اس کا شوہر ہوں کہ وہ اپنی بدکاری اپنے سامنے سے اور اپنی زناکاری اپنے پستانوں سے دور کرے"۔

خداوند خدا خود اپنی قوم کا مالک اور شوہر تھا، لیکن بنی اسرائیل قوم نے بتوں کی پرستش کی اور ان کے سامنے اپنی قربانیاں چڑھائیں۔ اور اگرچہ خدا نے اس قوم سے محبت کی اور اس کے لیے سب کچھ کیا پھر بھی اس نے اسے چھوڑ دیا۔ یہ چھوڑی ہوئی قوم گناہ کی تاریکیوں میں کھو گئی اور اس میں شہوانی خواہشات کی فراوانی ہوئی۔ روحانی حرامکاری یہی ہے کہ قادر مطلق خدا کی عبادت کو چھوڑ کر پتھر کے گونگے بہرے بتوں کو پوجا اور ان کے سامنے سر جھکایا جائے۔ شریعت کی حکم عدولی یہی ہے کہ خدا کے علاوہ بھی کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے۔ بنی اسرائیل کے بادشاہوں

تک نے بعل کی پرستش کے احکام جاری کیے، اور اسی وجہ سے خدا نے اس قوم (کلیسیا) کو چھوڑ دیا۔ عہدِ عتیق میں بنی اسرائیل نے اور موجودہ زمانہ میں کلیسیا نے اس جرم کا ارتکاب کیا۔ روحانی حرامکاری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کلیسیا سیاست میں الجھ کر سیاسی طالع آزماؤں سے رابطہ استوار کرتی ہے تاکہ صدارت اور وزارت تک رسائی ہو اور یوں عیش و عشرت کے سامان مہیا ہو سکیں۔ کئی ممالک میں کلیسیا اس حسین فریب میں مبتلا ہو چکی ہے کہ مذہب اور سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ دنیاوی جاہ و جلال کی خاطر کلیسیائی مفاد کو قربان کرنا پرلے درجے کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے سیاسی باتوں میں پڑنے کی کبھی تلقین نہیں کی۔

مکاشفہ کے سترھویں باب میں ایک عورت کی تصویر ہے جو حیوان پر بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھی۔ اس کے سانس میں ہلاکت اور اس کا حسن بدی کا بہتا ہوا لاوا تھا۔ یہ عورت حیوان پر بیٹھی تھی کہ یہ حیوان اس کے قبضہ میں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عورت اس حیوان کے قبضہ میں تھی۔ دنیا کی باتیں بڑی دلکش اور نظر فریب ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج کل کی دنیا کے خوبصورت نظارے اور عیش و عشرت کے سامان انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، اور جی چاہتا ہے کہ ان دنیاوی چیزوں کو کسی نہ کسی طرح سے حاصل کیا جائے۔ ظاہری چیزوں میں اتنی دلآویزی ہے کہ دل خود بخود ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

یہ صرف خیالی بات نہیں کیونکہ ہمارے سامنے زندہ مثالیں ہیں۔ سب سے بڑی اور مشہور مثال رومن کیتھولک کلیسیا ہے جس نے سیاسی اور دنیوی طاقت حاصل کرنے کے لیے شروع سے اب تک کوشش کی ہے مگر نتیجہ یہ

ہوا کہ اس کا رُوحانی اثر زائل ہو گیا۔

پاکستان میں کلیسیا کے عوام کی مالی حالت کافی کمزور ہے غربت اور افلاس
اور ہوشرُبا گرانی نے مسیحی کلیسیا کے ایمان کو دنیاوی چیزوں کا حریص بنا دیا ہے۔
امریکہ سے آئے ہوئے کپڑے چینی اور دودھ اور گندم سے عوام کو رومن کیتھولک
کلیسیا میں شامل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حیلے اور اسی قسم کی دُنیا
کی باتوں نے کلیسیا کو مفلوج بنا دیا ہے۔ لوگوں کا ایمان پختہ نہیں رہا۔ ہادیانِ دین
کچہریوں میں کلیسیا کے چند افراد کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں تاکہ اس طرح
سے لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھ جائے کہ فلاں صاحب بڑے ہی بارسوخ ہیں۔
دُنیاوی لالچ دلا کر کلیسیا کی نفری زیادہ کرنا ایک آزمودہ نسخہ ہے۔ لیکن خُدا
کے نزدیک یہ ساری باتیں دُرست نہیں۔

راقم الحروف نے خصوصیت سے رومن کیتھولک کلیسیا کا ذکر کیا ہے پر اس
کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ یہ خامی صرف اسی فرقے کے ہادیانِ دین یا شُرکاء
میں موجُود ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس حمام میں سبھی ننگے ہیں دیگراں را
نصیحت خود میاں فضیحت والا معاملہ ہے کیونکہ ریلیف کے مال نے بڑے
بڑے ہادیانِ ملت کو آزمائش میں گرفتار کر دیا ہے۔ غلطی بہرحال غلطی ہے
خواہ وہ رومن کیتھولک میں ہو یا کسی اور فرقہ میں۔ دوسروں پر الزام لگانے سے
پیشتر ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھ لیجئے، کہ کیا ہم نے تو وہی کچھ
نہیں کیا جس کی وجہ سے دوسرے لوگ ہدفِ ملامت بنے ہیں۔ سیاسی طاقت
اور سرکاری سرپرستی میں آنے کی کسے تمنا نہیں ہوتی لیکن اس قسم کی باتیں کلیسیا
کے لیے سخت خطرے کا باعث ہوتی ہیں۔ کیونکہ کلیسیا کا دامن پاک نہیں
رہتا۔ دُنیا کی محبت تمام برائی کی جڑ ہے۔ متی رسول کی انجیل میں خُداوند

نے فرمایا ہے "خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی
ساری عقل سے محبت رکھ" (متی ۲۲ : ۳۷) اور یہی حکم بڑا اور پہلا ہے۔ خداوند
یسوع مسیح نے آسمان پر جاتے وقت اپنے شاگردوں کو آخری حکم دیا:
"پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے
اور رُوح القدس کے نام پر بپتسمہ دو۔ اور ان لوگوں کو یہ تعلیم دو کہ
ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو
میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" (متی ۲۸ : ۱۹-۲۰)۔

کلیسیا کا کام تو فقط اُس کے حکموں کی فرمانبرداری ہے، نہ کہ دُنیا کی
چیزوں کے پیچھے بھاگنا یا اپنی نفری کو بڑھانے کی خاطر زمین یا کسی عہدے
کا لالچ دلانا۔ اگر ہم بڑی تباہی کی ہولناک سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو اس
کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ہم خُداوند کے حکموں پر دل و جان سے عمل کریں۔
وہ کلیسیا جو اپنے فرائضِ منصبی کو چھوڑتی اور اپنے محبوبِ حقیقی سے
بے وفائی کرتی ہے اور نفس کی خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں رہتی ہے اور
اس طرح سے دنیا کی پرستش کرتی ہے، آخرکار خُدا بھی اُسے چھوڑ دے گا۔
اور جب خُدا اُسے رد کر دے گا تو اس کے عزیز ترین دوست بھی رفتہ رفتہ
اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کو خُدا رد کر دیتا ہے انہیں اس
جہان میں کسی جگہ امان نہیں ملتی۔ تواریخ عالم میں ایسے بے شمار واقعات ہیں
جب قوموں اور افراد کو خُدا نے اپنے ہاں سے دھتکار دیا۔ تو وہ اس
زمین کے سینے پر بوجھ بنے رہے۔ دنیا نے انہیں اپنے ہاں کبھی پناہ نہ دی
اور وہ جب تک جئے سوسائٹی کا رِستا ہُوا ناسُور بنے رہے۔ لوگوں نے ان
سے نفرت کی اور جب دنیا ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو جاتی ہے تو

ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا جاتا ہے: "خس کم جہاں پاک"۔
اس قسم کے لوگ ابدی ہلاکت کا تلخ جام پئیں گے۔

جب کلیسیا اپنی رُوحانی بلاہٹ کی پرواہ نہیں کرتی اور سرکاری عہدوں کی خاطر سیاسی چالیں چلتی اور بدنام قسم کے سرکاری اہلکاروں سے ساز باز کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتی ہے تو وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی ہے۔ کبھی کبھی کلیسیا کے زُعما کے دماغ کی پرواز ذرا اس سے اونچی بھی ہوتی ہے۔ یعنی حکومت کے سُہانے خواب دیکھے جاتے اور اپنے لیے آرام و آسائش کے خوشنما ہوائی قلعے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ یہی وہ عورت ہے جو ارغوانی اور قرمزی لباس پہنے ہوئے "حیوان پر بیٹھی ہوئی ہے"۔ یہ بڑی کسبی جس کا مکاشفہ کی کتاب میں ذکر آیا ہے خراب کلیسیا ہے۔ اس کلیسیا نے رُوحانیت کی جنس گراں مایہ کے عوض جسمانیت کی جنس فرومایہ کو خرید لیا۔ رُوحانی زندگی بیچ دینا بڑا ہی مذموم فعل ہے۔ راقم الحروف اس نظریے سے متفق ہے کہ وہ کلیسیا جو رُوحانی اقتدار سے محروم ہو کر جسمانی مکروہات سے اپنا دامن داغدار کر لیتی ہے وہ یہ کسبی ہے اور اس کی سزا بڑی ہی ہولناک ہے لیکن اس نظریے کے علاوہ اور بھی نظریے ہیں۔

(۱) اس بڑی کسبی سے مراد شہر رُوم اور رُومی سلطنت ہے۔ ابتدائی دور میں اس سلطنت کا جاہ و جلال قابلِ دید اور لائقِ صد افتخار تھا۔ کیونکہ یہ سلطنت راستبازی کے تمام اقدار سے معمور تھی۔ دوسری سلطنتوں کو جرأت تک نہ ہوئی کہ اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکیں۔ قدرت نے اس سلطنت میں علماء و ادباء پیدا کیے جنہوں نے انسانی معاشرے میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جرأت اور جوانمردی میں اس سرزمین کے سورما فقید المثال تھے۔ فضل و دانش

میں اس سلطنت کے ملک گیری مشہور زمانہ تھے۔ لیکن اقتدار کے نشہ میں متوالی حکومت کے حکمرانوں نے کلیسیا پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ ظلم و ستم کا دور شروع ہوا۔ یہ سلطنت جو دوسری قوموں کو زیر فرمان رکھتی تھی اسے زوال آنا شروع ہوا۔ راستبازی کی جگہ بدکاری اور حرامکاری نے قدم جما لیے اور اس سلطنت کا آفتاب جو نصف النہار پر چمکتا تھا غروب ہو گیا۔

(۲) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر وہ شہر جس میں عیاشی کے اڈے، قحبہ خانے اور دنیاوی عیش کے سامان مہیا ہوں وہ یہ کسبی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے کیا کچھ موجود نہیں۔ روپہلی سکوں کی جھنکار اور کھنکتے ہوئے ساغروں میں جوانی کی تمام خوشیاں رقص کرتی ہیں۔ بیکی رقص و سرود کی ان محفلوں میں جھومنے والے کوتاہ اندیش اپنے انجام سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔ لہٰذا بڑے بڑے شہروں میں گناہ کی تاریکیوں میں گم ہونے کے مواقع عام ہیں۔ لیکن اس ملمع سازی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی وہ دیمک ہے جو رُوحانی زندگی کو اندر ہی اندر کھوکھلا کیے جا رہی ہے۔ اس لیے ہر بڑا شہر جس میں اس قسم کے فحاشی کے اڈے ہوں بڑی کسبی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حیوان جس پر عورت بیٹھی ہوئی ہے وہ پہلا رُوم ہے اور ممکن ہے کہ روم محض تلمیح ہو۔ اس لیے ہر زمانے اور ہر ملک میں جب کلیسیا نفسانی خواہشات کی تکمیل میں تگ و دو کرتی ہے تو وہ بڑی کسبی بن جاتی ہے۔ "نہ دنیا سے محبت رکھو نہ ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں۔ جو کوئی دنیا سے محبت رکھتا ہے اُس میں باپ کی محبت نہیں کیونکہ جو کچھ دُنیا میں ہے یعنی جسم کی خواہش اور آنکھوں کی خواہش اور زندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دنیا کی طرف سے ہے۔ دنیا اور اُس کی خواہش دونوں مٹتی

جاتی ہیں لیکن جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وُہ ابد تک قائم رہے گا" (۱۔ یوحنا ۲: ۱۵۔۱۷)۔

(۳) ایک اور نظریہ یہ ہے کہ بابلؔ سے مُراد دُنیا کی صنعت و حرفت، تجارت، علم، ہُنر اور ثقافت و تمدّن ہے۔ بعض اوقات انسان کی ہُنرمندی اور محیّرالعقول ایجادات نوعِ انسانی کو فخر اور غرور میں مُبتلا کر دیتی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ باتیں جو آج سے چند سال پیشتر ناممکن نظر آتی تھیں ممکن بن گئی ہیں۔ جوہری توانائی نے تاریخِ انسانی میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ستاروں میں کمندیں ڈالنے کے منصوبے تیار کئے جا رہے ہیں۔ خلائی پرواز نے انسان کا مقام بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ دُنیا کی بڑی بڑی تجربہ گاہوں میں سائنسدان قدرت کے سربستہ رازوں سے پردہ اُٹھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کائنات کو تسخیر کرنے والے اور آسمان کے تارے توڑنے والے انسان کبھی کبھی اپنی عقل پر اتنا ناز کرتے ہیں کہ وہ الٰہی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بیسویں صدی میں کیا کچھ نہیں کیا گیا اور عیش و عشرت ہماری روزمرّہ زندگی کا ایک اہم جُز اور ہماری آرزوؤں کا مرکز ہیں۔ لیکن بابلؔ کی تباہی سے پیشتر خُدا کے برگزیدوں کو کہا جاتا ہے کہ وہ اس شہر سے باہر نکل آئیں۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ کلیسیا جو حقیقت میں کلیسیا کہلائے جانے کی مستحق نہیں اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ (۲۔ کرنتھیوں ۶: ۱۴۔۱۷)

بڑی کسبی اور حیوان کی شکست

ابواب ۱۸-۱۹

سترھویں باب میں اس بڑی کسبی بابلؔ کی فطرت اور تاریخ کا بیان ہے۔ اس شہر کو "راز۔ بڑا شہر بابلؔ کسبیوں اور زمین کی مکروہات کی ماں" کہا گیا ہے۔ اٹھارہویں باب میں اس بڑی کسبی بابلؔ کی بربادی اور ابدی شکست کا ذکر ہے۔ یہ شہر بابلؔ ہر طرح سے عروس البلاد تھا۔ چاروں طرف اس شہر کی رونق اور خوبصورتی کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ لیکن تین گناہوں کی وجہ سے اس شہر کو سزا ملی۔

(۱) اس شہر کو اپنی طاقت پر بڑا ہی فخر تھا یعنی یہ شہر اپنی شان و شوکت کا بڑا ہی خواہاں تھا۔

(۲) اس شہر کو اپنی دولت پر بڑا ہی ناز تھا۔ سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کے انبار تھے۔ مال مویشیوں کی فراوانی تھی۔ معدنیات کے خزانوں سے یہ شہر مالا مال تھا۔

(۳) اس شہر میں انسانوں پر ظلم ہوتا تھا۔ اس شہر کے لوگوں کے دلوں میں انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ خُدا نے اس شہر کو سزا دی۔

اٹھارہواں باب یُوں شروع ہوتا ہے:

"ان باتوں کے بعد مَیں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان پر سے اُترتے دیکھا جسے بڑا اختیار تھا اور زمین اس کے جلال سے روشن ہوگئی۔ اور اُس نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا کہ گر پڑا۔ بڑا شہر بابلؔ گر پڑا۔"

یہ فرشتہ لوگوں کو آگاہ کرتا ہے کہ یہ شہر بس اب ختم ہونے کو ہے اس شہر کے شب و روز کی داستان بڑی ہی عبرت انگیز ہے۔ ہر فعل تباہی کا پیش خیمہ اور ہر قدم بربادی کی طرف لیے جا رہا تھا۔ اس شہر کو "شیاطین کا مسکن" ہر ناپاک اور مکروہ پرندہ کا اڈا بھی کہا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شہر کے باسیوں کے لچھن ناپاک اور گنہگار لوگوں کے سے تھے۔ پاکیزگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آئیے چند باتیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تین قسم کے لوگوں نے اس عظیم شہر کی تباہی اور بربادی پر آنسو بہائے۔

اِن ماتم کرنے والوں میں دنیا کے بادشاہ۔ اُمراء وزراء اور اہلِ ثروت لوگ تھے جنہوں نے "مکروہات کی ماں" کے ساتھ حرامکاری کی تھی اور ان لوگوں کا ماتم کرنا قدرتی چیز تھی (۹ آیت)۔

(۲) دنیا کے سوداگر جو مختلف قسم کی تجارت کی چیزیں اس شہر میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے، انہوں نے اس شہر کی تباہی پر افسوس کیا۔ جب شہر ہی تباہ ہوگیا تو تجارت کا بازار کہاں رہے گا۔ سوداگروں کو نفع کی اُمید نہ رہی۔ تجارت کی منڈی ختم ہوئی اور کاروبار جاتا رہا۔ وُہ سوداگر جو دُور دراز کے ممالک سے اس شہر میں آکر عیش و عشرت کیا کرتے تھے بڑے

[...]یدہ خاطر ہوئے (۱۱ آیت)۔

[...]سب ناخُدا، ملّاح اور سمندر میں کام کرنے والے لوگ (۱۷ آیت) ماتم [...]نے لگے کیونکہ وُہ اس شہر کی تجارت سے خُوب ہاتھ رنگتے تھے۔ ناخداؤں [...] ملاحوں کی روزی کا ذریعہ جاتا رہا۔ ان کے کندھوں پر ایک ایسا بوجھ [...]پڑا جسے اُٹھانا بڑا ہی مشکل تھا۔ اس لیے یہ تمام لوگ روتے ہیں کہ [...] زندگی کیسے بسر کی جائے گی۔ لیکن اسی باب کی ۲۱ تا ۲۴ آیت میں ایک [...]فرشتہ نظر آتا ہے جو ایک بڑی چکی کا پاٹ سمندر میں پھینکتا ہے۔ [...]س سے یہ مُراد ہے کہ اس شہر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ "بربط [...]ازوں اور مطربوں اور بانسلی بجانے والوں اور نرسنگا پھُونکنے والوں [...] آواز پھر کبھی اُس میں سُنائی نہ دے گی۔ اس شہر میں شادی کی خوشیاں [...]ہوں گی۔ زندگی اور اُس کی رعنائیوں سے یہ شہر محروم ہوگیا، لیعنی یہ شہر [...]مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا، کیونکہ عیش و عشرت نے لوگوں کے [...]والوں کو موہ لیا تھا۔ دنیا کی تمام قوموں کو اس شہر نے گمراہ کر رکھا تھا! اس [...]شہر نے نبیوں اور مقدسوں کے ساتھ بڑے ہی ظلم کئے تھے۔ اب یہ خُدا کے غضب کا نشانہ بن گیا اور ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

نوٹ:۔ اس باب کے ساتھ دیکھئے۔ ۱۔ واعظ ۱۲: ۱ تا ۸
۲۔ حزقی ایل ۲۶ تا ۲۸
۳۔ مرقس ۹: ۲۴

باب ۱۹

بڑے شہر بابل "کسبیوں اور زمین کی مکروہات کی ماں" کا انجام بڑا
ہی حسرت ناک ہے۔ پچھلے باب میں اہل زمین کے مختلف طبقوں نے اس شہر
کے ایسے خوفناک انجام پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا۔ اس باب میں بھی
اسی ناپاک شہر کی بربادی کا نقشہ ہے۔ لیکن زمین پر تو "شہر بابل" کی تباہی
پر ماتم کیا گیا اور آسمان پر "بڑی جماعت" نے بلند آواز سے "ہیلیلویاہ" کا
نعرہ بلند کیا کیونکہ برّہ کی شادی کی تقریب سعید منعقد ہونے والی ہے۔ یہ
خوشی فتح و نصرت کی وجہ سے کی جا رہی ہے۔ خوشی کے شادیانے
بجتے ہیں۔ پچھلے ابواب میں سفید گھوڑے پر ایک سوار کا بیان ہے جو فتح
کرتا ہوا نکلا تھا۔ یہ خداوند یسوع مسیح ہے جو بابل اور حیوان اور جھوٹے
نبی پر غالب آیا ہے۔ اس کے تمام دشمن اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔
کیونکہ اس نے ان سب کو شکست فاش دی ہے، اس لیے خوشی کے
جذبات کا اظہار قدرتی بات ہے۔ خداوند یسوع مسیح ہی ان سب کی
عدالت کرے گا۔ اس کے انصاف سے کون بچ سکتا ہے!

اس رویا میں بڑی کسبی کی مکمل تباہی اور بربادی کی داستان
خونچکاں ہے۔ یہ رِستا ہوا ناسور جس نے تمام روئے زمین کو اپنی حرامکاری
کی تلخ مے پلا کر متوالا بنا دیا تھا ہمیشہ کے لیے کاٹ کر پھینک دیا گیا۔
اس کسبی نے اپنی تمام قوت اسی میں صرف کر دی کہ کلیسیا کو اذیت پہنچائے
اور یہ حقیقت ہے کہ کلیسیا پر قہر عظیم نازل ہوا۔ کلیسیا درد و غم میں مبتلا

اور اپنے خالق حقیقی کے حضور فریاد کیا کرتی تھی۔ روح زمین کے بادشاہ
ان کے ٹڈی دل لشکر مہلک جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر سفید گھوڑے
سوار کے خلاف جنگ کرنے نکلے۔ لیکن اس باب میں اس سوار اور اس
خلاف بادشاہوں کی لڑائی کا کوئی بیان نہیں کہ کس طرح فوجیں ایک دوسرے
خلاف نبرد آزما ہوئیں۔

سولہویں باب میں ہرمجدون کی لڑائی کا ذکر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
لڑائی کوئی دائمی لڑائی نہیں کہ صدیوں تک جاری رہے اور کبھی ایک
ریق کا پلّہ بھاری ہوا اور کبھی دوسرے کا۔ مختلف جنگی محاذوں پر پسپائی
ابھی کوئی منظارہ نہیں ملتا بلکہ ایک سیدھی سادی حقیقت بیان کر دی گئی
ہے کہ: "قوموں کو مارنے کے لیے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔"
اس تلوار میں دشمنوں کو ختم کرنے کی قوت موجود ہے۔ غیرمسیحی فوجیں اور
مخالف مسیح قوتیں خداوند یسوع مسیح اور اس کی فوجوں کے خلاف صف آرا
ہوتی ہیں اور شکست کھاتی ہیں۔ اپنے دشمنوں کو شکست دینے والا اور
ان پر لوہے کے عصا سے حکومت کرنے والا" بادشاہوں کا بادشاہ اور
خداوندوں کا خداوند" ہے۔ وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی پکڑے جاتے ہیں
اور کیفِ کردار کو پہنچتے ہیں۔ ان دونوں کو آگ کی اس جھیل میں ڈالا گیا
جو گندھک سے جلتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حیوان اور غیرمسیحی حکومتیں
جو کلیسیا اور خداوند یسوع مسیح کے خلاف ہیں انہیں ابدی جہنم میں ڈال
دیا جائے تاکہ وہ اس کی آگ میں جلتے رہیں۔ یہ سزا بڑی ہولناک ہے
وہ غیرمسیحی پیشوا جنہوں نے کلیسیا کو اذیت پہنچائی اور اس کے خلاف
فتوے صادر کیے، انہیں بھی اسی آگ کی جھیل میں ڈال دیا گیا تاکہ انہیں

اپنے کئے کی سزا ملے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند یسوع کی آمدِ ثانی پر شیطانی طاقتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ شیطانی چالیں اور شر انگیز باتیں بالکل جاتی رہیں گی۔ شیطان اور اُس کے تمام بُرے اشخاص بھی جہنم میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد شیطان کبھی بنی نوعِ انسان کو دُکھ نہیں پہنچا سکے گا۔ ہم اسے قیامت کا دن کہتے ہیں۔

اس باب میں دو بڑی ضیافتوں کا بیان ہے۔ پہلی "ضیافت برّہ کی شادی کی ضیافت" اور دوسری "خدا کی بڑی ضیافت" ہے۔ برّہ کی شادی کی ضیافت میں بُلائے ہوئے لوگ اس کی کلیسیا کے شرکاء ہیں جنہیں یگانگت اور رفاقت کی خاطر بلایا گیا ہے۔ اس ضیافت میں شریک ہونے والے لوگ "مبارک" ہیں۔ یہ رویا کلیسیا اور خداوند یسوع مسیح کی مکمل رفاقت کی خوبصورت رویا ہے۔ اس ضیافت میں بلائے ہوئے مہمانوں کا لباس "مہین کتانی کپڑے" ہیں، جو مقدس لوگوں کی راستبازی کے کام ہیں۔ اس ضیافت کے اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ برّہ نے اپنے تمام دشمنوں پر ابدی فتح حاصل کی۔ اور اس موقع پر تمام شرکا نے بڑی کسبی پر فتح اور اس کی تباہی کا گیت گایا۔ یہ گیت مکاشفہ 19 : ١-٨ میں درج ہے، اور اس سے خدا کا آخری انصاف ظاہر ہوتا ہے۔

اب ذرا دوسری ضیافت کے طرح طرح کے کھانوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ اس ضیافت کے مدعوئین آسمان کے سب اڑنے والے پرندے ہیں اور ان پرندوں کو "بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت اور زورآوروں کا گوشت اور گھوڑوں اور ان کے سواروں کا گوشت اور سب آدمیوں کا گوشت" کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام حکومتیں اور تمام سردار سب ختم ہو جائیں گے۔ خدا کی
...ت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے؟ کون اُس کے راستے میں کھڑا ہو سکتا ہے! وہ
...ں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اس کے "ہو جا" کہنے سے سب کچھ ہو گیا، وہی
...ر مطلق ہے۔ دنیا کی بادشاہتیں اور فوجیں اُس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔
...ب کچھ جاتا رہے گا۔ اس کا نام ابد تک قائم رہے گا۔ یہ اس کی آخری فتح ہے۔

(مکاشفہ 19: ١٧-١٨)

نوٹ: اس کے ساتھ دیکھیے حزقی ایل ٣٩: ١٧ تا ٢٠ جہاں ایک اور ضیافت کا ذکر ہے۔

۲۔ آخری انصاف اور نیا آسمان اور نئی زمین

باب ۲۰

مکاشفہ ۱۹ باب میں ہم تواریخ کے آخری عدالت کے دن کو دیکھتے ہیں اور ۲۰ باب میں ہم اپنے زمانے کے شروع کی طرف پھر جاتے ہیں۔ پس جو رشتہ ۱۹ اور ۲۰ ابواب میں ہے وہ ایسے رشتہ کی طرح ہے جس طرح کہ ۱۱، ۱۲ ابواب میں ہے۔ مکاشفہ ۱۱ باب ۱۸ آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ وُہ وقت آ پہنچا ہے کہ "مُردوں کا انصاف کیا جائے اور تیرے بندوں نبیوں اور مقدسوں اور ان چھوٹے بڑوں کو جو تیرے نام سے ڈرتے ہیں اجر دیا جائے اور زمین کے تباہ کرنے والوں کو تباہ کیا جائے" یعنی ہم آخری عدالت کے دن تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر ۱۲ باب کے شروع میں ہم انجیلی زمانہ کے شروع میں جاتے ہیں، کیونکہ ہم یسُوع مسیح کی پیدائش، اس کا جی اٹھنا، آسمان پر جانا اور تخت پر بیٹھنے کا بیان دیکھتے ہیں۔ اس طرح باب ۲۰ میں ہم نئے سِرے سے شروع کرتے ہیں۔ اب راقم الحروف یاد دلانا چاہتا ہے کہ آخری زمانہ کی طرح انجیلی زمانے کی مختلف تصاویر ہیں اور خاص طور پر تین تصاویر ہیں۔

یہ سب حصے یعنی ۱۱، ۱۲- ۱۴- ابواب اور ۲۰ باب مسیح کی پہلی آمد سے دوسری آمد تک کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تینوں میں ایک جیسی ترتیب پائی

[...]اتی ہے۔

۱۔ خُداوند یسوع مسیح کی آمد اوّل کے بعد ایک ایسا لمبا عرصہ ہے جس [...] شیطان کچھ نہ کچھ بندھا ہُوا ہے۔ کلیسیا آگے ہی آگے قدم بڑھاتی [...]وئی اپنی منزل مقصود کی طرف جاتی ہے۔ شیطان کلیسیا کے کام میں روڑا [...]ہیں اٹکا سکتا، کیونکہ وُہ بندھا ہُوا ہے۔ دیکھیئے متی ۱۲: ۲۹۔

۲۔ کلیسیا خُداوند یسوع مسیح کا مقدس بدن ہے۔ وُہ اُس کا مظہر ہے [...]یعنی اُس کے جلال کو ظاہر کرتی ہے۔ خُداوند یسوع مسیح آسمان پر تخت [...]شین ہے اور بادشاہی کرتا ہے۔ لیکن زمین پر کلیسیا ہے جو اس کی مرضی [...]کو بجا لاتی ہے اور اس کا کام سرانجام دیتی ہے۔

یہ ترتیب نئے عہد نامہ کے باقی حِصّوں میں بھی یہی چیز نظر آتی ہے۔ [...]اس چارٹ کو ملاحظہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے جو اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۵ پر ہے۔

۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۳-۱۲ کا مُلاحظہ کیجیے۔

"اب جو چیز اُسے روک رہی ہے تاکہ وُہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو اُس کو تم جانتے ہو" (۶ آیت)۔

اِس آیت سے یہ مُراد ہے کہ اب خُدا شیطان کو روک رہا ہے۔

پھر ذرا دوسری اور تیسری آیت کو دیکھئے۔

"کہ کسی رُوح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کر کہ خُداوند کا دن آ پہنچا ہے تمہاری عقل دفعتہً پریشان نہ ہو جائے اور نہ تم گھبراؤ۔ کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا کیونکہ وُہ دن نہیں آئے گا جب تک پہلے برگشتگی نہ ہو اور وُہ گناہ کا شخص یعنی

بلاکت کا فرزند ظاہر نہ ہو۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لیے شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے آزاد ہوگا اور یہ چیز مکاشفہ ۱۱: ۷-۱۰، ۱۲: ۱۲-۱۷، ۱۶: ۱۲-۱۴ اور ۲۰: ۷-۱۰ کے مطابق ہے۔ اب ذرا ۱-پطرس ۴: ۱۲ کو دیکھئے۔

" اَے پیارو! جو مُصیبت کی آگ تمہاری آزمائش کے لیے تم میں بھڑکی ہے یہ سمجھ کر اُس سے تعجب نہ کرو کہ یہ ایک انوکھی بات ہم پر واقعی ہوئی ہے۔"

۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳ اور ۱۵: ۱۱ میں ہم پڑھتے ہیں کہ خُداوند یسوع مسیح دنیا میں ایک ہی دفعہ آئے گا اور اپنی کلیسیا کو اپنے ساتھ ملائے گا اور شیطان اور اُس کے تمام کارکنوں پر فتح حاصل کرے گا۔ ۲-پطرس ۳: ۸-۱۰ میں اس ہولناک انجام کا یُوں بیان کیا گیا ہے۔

"اے عزیزو! یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خُداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر۔ خُداوند اپنے وعدوں میں دیر نہیں کرتا جیسی دیر بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ تمہارے بارے میں تحمّل کرتا ہے۔ اِس لیے کہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے۔ لیکن خُداوند کا دن چور کی طرح آجائے گا۔ اُس دن آسمان بڑے شور وغل کے ساتھ برباد ہو جائیں گے اور اجرامِ فلک حرارت کی شدّت سے پگھل جائیں گے اور زمین اور اُس پر کے کام جل جائیں گے۔"

مکاشفہ کی کتاب کا مضمون "خُداوند مسیح اور کلیسیا کی دشمنوں پر فتح"

ہے۔ پچھلے ابواب میں حیوان، بڑی کسبی اور دُوسرے دشمنوں کی شکست کا حال بیان ہُوا ہے اور صرف ایک ہی دشمن پر فتح حاصل کرنا باقی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کے بیسویں باب میں اس آخری دشمن پر فتح پانے کا ذکر ہُوا ہے۔ شیطان کو گندھک کی جلتی ہوئی جھیل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور جب کلیسیا کا یہ بدترین آخری دشمن آگ میں ڈال دیا گیا تو دُوسرا اور کوئی دشمن نہ رہا جو کلیسیا کو ستا سکتا۔ اب کلیسیا دشمنوں کے خوف سے آزاد ہے۔ اس سے کینہ رکھنے والے سب ختم ہوئے اور اس کی زندگی میں فتح کا وہ سُورج طلوع ہُوا جو ابد الآباد تک چمکتا رہے گا۔

رُومیوں ۸ : ۳۷ - ۳۸ میں مقدس پولوس رسُول نے یوں لکھا ہے۔ مگر اُن سب حالتوں میں اس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خُدا کی جو محبت ہمارے خُداوند مسیح یسوع میں ہے۔ اُس سے ہم کو نہ موت جُدا کر سکے گی نہ زندگی۔" ہم خُداوند یسوع مسیح کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور اس کے ساتھ بادشاہی کرتے ہیں۔

مکاشفہ ۲۰ : ۱-۲ میں اژدہے یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے پکڑ کر ہزار برس کے لیے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کرنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد پھر تھوڑے عرصہ کے لیے وہ کھولا جائے گا۔ شیطان کے بند ہونے کا تعلق خُداوند مسیح کی آمدِ اوّل اور صلیبی فتح کے ساتھ ہے۔ مثلاً کلسیوں ۲ : ۱۵، متی ۴ : ۱-۱۱ و ۱۲ : ۲۹ اور لوقا ۱۰ : ۱۷-۱۸ میں مرقوم ہے کہ شیطان مسیح سے شکست کھاتا ہے اور اپنے مقصد کو پُورا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ یہ موجودہ انجیلی زمانہ ہے۔

یہ مسیح کی آمدِ اوّل سے شروع ہوتا ہے اور آمدِ ثانی تک چلا جاتا ہے۔ پھر
شیطان کا اثر زمین پر سے کم کیا جاتا ہے، تاکہ وہ بشارتی پروگرام کو نہ
روک سکے۔ اس سارے زمانہ میں شیطان بند کیا جاتا ہے یہاں تک کہ
وُہ کلیسیا کو جو ایک طاقت ور بشارتی ادارہ ہے تباہ کرنے کے لیے قوموں
کو مائل نہ کرے، اور خُدا کے کلام کی منادی سے رُوح القدس کی طاقت سے
ہر ایک قوم میں سے برگزیدہ لوگ تاریکی سے روشنی میں لائے جا سکیں۔ اس
طرح سے کلیسیا قوموں پر فتح پاتی ہے اور اُن سے شکست نہیں کھاتی۔ اس
سارے عرصہ میں کلیسیائیں قائم کی جاتی ہیں اور اس طرح سے نہ صرف
انسانوں پر بلکہ مسیحی اداروں پر بھی کم و بیش خُدا کے فضل کے کلام کا اثر
ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے بشارتی کام میں بہت کامیاب
ہیں یا کہ ہر ایک شخص خُدا کے کلام کو سُن کر قبول کرے گا۔ بہت سے لوگ سُنیں
گے اور قبول نہیں کریں گے، تاہم کلیسیا انسانوں پر نیکی کا اثر ڈالے گی۔

اب شیطان ہر لحاظ سے بندھا ہُوا نہیں ہے بلکہ کچھ نہ کچھ آزاد ہے۔ وہ اس
مقام میں یا اسی علاقے میں جس میں اُس کو اجازت ہے وہاں بہت زور سے اپنا
اثر بدی کے لیے ڈالتا ہے اور زور شور سے گرجتا ہے۔ لیکن ایک کام ہے جو وُہ
اس زمانہ میں نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ وہ کلیسیا کو تباہ نہیں کر سکتا۔
کلیسیا ایک طاقت ور بشارتی تنظیم ہے جو پاک کلام کی منادی تمام قوموں تک
پہنچاتی ہے۔ ہزار برس ختم ہونے تک شیطان اس تنظیم کو روک نہیں
سکتا پھر اس زمانہ کے بعد ہرمجدّون کی لڑائی ہوگی۔ جب مسیح کے سب
دشمن کلیسیا پر ایک بڑا حملہ کریں گے۔ اس ۲۰ باب میں ہم دیکھتے ہیں
کہ شیطان پر اس لڑائی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ آسمان سے آگ آتی ہے اور

وہ شیطان اور اس کی تمام فوجوں کو فنا کر دیتی ہے اور حیوان جھوٹے نبی
کے ساتھ آگ کی جھیل میں ڈالا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے دُشمنانِ
کلیسیا کا انصاف کیا جائے گا۔

ف ہزار سال سے کیا مُراد ہے؟

۱۔ مکاشفہ کی کتاب میں "ہزار سال" کا ذکر آیا ہے۔ اس ہزار سال کے متعلق مسیحی علمائے کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ آئیے ذرا اُن خیالات کو دیکھیں۔ دانی ایل وٹبی (DANIEL WHITBY) جو ۱۸۲۶ء میں خُداوند میں سو گئے انہوں نے ہزار سال کے عرصہ کے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا کہ یہ وُہ عرصہ ہے جب خُداوند یسوع مسیح ایک ہزار سال تک روحانی حیثیت سے زمین پر بادشاہت کرے گا۔ لیکن اس عرصہ کے گزرنے کے بعد یسوع مسیح دیدنی طور پر اس دُنیا کی عدالت کے لیے تشریف لائیں گے۔ یہ نظریہ (POST MILLENIALISM) پوسٹ ملینیل ازم کہلاتا ہے یعنی ہزار سال کے بعد کا زمانہ یعنی ایک ہزار سال کی رُوحانی بادشاہت کے بعد خُداوند یسوع مسیح کا عدالت کے لیے دُنیا میں آنا۔

۲۔ جان ڈاربی (JOHN DARBY) ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں وفات پائی۔ "ہزار سال" کے متعلق ان کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ اُن کی

---

۱ GEORGE L.MURRAY:– MILLENIAL STUDIES, GRAND RAPIDS, MICH, BAKER BOOK HOUSE, 1948, PAGE 13.

یہ تعلیم "زمانوں کی تعلیم" ہے اور اس میں یہ باتیں شامل ہیں۔

(ا) خُداوند یسوع مسیح کی آمد کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہودیوں کو ایک بادشاہی عطا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن انہوں نے اُسے ردّ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ خُدا نے یہودیوں کو یہ بادشاہی عطا نہ کی اور وُہ اُس سے محروم ہو گئے۔

(ب) یہ زمانہ جس میں ہم رہتے ہیں اسے کلیسیائی زمانہ کہا جاتا ہے۔

(ج) خُداوند یسوع مسیح جب اس دُنیا میں آئے گا اور ایک ہزار سال تک ایسی بادشاہی قائم کرے گا جو یہودی بادشاہت ہو گی۔ اس ہزار سال کے عرصہ میں تمام یہودی نجات حاصل کریں گے۔ دُنیا کے وہ لوگ جو حرامکار، بُت پرست اور عیش و عشرت کے متوالے ہیں اُن کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ خُداوند یسوع مسیح اپنے اقتدار کے ساتھ ایک ہزار سال تک بادشاہی کرے گا۔ کئی علماء کا خیال ہے کہ جس طرح دُنیا کے بادشاہ مختلف آئین وضع کرتے ہیں اور سلطنت کا کام کرتے اور اصلاحات نافذ کرتے ہیں اسی طرح خُداوند یسوع مسیح کی بادشاہی ہو گی۔ یروشلیم اس کا پایہ تخت ہو گا۔ قربانی کا شرعی سلسلہ جو متروک ہو چکا ہے از سرِ نو جاری ہو گا۔ اس کی یہ بادشاہت دُنیا کے ممالک کے بادشاہوں کی سی ہو گی۔ لیکن اس ہزار سال کے بعد وہ تخت عدالت پر بیٹھے گا اور دُنیا کی عدالت کرے گا۔ اس نظریے کو ہزار سال سے پہلے آنے کا زمانہ کہا جاتا ہے یعنی (PREMILLENIALISM) پری میلینیل ازم اس قسم کی تعلیم سکوفیلڈ ریفرنس بائبل (SCOFIELD REFERENCE BIBLE) میں ملتی ہے۔

(د) اس کے ساتھ ایک اور نظریہ یہ ہے کہ خداوند یسوع مسیح آئے گا

اور موجودہ کلیسیا کو آسمان پر بُلائے گا اسے (RAPTURE) ریپچر کہا جاتا ہے۔ خُداوند یسوعؔ مسیح سلطنت قائم کرے گا اور اُس کے ہزار سال کے بعد دنیا کی عدالت کے لیے آئے گا۔

لیکن مندرجہ بالا نظریے نقائص سے خالی نہیں۔ دراصل ان نظریوں کے حامیوں نے کتاب مقدّس کی آیات کے سیاق و سباق سے عمداً چشم پوشی کی ہے۔ ایک دو آیات کو لے کر اُن میں سے کھینچ تان کر اپنا مطلب نکال لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک دو آیات علم الٰہیات کی مکمل تصویر یا تفسیر نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً ۲۰:۱-۸ کو دیکھیے اور خاص طور پر چوتھی آیت ملاحظہ فرمائیے۔

"پھر میں نے تخت دیکھے اور لوگ ان پر بیٹھ گئے اور عدالت ان کے سپُرد کی گئی اور اُن کی رُوحوں کو بھی دیکھا جن کے سر یسوعؔ کی گواہی دینے اور کلام کے سبب سے کاٹے گئے تھے۔ اور جنہوں نے نہ اُس حیوان کی پرستش کی تھی نہ اُس کے بُت کی اور نہ اُس کی چھاپ اپنے ماتھے اور ہاتھوں پر لی تھی وہ زندہ ہو کر ہزار برس تک مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے۔"

مکاشفہ کی کتاب کی آیات کو اپنی مرضی کے مطابق تشریح یا تفسیر کے سانچے میں ڈھالنا بڑی زیادتی ہے۔ بائبل مقدّس کی ہر ایک آیت کسی دُوسری آیت سے ضرور وابستہ ہوتی ہے، اس لیے ہر ایک آیت کی تشریح کے لیے کتاب مقدّس میں سے کئی دُوسرے حوالے دیکھنے ضروری ہیں۔ کسی آیت کی تشریح اپنی ذاتی قابلیّت سے نہ کرنی چاہیئے۔ سیدھے سادے مطالب کو گورکھ دھندا بنا دینا عقلی دلائل کا ہی کرشمہ ہوتا ہے۔ علمائے کرام کا

یہ کہنا کہ خُداوند یسوعؔ مسیح اپنے مقدّس لوگوں کے ساتھ ایک ہزار سال تک یروشلیم میں دنیا کے دُوسرے بادشاہوں کی طرح حکومت کرے گا انجیل مقدّس کی واضح تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے عبرانیوں کے نام خط۔

مقدّس پولُوسؔ رسول اور پطرسؔ رسُول نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ ایک لمبے عرصے تک کلیسیا تبلیغ و اشاعت میں سرگرم ہوگی۔ اس کی مساعی جمیلہ بارآور ہوگی۔ دُنیا کے کونے کونے میں مسیحی مبلغ انجیل مقدّس کا پیغام پہنچائیں گے اور کلیسیا کامیاب و کامران ہوگی۔ لیکن اس کے بعد ایک مختصر عرصہ کے لیے شیطان "کھولا جائے" گا۔ اس عرصہ میں شیطان اپنی ساری منتشر قوتیں جمع کر کے کلیسیا کے خلاف جنگ کرے گا وہ ہر ممکن طریقہ سے لوگوں کو گمراہ کرے گا لیکن خُداوند یسوعؔ مسیح کی آمدِ ثانی یقینی ہے۔ وہ ضرور آئے گا اور کلیسیا اس کی فتح میں شریک ہوگی۔ وُہ سب قوموں کی عدالت کرے گا۔ اس عدالت کے بعد نئی زمین اور نئے آسمان کو قائم کیا جائے گا اور یہ سب کچھ اُس کے حکم سے ہوگا۔ مکاشفہ کے بیسویں باب کا بھی یہی مطلب ہے۔

باب ۲۱

مکاشفہ کی کتاب میں تین عورتوں کا ذکر آیا ہے اور اپنی اپنی ذات میں یہ تینوں عورتیں خاص خصوصیات کی حامل ہیں۔

۱۔ مکاشفہ کے بارہویں باب میں پہلی عورت "آفتاب کو اوڑھے ہوئے

تھی۔ اور چاند اُس کے پاؤں کے نیچے تھا اور بارہ ستاروں کا تاج اُس
کے سر پر ہے"۔ یہ عورت خُدا کی مقدس قوم بنی اسرائیل کی کلیسیا کو ظاہر کرتی
ہے۔ ابرہام سے لے کر آج تک وہ کلیسیا چلی آرہی ہے۔ اسی برگزیدہ
قوم میں سے خُداوند یسوع مسیح پیدا ہوا جو خُدا کا بیٹا ہے۔ وہ دُنیا
میں آیا اور نجات کا کام سرانجام دیا۔

۲۔ مکاشفہ ۱۶:۱۷، ۱۸ آیت میں وہ فاحشہ کسبی ہے جس نے دنیا کے
تمام بادشاہوں کو حرامکاری کی مے پلائی۔ یہ "ہرجائی" زیورِ عصمت
کو گنوا بیٹھی اور اس نے اپنے دامن کو گناہ آلودہ کر لیا۔ یہ "کسبی" بھی کلیسیا
ہے کیونکہ یہ کلیسیا پاک دامن نہیں۔ اگر کلیسیا اخلاقی اور رُوحانی حُسن
سے عاری ہو اور وہ دنیا کی تمام قسم کی برائیوں میں گرفتار ہو جائے اور
شب و روز حرص و ہوا میں مُبتلا رہے تو وہ کسبی ہے۔

۳۔ لیکن اکیسویں باب میں ایک عورت ہے جو رُوحانی خوبیوں کا مجسمہ
ہے۔ اُس کی پاک دامنی کا زمانہ معترف ہے۔ یہ کلیسیا مبارک ہے۔
آج کل ہم مسیحی خدمت میں کوشاں ہیں۔ اور ہمارے سامنے ایک بڑا ہی
بلند مقصد ہونا چاہیئے کہ ہم ایسی کلیسیا کی تعمیر میں مشغول ہوں جس کی تصویر
اس باب میں نظر آتی ہے۔ اس کلیسیا کو "دُلہن" سے تشبیہہ دی گئی ہے۔
اپنی رُوحانی معانی کے لحاظ سے یہ تشبیہہ بڑی ہی نادر اور مکمل ہے۔ اخلاقی
خوبیوں اور پاکیزگی کے زیور سے آراستہ یہ دُلہن (کلیسیا) اپنے خُداوند کی
آمد کی منتظر ہے۔ مشرق اور مغرب میں جہاں کہیں اس لفظ "دلہن" کا اطلاق
ہوتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے ایک نیک اور پاک دامن معزز خاتون کی صورت
نظر آتی ہے جس کے دل میں اپنے شوہر کی محبت کا سمندر موجزن ہوتا ہے اور

س کی تمام آرائش اور زیبائش اپنے شوہر کے لیے ہوتی ہے۔
"برِ صغیر پاک و ہند کی کلیسیا کس قسم کی ہے؟ کیا وہ اس قابل ہے
لہ اُسے اُس دُلہن سے تشبیہہ دی جا سکے جس نے اپنے شوہر کے لیے سنگار کیا
ہو؟ کیا اس میں وُہ صفات موجود ہیں جو خُداوند یسوع مسیح کی کلیسیا (دُلہن)
میں ہونی چاہئیں؟ ذرا غور فرمائیے کہ خُداوند یسوع مسیح کی ذات میں تمام
خوبیاں مجتمع ہیں۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خداوند ہے۔
وہ پاک اور بے عیب ہے۔ ایسے عالی وقار شوہر کی دُلہن کو بھی مثالی خوبیوں کا
حامل ہونا چاہیئے۔ لیکن ہماری کلیسیا میں خامیاں ہیں۔ وُہ رُوحانی معیار پر
پوری نہیں اُترتی۔
وہ ایسی آراستہ و پیراستہ بھی نہیں ہے کہ ایسے ذی شان شوہر کی دُلہن
بن سکے۔ لیکن ہمت و استقلال کے سامنے کوئی بات مشکل نہیں ہوتی۔ آخر
مکاشفہ کی کتاب میں جو کلیسیا "دُلہن" نظر آتی ہے۔ وُہ روئے زمین پر ضرور
قائم ہوگی۔ کلامِ مقدس کی کوئی چیز ناممکن العمل نہیں۔ کاملیت حاصل
کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ ہماری منزلِ مقصود یہی نہیں کہ ایک کلیسیا قائم
ہو بلکہ ایک ایسی کلیسیا کی تعمیر کرنا ہمارا فرض ہے، جس کی تصویر مکاشفہ کے
پاکستان کی کلیسیا کے سامنے ایک بہت
اکیسویں باب میں ہے۔
بلند معیار ہے۔ اسے اس دُلہن کی طرح آراستہ ہونا ہے جو اپنے شوہر
کے لیے سنگار کیے ہوئے ہو۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس برِصغیر کی تاریخ
میں وہ دن ضرور آئیگا جب یہ کلیسیا خُداوند یسوع مسیح کا جلالی مظہر ہوگی
اور خُداوند اسے قبول کرے گا۔

اِس مُبارک اور حقیقی کلیسیا کی خصوصیات

روزِ اوّل سے ہی خُدا نے انسان کے ساتھ رفاقت کا پاک ارادہ کیا۔ باغِ عدن کی عنبریں فضاؤں میں آدم کی تخلیق ہوئی اور خُدائے قادرِ مطلق خُدا کی صنعت کا آخری شاہکار انسان اشرف المخلوقات اور خُدا کی تمام صفات کا مظہر کہلایا۔ ایک مُشتِ خاک کو زندگی عطا کرنے والے خُدا نے یہ سب کچھ اِس لیے کیا کہ انسان اُس کے ساتھ رفاقت رکھے۔ آدم کی نافرمانی کی المناک داستان سے کون واقف نہیں۔ رفاقت کا وُہ نازک اور پاک رشتہ جو خُدا اور انسان کے درمیان تھا۔ حکم عدولی کی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ باغِ عدن کی وُسعتیں اِس نافرمانی کی وجہ سے تنگ ہو گئیں۔ اُسے جنت الفردوس سے دیس نکالا مل گیا۔ خدا سے رفاقت رکھنے والا اشرف المخلوقات جس کے نتھنوں میں خُدا نے زندگی کا دم پھونکا تھا۔ وُہ اپنے بلند ترین مقام سے قعرِ مذلّت میں گر پڑا۔ اُسے اپنے گناہ کی سزا ملی اور اُس سے تمام الٰہی مراعات چھین لی گئیں۔ لیکن خُدا جو مہربان ہے غصّہ کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے اُس نے اگرچہ آدم کو رَدّ کر دیا۔ لیکن اس کی نسل میں سے ایک شخص کو چُن لیا تاکہ وہ ایمانداروں کا باپ کہلائے۔ تارح کے بیٹے ابرہام کو خُدا نے منتخب کیا اور اس کے بعد اُس کی نسل کو چُن لیا اور یہ نسل خُدا کی برگزیدہ قوم کہلائی۔ لیکن یہ قوم جسے خُدا نے اپنے لطف و کرم سے سرفراز کیا خُدا کو بھول گئی۔ خُدا سے روگردانی کرنے والی اِس قوم کو خُدا نے رَدّ کر دیا۔ اِس قوم کو اپنے بداعمال کی سزا ملی۔ قادرِ مطلق خُدا جو اپنے

ادہ کو مکمل کرنا چاہتا تھا اُس نے وعدہ کیا کہ میں ایک نیا عہد باندھوں اِس قوم کے باطن میں ایک نیا رُوح ڈالوں گا۔ جب یہ جسم جو مٹی ہے، ں کی جگہ رُوحانی جسم عطا ہو تو صرف اسی صورت خُدا کے ساتھ شراکت سکتی ہے۔ خُدا کے ساتھ رفاقت کی سب سے بڑی اور بنیادی شرط کیزگی ہے۔ اگرچہ آدم اور اُس کی اولاد نے خُدا کے فرمان کی پرواہ نہ لیکن خُدا نے سب کچھ کیا تاکہ یہ ٹوٹا ہُوا رشتہ استوار ہو۔ وُہ بنی نوعِ نسان کو اپنے فرزند بنانا چاہتا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ ہماری موجودہ مانہ کی کلیسیا میں ایسے مسیحی ایماندار موجود ہیں جنہوں نے خُداوند کی رفاقت ائزہ چکھا ہے وہ ہر وقت اُس کی پاک حضوری میں رہتے ہیں۔

خُداوند یسوع مسیح اور خدا باپ کے ساتھ شراکت اور رفاقت کی یک ہی شرط ہے کہ اپنے آپ کو گناہ سے دُور کر دیں۔ رومیوں ۸ باب اور وحنا ۱۵ باب میں مسیحی ایمان کا تجربہ موجود ہے۔ اِس دنیا میں خُدا کے اتھ رفاقت ممکن ہے۔ پاک کلام انسانوں کے لیے ہے اور اس پر عمل یا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ ہم اپنی کلیسیا کی رفاقت یں شامل ہوں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ خُداوند ہمارا خُدا ہے اور ہم س کے لوگ ہیں۔ نئے آسمان اور نئی زمین کے قائم ہونے پر مکمل رفاقت ہوگی۔

۲۔ حقیقی کلیسیا اطمینان کی نعمت سے سرفراز ہوگی۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں تسلی ور اطمینان کے لیے ہوتا ہے۔ خُداوند یسوع مسیح نے فرمایا کہ: "میں اپنا طمینان تمہیں دیتا ہوں"۔ صرف خُداوند ہی اطمینان اور تسلی عطا فرما سکتا ہے۔ س کا اطمینان عقل اور سمجھ سے بالکل باہر ہے۔

۳۔ وُہ کلیسیا جو کامل اور جلالی ہوتی ہے وہ موت اور دکھ اور درد سے بالکل زاد ہوتی ہے۔ دنیا کو دارالمحن کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ رنج والم سے چھٹکارا ممکن نظر آتا

ہے۔ بعض لوگوں نے دنیا کے دکھوں سے گھبرا کر دنیا کو تیاگ دیا۔ لیکن وہ اطمینان جس کا ذکر کلام مقدس میں آیا ہے اُسے ریاضتوں اور خانقاہی نظام کے مطابق زندگی گزارنے سے ہرگز حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ دکھ اور درد پر فتح پائی جا سکتی ہے۔

۴۔ "مگر ان سب حالتوں میں اس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خُدا کی جو محبت ہمارے خُداوند مسیح یسوع میں ہے اس سے ہم کو نہ موت جُدا کر سکے گی۔ نہ زندگی نہ فرشتے نہ حکومتیں نہ حال کی نہ استقبال کی چیزیں۔ نہ قدرتیں نہ بلندی نہ پستی نہ کوئی اور مخلوق" (رومیوں ۸: ۳۷-۳۹)۔

خُداوند یسوع مسیح کے لوگوں کے لیے ہر ایک چیز نئی بن جاتی ہے "اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے۔ پرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہو گئیں" (۲۔کرنتھیوں ۵: ۱۷)۔

۵۔ خُداوند یسوع مسیح نے فرمایا ہے۔

"مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے" (متی ۵: ۶)۔

اس مبارک اور حقیقی کلیسیا میں کیا نہیں ہے؟

کلیسیا سے مراد پاک اور مقدس لوگوں کا گروہ ہے جس کی خُداوند کے ساتھ رُوحانی رفاقت ہے۔ ایمان اور پاک محبت کی لازوال قوت اس رفاقت کو قائم رکھتی ہے لیکن وہ لوگ جن کا ایمان متزلزل اور دل امید کی روشنی سے خالی ہوتے ہیں، وہ اس پاک کلیسیا میں نہیں رہ سکتے۔ کلام پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بے ایمانوں کے ساتھ ناہموار جُوئے میں نہ جُتو"

۱۔ بزدل اور بے ایمان لوگ جن کے دل میں خوف و ہراس رہتا ہے اور ہر ایک

ت میں شک کرتے ہیں۔ انہیں کلیسیائی تنظیم راس نہیں آسکتی کلیسیا خُدا کے ہدوں پر ایمان لاتی ہے اور اس کا ایمان ہے کہ خُدا اُس کی روحانی اور مالی معاملات ے دستگیری فرمائے گا۔ لیکن بے ایمان اور شکی مزاج لوگ نہ صرف خود کلیسیا میں شامل بننے کے ناقابل ہوتے ہیں بلکہ کئی دوسرے کمزور ایمان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے تے ہیں۔ ہر زمانہ میں خُدا نے معجزانہ طور پر کلیسیا کی روحانی اور مالی امداد فرمائی ہے۔ ایمان سے مانگنے کی تلقین کی گئی ہے اور شک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

"کیونکہ شک کرنے والا سمندر کی لہر کی مانند ہوتا ہے جو ہوا سے بہتی اور اُچھلتی ہے۔ ایسا آدمی یہ نہ سمجھے کہ مجھے خُداوند سے کچھ ملے گا۔ وہ شخص دو دلا ہے اور اپنی باتوں میں بے قیام" (یعقوب ۱: ۶-۸)۔

۲۔ کلیسیا مقدس لوگوں کی جماعت ہے جو "مہین کتانی" لباس سے ملبوس ہے۔ کیزگی کلیسیا کا سنگار ہے۔ لیکن جنہوں نے اپنے جامے برّے کے مقدس خون سے صاف نہیں کیے ان کے لیے کلیسیا میں کوئی جگہ نہیں۔ خونی، حرامکار، زناکار، جادوگر اور دغا باز کلیسیا میں نہیں رہ سکتے۔ کھرے اور کھوٹے میں کوئی ملاپ نہیں ہوتا لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ کبھی کبھی کلیسیا کے مقتدر اصحاب ایسے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کلیسیا کی ترقی رُک جاتی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کردار دینِ حق کے منافی ہے۔ ان کا یہ نمونہ دوسروں کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔ کلیسیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے خبردار رہنا چاہیے اور جتنی جلدی ہو سکے ان سے کلیسیا کو پاک کر دینا چاہیے۔

۳۔ بُت پرست لوگوں کے لیے خدا کی کلیسیا میں کوئی گنجائش نہیں۔ عام طور پر پتھر مٹی اور لکڑی کی ہاتھ کی بنی ہوئی مورتوں کی پُوجا بُت پرستی کہلاتی ہے۔ اگر انسان اپنے ہی ہاتھ کی کاریگری کے سامنے سجدہ کرے تو اس فعل میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ ہر ایک شخص جو کسی مخلوق کو وہ عزت اور محبت اور خدمت دیتا ہے جو خدا کے

تعالیٰ کا حق ہے، وہ بُت پرست شخص ہے۔

۴۔ جھوٹے، ریاکار اور بدعتی تعلیم کی نشر و اشاعت کرنے والے لوگ خُدا کی کلیسیا میں شامل نہیں ہو سکتے۔ خُدا کی حقیقی کلیسیا میں جھوٹوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ بعض لوگ کلامِ الٰہی کی باطل تاویلوں سے دوسروں کو فریب دینے اور بات بات پر جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں۔ سادہ لوح عوام ان لوگوں کے کام میں گرفتار ہو جاتے ہیں ایسے لوگ اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور خُدا کی رحمت سے دُور ہیں۔ انہیں ابدی سزا ملے گی۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ اس سے ضمیر مردہ ہو جاتا ہے یعنی گناہ کا احساس تک نہیں رہتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ زندہ نہیں ہیں بلکہ مر چکے ہیں وہ زندہ خُدا سے دور ہیں۔ ان کا تعلق جھوٹوں کے بادشاہ شیطان یا ابلیس سے ہے۔ ہم جو کلیسیا میں شامل ہیں ہمیں اپنے آپ کو مُبارک کلیسیا میں قائم رہنے کا مستحق بنانا چاہیئے۔ ہمیں جانفشانی سے کام لینا چاہیئے تاکہ وہ کلیسیا جس کا ذکر مکاشفہ میں آیا ہے ہم بھی اس میں شامل ہونے کے قابل ہو سکیں۔

نئے یروشلیم سے مراد جلالی اور فتح مند کلیسیا ہے۔ اس کلیسیا کا مرکز خُداوند یسوع مسیح ہے۔ نجات یافتہ روحانی انسانوں کی یہ پاک مجلس برّے کی خوبیوں کا مظہر ہے۔ اور یہ کلیسیا عہدِ عتیق اور عہدِ جدید یعنی دونوں ادوار میں نظر آتی ہے۔ ہر زمانہ اور ہر دور میں یہ کلیسیا پاکیزگی کے زیور سے مزیّن رہی ہے۔ رُوحانی زیوروں سے مزیّن یہ کلیسیا ابدی میراث حاصل کرتی ہے۔ مکاشفہ کی کتاب کا مقصد یہی ہے کہ کلیسیا جو دکھوں میں مُبتلا ہو اور دنیا اس کے خلاف ہو اُسے تسلی اور تشفی کا پیغام دیا جائے تاکہ اس کی دلجوئی ہو۔ گذشتہ ابواب میں مُقدس یُوحنا رسُول نے جتنی رویائیں دیکھیں، ان سب میں ایک منظر ایک مقصد مشترک ہے کہ کلیسیا پر اگر مصیبت آن پڑے تو وہ ہراساں نہ ہو بلکہ صبر و استقلال سے

دں کی برداشت کرے، کیونکہ آخر کار فتح اس کی ہوگی۔ دل گرفتہ ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ فتح اُس کی ہے جو صبر اور ہمت سے کام لیتا ہے۔ خُداوند یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کو فرمایا "تمہارا دل نہ گھبرائے تم خُدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی ایمان رکھو" (یوحنا ۱۴:۱)۔

۲۱:۲۲-۲۵ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے یروشلیم میں پرانے عہدنامہ کی پیشینگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ یسعیاہ اور دیگر نبیوں نے وعدہ کیا کہ سب قومیں اسرائیل کے خُدا سے برکت پائیں گی۔ یسعیاہ ۲:۲-۴؛ ۵۲: ۹-۱۲؛ میکاہ ۴:۱-۴؛ یرمیاہ ۲:۱۷ اور زکریاہ ...۱۰:۱۰-۱۱۔ اب اس ورد میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پُرانے وعدے پورے ہوتے ہیں۔ "اور قومیں اس کی روشنی میں چلیں پھریں گی اور لوگ قوموں کی شان و شوکت اور عزت کا سامان اس میں لائیں گے"۔

اس کا مطلب ہے کہ ہر ایک قوم اس میں شامل ہوگی (یسعیاہ ۲:۲-۴)۔

باب ۲۲

۲۲:۱-۵ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ وعدہ جو خُدا نے باغِ عدن میں کیا۔ نئے یروشلیم میں پورا ہو جاتا ہے۔ پیدائش ۲:۸-۹ میں ہم پڑھتے ہیں۔

"اور خُداوند خُدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا۔ اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا"۔

لیکن انسان اپنی بغاوت اور نافرمانی کے سبب سے اس حیات کے درخت سے دُور رہا۔ اور اس کا پھل کھانے کا موقع اُسے نہ ملا۔

آخر کار بائیسویں باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہی حیات کا درخت نئے یروشلیم

کے بیچ میں ہے اور اس درخت کے پتّوں سے قوموں کو شفا ملتی ہے۔ مخلصی یافتہ لوگ
اس کو حاصل کر سکتے ہیں جبکہ وہ خُدا اور برّے کی عبادت کرتے ہیں اور اس کا مُنہ
دیکھتے رہتے ہیں۔

یہ بات مکاشفہ کی کتاب کا آخری باب ہی نہیں بلکہ یُوحنّا رسُول کے آخری الفاظ
اور خُداوند یسوع مسیح کے آخری الفاظ اور الہام کے آخری کلام کی روئیداد ہیں۔
مقدس یُوحنّا رسول نے اس باب میں کلیسیا کے لیے ہدایت اور رہنمائی کی باتیں کی
ہیں۔ خُداوند یسوع مسیح نے فرمایا :۔ "میں داؤد کی اصل و نسل اور صبح کا چمکتا ہوا
ستارہ ہُوں۔"

تاریکی اور جہالت کے دَور میں تھکی ہاری انسانیت کی آخری اُمید، یہی صبح کا
چمکتا ہوا ستارہ ہے رات کی تاریکیوں میں جب رُوحِ انسانی اِدھر اُدھر ماری ماری
پھرتی ہے اور اُسے کسی طرف سے روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تو دفعتہً مشرق
میں اُفق سے پرے جہاں زمین اور آسمان ایک دوسرے سے ملتے دکھائی دیتے ہیں
صبح کا ستارہ نمودار ہوتا ہے۔ یہ ستارہ نوید سحر کا پیامی ہے اور اس کے بعد
آفتاب عالم تاب اپنی نورانی کرنوں سے دنیا کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے۔ یہ ستارہ
جسے صبح کا ستارہ کہا جاتا ہے تاریخ انسانی کا الفا و اومیگا، ابتدا و انتہا
اوّل و آخر ہے۔ وہ ازل سے خُدا کے ساتھ ہے اور ابد تک اس کے ساتھ رہے
گا۔ اُس کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہے۔

یہ الہام کا کلام دعوتِ حق ہے۔ ناراستی کے بندھنوں سے بندھے ہوئے بندے،
لاپروا اور غفلت شعار مخلوق احکام خُداوندی کی طرف متوجہ نہیں ہوتی، لیکن
جس کے سننے کے کان ہوں اس کے لیے عام دعوت ہے کہ وہ کلام مقدس کو
سنے اور سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ ہر ایک مسیحی مبشر کا فرض اوّلین یہی ہے کہ وہ

دوسروں کو خُدا کے پاس آنے کی دعوت دے۔
"جو پیاسا ہو وہ آئے اور جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے":
مکاشفہ ۲۲: ۱۷ "اور رُوح اور دُلہن کہتی ہیں آ اور سُننے والا بھی کہے آ اور جو پیاسا ہو وہ
آئے اور جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے"۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے خُداوند خُدا کو اوّل
درجہ دیں۔ مکاشفہ کی کتاب میں قادرِ مطلق خُدا ہی اس دُنیا کا خالق اور مالک ہے وہ دُنیا کے
تخت پر بیٹھا ہے۔ اس دُنیا میں اُس کے سب ارادے خُداوند یسوع مسیح کی معرفت پورے
ہو رہے ہیں، اور آخری فتح بھی اُسی کی ہوگی۔ مکاشفہ کی کتاب میں صاف صاف ذکر ہے کہ
آخرکار خُدا کا ابدی ارادہ پُورا ہوگا۔ اور نجات یافتہ انسانوں کے ساتھ اس کی رفاقت ہوگی۔
اُس کے پاس آنے کی سب کو دعوت ہے۔ آبِ حیات مُفت ملتا ہے۔ ہر ایک شخص اُسے
اپنا نجات دہندہ قبول کر سکتا ہے۔ ہر ایک کو اُس کے پاس آنے اور آبِ حیات لینے کی دعوت
ہے۔ اُسے قبول کرنا کسی فرد یا قوم کی ذاتی ملکیت یا حق نہیں ہے۔ بلکہ ساری دنیا کے لوگوں
کو دعوت ہے۔ اگر خُداوند یسوع مسیح کو قبول کیا جائے تو آبِ حیات اور نانِ بقا اور ابدی
اطمینان کی لازوال نعمتیں مفت حاصل ہوتی ہیں۔
مکاشفہ ۲۲: ۱۷ آیت کے متعلق دو مختلف نظریے ہیں۔
ا۔ "رُوح اور دُلہن کہتی ہیں۔ آ" یعنی رُوح اور دُلہن خُداوند یسوع مسیح سے التجا کرتی
ہیں کہ وہ جلد آئے۔ لیکن راقم الحروف کے خیال میں "روح اور دلہن" گنہگار انسان کو
دعوت دیتی ہیں کہ وہ خُداوند یسوع مسیح کے پاس آئے جو صبح کا ستارہ ہے۔

یہ دعوت کِن کے لیے ہے؟

"جو پیاسا ہو وہ آئے اور جو کوئی چاہے آبِ حیات مُفت لے":
اگر کوئی شخص رُوحانی تشنگی کو محسوس کرے تو وہ زندگی کے سرچشمہ کے پاس آئے۔

کہا جاتا ہے کہ پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسوں کے پاس۔ اپنی رُوحانی ضرورت کو محسوس کرنا بھی ایک مستحسن بات ہے۔ بعض رُوحانی بصیرت سے عاری ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ بعض لوگ روحانی قدروں کو نہ تو سراہتے ہیں اور نہ اپنے آپ میں ان کی کوئی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن ہوتے وہ بھُوکے اور پیاسے ہیں! اور اگر غور سے دیکھا جائے تو اس حقیقت سے کسے انکار ہوگا کہ ہم سب بھُوکے اور پیاسے ہیں۔ یہ بھی بھوکوں اور پیاسوں کے لیے ہے، لیکن یہ دعوت عام ہے۔ غیر مسیحی بھی اس دعوت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ خُدا کے ہاں ہر ایک کی قدر اور تکریم ہے۔ وہ کسی گنہگار کی موت نہیں چاہتا۔ اس کا فضل سب کے لیے ہے۔ پُرانے زمانے سے لے کر آج تک یہ دعوت دی جا رہی ہے۔ ضرورت مند آتے ہیں اور اپنے دامن اُمید کے پھولوں سے بھرتے ہیں۔ پیاسے آتے ہیں اور آبِ حیات سے سیر ہو کر خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ بھُوکے آتے ہیں اور زندگی کی روٹی کھا کر ابد تک زندہ رہتے ہیں۔ لیکن وہی لوگ اس دعوت کو قبول کرتے ہیں جنہیں اپنی ضروریات کا احساس ہوتا ہے۔

یہ دعوت دینے والے کون ہیں؟

خُداوند یسوعؔ مسیح کے کلام کی دعوت دینے میں نہ صرف مبشرانِ انجیل اور ہادیانِ دین شامل ہیں بلکہ خُدا کا پاک رُوح بھی اس خدمت میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ رُوح دنیا کے تمام لوگوں کو پیغامِ حق سناتا اور انہیں خُدا کی طرف رجوع لانے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ دعوتِ عام ہے۔ روح لوگوں کو قائل کرتا ہے تاکہ وہ اس کے پاس آنے کے لیے تیار ہوں۔ پیدائش ۶:۳ ملاحظہ فرمائیے۔ "تب خُداوند نے کہا میری رُوح انسان کے ساتھ ہمیشہ مزاحمت نہ کرتی رہے گی۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خُدا کی رُوح انسان کے ساتھ مزاحمت کیا کرتی تھی اور کرتی ہے۔ انبیاء کے صحیفوں اور زبور کی کتاب میں بار بار ذکر ہے کہ خُدا نے ہر زمانہ میں لوگوں کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ نبیوں اور بزرگوں نے دنیا کے سامنے خُدا کے پاس آنے کی منادی کی۔ عبرانیوں کے نام خط ملاحظہ فرمائیے "اگلے زمانہ میں خُدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کیا" (پہلی آیت)۔ یسعیاہ ۵۵:۱-۲ پڑھیے۔ "اے سب پیاسو پانی کے پاس آؤ اور وہ بھی جس کے پاس پیسہ نہ ہو۔ آؤ مول لو اور کھاؤ۔ ہاں، آؤ۔ مَے اور دودھ بے زر اور بے قیمت خریدو۔ تم کس لیے اپنا روپیہ اس چیز کے لیے جو روٹی نہیں اور اپنی محنت اس چیز کے واسطے جو آسودہ نہیں کرتی، خرچ کرتے ہو۔ تم غور سے میری سُنو اور وہ چیز جو اچھی ہے کھاؤ اور تمہاری جان فربہی سے لذت اٹھائے۔ کان لگاؤ اور میرے پاس آؤ سُنو اور تمہاری جان زندہ رہے گی اور میں تم کو ابدی عہد یعنی داؤد کی سچی نعمتیں بخشوں گا۔"

نئے عہد نامہ میں خُداوند یسوعؔ مسیح نے متعدد بار فرمایا ہے کہ رُوح کا کیا کام ہے۔ "وہ آکر دُنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔"

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رُوح پاک یا مددگار دنیا کے لوگوں کو حق کی دعوت دے گا۔ وہ لوگوں کو تیار کرے گا کہ وہ دعوتِ حق کو قبول کریں۔ اسی پر ہی اکتفا نہیں بلکہ خُداوند یسوعؔ مسیح نے خود دعوت دی۔ "اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ میں تم کو آرام دوں گا۔ میرا جُوا اپنے اوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم

ہُوں اور دل کا فروتن تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی۔ کیونکہ میرا جُوا ملائم ہے
اور میرا بوجھ ہلکا۔" (متی ۱۱ : ۲۸-۲۹) پھر یوحنا ۴ : ۱۴ میں خداوند یسوع مسیح
نے فرمایا : "مگر جو کوئی اُس پانی میں سے پیئے گا جو میں اُسے دوں گا۔ وہ
ابد تک پیاسا نہ ہوگا۔ بلکہ جو پانی میں اُسے دوں گا وہ اُس میں ایک
چشمہ بن جائے گا جو ہمیشہ کی زندگی کے لیے جاری رہے گا۔"

پھر یوحنا ۷ : ۳۷-۳۸ ملاحظہ کیجئے "پھر عید کے آخری دن جو خاص دن
ہے۔ یسوع کھڑا ہُوا اور پُکار کر کہا اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آکر پیئے۔
جو مجھ پر ایمان لائے گا اُس کے اندر سے جیسا کہ کتابِ مقدس میں آیا ہے
زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی۔"

خداوند یسوع مسیح نے بھی اپنے شاگردوں کو کلام سُنانے کے لیے دُور
دُور تک بھیجا۔ خداوند نے اپنی دُعا میں کہا "جس طرح تُو نے مجھے دُنیا میں
بھیجا اسی طرح میں نے بھی انہیں دنیا میں بھیجا" (یوحنا ۱۷ : ۱۸)۔

"دُلہن" جو حقیقی کلیسیا ہے وہ بھی خدا کی آواز سننے کی دعوت دیتی ہے۔
یہ کلیسیا پاک اور بے عیب ہے۔ اس کے شرکاء کے بدن پر نہ کوئی داغ ہے
اور نہ کوئی جھری۔ وہ سراسر پاک ہیں اور بحیثیت مجموعی روئے زمین کے تمام
لوگوں کو خدا کا کلام سُننے اور اُس کے حکموں پر عمل کرنے کی دعوت دیتے
ہیں۔ جب سے دنیا شروع ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک ہر پشت
میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے خداوند کے کلام کو قبول کیا اور دوسروں
تک بھی اُس کا پیغام پہنچایا۔ پھر انجیل کا زمانہ آیا جب خداوند یسوع مسیح
کے شاگردوں نے اپنے خداوند کے نقشِ قدم پر چل کر اس کی ظفریاب قیامت
کی منادی کی اور آج تک کلیسیا دنیا کی سرحدوں تک اس کا کلام پہنچانے

میں سرگرم ہے۔

پھر لکھا ہے کہ "سننے والا بھی کہے کہ آ۔" "سننے والا" کی اصطلاح کا مفہوم
بڑا وسیع ہے۔ اس میں نہ صرف مبشرانِ انجیل اور مشنری صاحبان شامل
ہیں بلکہ ہر ایک مسیحی "سننے" والوں میں شمار ہوتا ہے اور اُس پر بھی پاک
کلام کی منادی کا فرض عائد ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا
ہے کہ ہر ایک مسیحی خداوند یسوع مسیح کا گواہ ہے۔ لیکن جب تک کوئی خدا
کے کلام کو دل کے کانوں سے نہ سُنے وہ اُسے حقیقی طور پر قبول نہیں کر سکتا۔
کلام کو سُننا ہی بڑی بات نہیں بلکہ دوسروں تک پہنچانا بھی ہمارا فرض ہے۔
ہم بچپن سے خدا کی کلیسیا میں شامل ہیں اور اُس کے کلام کو سُننے کی سعادت
ہمیں نصیب ہوتی ہے۔ لیکن کیا ہمیں حقیقی زندگی اور ازسرِنو پیدا ہونے
کا بھی تجربہ ہے؟ کیا ہم نے خود بھی آبِ حیات کے چشمہ سے اپنی پیاس
بجھائی ہے یا دوسروں کے تجربات کو سُننے پر ہی اکتفا کیا ہے؟ کیا آپ کو
اس بات کا روحانی تجربہ ہے کہ آپ پیاسے تھے اور آپ نے خداوند یسوع
مسیح کے پاس آکر زندگی کا پانی پیا اور اب بھی آپ اُسی چشمہ سے
اپنی پیاس بجھاتے ہیں جو ازل سے جاری ہے؟

افسوس کا مقام ہے کہ آجکل ہماری کلیسیا میں شخصی روحانی تجربہ
رکھنے والے شرکاء انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ کلیسیا میں قحط الرجال ہے۔
اگرچہ کلیسیا کے شرکاء کی تعداد تو بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاں خوشی کی
بے شمار تقریبات ہوتی ہیں لیکن کیا ہم نے ان تقریبات پر اپنے غیر مسیحی
دوستوں کو دعوت دی ہے کہ وہ ہماری اجتماعی زندگی میں خداوند یسوع مسیح
کا جلال دیکھ سکیں؟ اس حقیقت کا بڑے دُکھ سے اعتراف کرنا پڑتا

ہے کہ کلیسیا خود نجات یافتہ نہیں، وہ دوسروں کو کس طرح نجات کا راستہ دکھا سکتی ہے۔ اندھے کو اندھا کس طرح راہ دکھائے گا۔ لہذا جب غیر مسیحیوں کو روحانی زندگی کا حال معلوم ہوتا ہے تو وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور خداوند یسوع مسیح کے مبارک نام کے دشمن بن جاتے ہیں۔

ذرا تواریخ عالم پر نگاہ کیجئے۔ چھٹی صدی مسیحی میں عرب کی سرزمین میں حضرت محمدؐ صاحب پیدا ہوئے۔ اس وقت عرب میں مسیحی کلیسیا تو موجود تھی مگر نہ وہ سرد تھی نہ گرم۔ صدیوں کی مسیحی زندگی نے عرب کی کلیسیا میں کوئی مسیحی خوبی پیدا نہ کی۔ اُس زمانے کے مسیحیوں کا کردار دین حق کے مطابق نہیں تھا لہذا حضرت محمدؐ نے مذہب اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہوا۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز کے چند سالوں میں ہندوستان کی آزادی کے ایک علمبردار مہاتما گاندھی نے مسیحی کلیسیا میں خداوند یسوع مسیح کے سے اخلاق حسنہ کو نہ دیکھا۔ مہاتما جی انجیل مقدس اور خداوند یسوع مسیح کی پاک زندگی سے اچھی طرح واقف تھے اور وہ خداوند یسوع مسیح کی بڑی ہی عزت کیا کرتے تھے۔ لیکن مہاتما گاندھی جب بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستانی مزدوروں کی خاطر جنوبی افریقہ میں پہنچے تو انہیں یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کا زہر اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ انگریز شرکائے کلیسیا ہندوستانیوں کو اپنے گرجوں میں عبادت کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ گوروں کے عبادت خانوں میں کالوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نسلی برتری نے کلیسیا میں درجہ بندی کر دی۔ ریورنڈ سی۔ ایف۔ اینڈریوز نے اپنی کتاب بنام وٹ آئی او ٹو کرائسٹ

WHAT I OWE TO CHRIST[1] (میں نے خداوند مسیح سے کیا پایا) میں لکھا ہے کہ جنوبی افریقہ کی انگریز کلیسیا کی نسلی امتیاز کی پالیسی سے مہاتما گاندھی نے ٹھوکر کھائی اور انہوں نے مسیحیت کو ایک زندہ جاوید مذہب نہ سمجھا۔ انہوں نے جنوبی افریقہ میں اپنی آنکھوں سے اس قسم کے واقعات دیکھے جبکہ کالے حبشیوں کو زبردستی گرجوں سے نکال دیا جاتا تھا۔

راقم الحروف نے صرف ان دو ہی مثالوں پر اکتفا کرنا ضروری سمجھا ہے۔ چھٹی صدی مسیحی میں جو کیفیت عرب کی کلیسیا کی تھی، وُہی بیسویں صدی میں افریقہ کی کلیسیا کی تھی۔ جو کلیسیا خود حقیقی کلیسیا کہلائے جانے کی مستحق نہیں، وُہ دوسروں کو کس طرح خداوند یسوع مسیح کے پاس لانے کا باعث بن سکتی ہے؟ اس لیے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے خود حقیقی مسیحی بنیں اور اس کے بعد دوسروں کو خداوند مسیح کے پاس لائیں۔

خداوند کی کلیسیا میں نہ وحشی کو سکوتی پر کچھ فوقیت ہے اور نہ غلام کو آزاد پر کچھ برتری حاصل ہے۔ کلیسیا کا ہر ایک فرد برابر ہے۔ چھوت چھات اور گوری اور کالی نسل کے تفریق و امتیاز نے کلیسیا کے کام میں رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں۔ خداوند یسوع مسیح انسان اور خدا کو ملانے کے لیے دنیا میں آیا اور مقام افسوس ہے کہ آج بھی ہمارے ہاں فرقہ بندیاں موجود ہیں۔ اگر ہمارا مقصد ایک ہے اور ہم کلیسیا کی ترقی کے خواہاں ہیں تو آئیے نسلی امتیاز کے زہر کو دور کریں اور خداوند کا جلال ظاہر کرنے

[1] یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے اور پنجاب رلیجس بک سوسائٹی۔ لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

کا باعث بنیں۔ اس باب کے آخر میں کتنا ہی تسلی بخش پیغام ہے کہ،، دیکھو میں جلد آنے والا ہوں۔ آمین۔ اے خداوند یسوع آ"۔

اور برکت کے کلمہ کے ساتھ یہ کتاب ختم ہوتی ہے۔

خداوند یسوع کا فضل مقدسوں کے ساتھ رہے آمین

ختم شد